توضیح المسائل

مؤلفہ

حضرت مولانا مفتی شریف محی الدین الاکرمی رحمۃ اللہ

Raziyatulabrarbhatkal.blogspot.com

شافعی جامع مسجد
بمبئی ٹاؤن، بلاک ڈی، شمالی ناظم آباد، کراچی نمبر ۳۳

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوا فِي الدِّينِ
وَلِيُنْذِرُوا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوا إِلَيْهِمْ

پس کیوں نہ نکلی ایک جماعت ہر فرقہ سے تاکہ سمجھ حاصل کریں دین میں اور ڈر سنادیں اپنی قوم کو واپس جاکر (سورۃ توبہ رکوع ۱۵)

الحمد للہ

کتاب نایاب مستطاب مشتمل بر عقائد توحید و فقہ شافعیہ

المسمّٰی بہ

توضیح المسائل

تالیف

حضرت مولانا مفتی شریف محی الدین الاکرمی رحمہ اللہ

قاضی بھٹکل

Raziyatulabrarbhatkal.blogspot.com

شافعی جامع مسجد

بمبئی ٹاؤن، بلاک ڈی، شمالی ناظم آباد کراچی ۳۳

قیمت :- ۲۳/ روپے

فہرست مضامین توضیح المسائل

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حالاتِ امام شافعیؒ

مختصر سوانح امام الائمہ و حبر الامہ عالم قریش حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ

آپ کی کنیت ابو عبد اللہ ہے، نام مبارک محمد والد کا نام ادریس سلسلہ نسب اس طرح ہے محمد بن ادریس بن عثمان بن شافع بن سائب بن عبید بن عبد یزید بن ہاشم بن مطلب بن عبد مناف القریشی المطلبی الشافعی الحجازی المکی رشافعی ان کے جد اعلیٰ شافع کی جانب نسبت ہے۔ والدہ محترمہ قبیلہ ازد سے تھیں، قبیلہ ازد کی نسبت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ترمذی شریف میں یہ الفاظ روایت کئے گئے ہیں اَلْاَزْدُ اَسَدُ اللّٰہِ فِی الْاَرْضِ آپ کا سلسلہ نسب عبد مناف مذکور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر ملتا ہے۔ آپ ارض مقدسہ کے شہر غزہ میں پیدا ہوئے وہاں سے ان کی والدہ محترمہ ان کو عسقلان لے آئیں۔ اصل میں آپ کے والد ادریس مدینہ منورہ کے قریب کسی قریہ کے رہنے والے تھے، پھر مدینہ میں سکونت اختیار کئے تھے اس کے بعد معاشی کشمکش کی وجہ سے شام پہنچے تھے اور عسقلان میں سکونت اختیار کرتے تھے۔ آپ جب دو سال کے تھے مکہ مکرمہ لائے گئے۔ بچپن ہی سے آپ کو شعر گوئی کا شوق تھا شعر کہنے لگے ایام العرب اور ادب کی طرف خاص رغبت تھی، ایک روز مسلم بن خالد زنجیؒ سے جو مکہ کے نامور مفتی اور فقیہ تھے ملاقات ہو گئی انہوں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں شرافتِ نسب عطا فرمایا ہے تم کیوں فقہ نہیں سیکھتے۔ اس کے بعد وہ مفتی صاحب مذکور کی خدمت میں حاضر ہونے

لگے۔ آپ نے سات سال کی عمر میں قرآن مجید اور دس سال کی عمر میں مؤطا حفظ کیا۔ تیرہ سال کی عمر میں علماء مکہ سے تکمیل کرنے کے بعد مدینہ منورہ تشریف لے گئے اور امام مالک رحمہ اللہ سے ملے۔ اس وقت ان کو کتاب مؤطا حفظ یاد تھی امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ ان کے علم و فہم علوِ نسب کی وجہ سے ان کی خاص عزت کرتے تھے، امام مالک رحمہ اللہ سے تکمیلِ علم کے بعد آپ یمن تشریف لے گئے پھر وہاں سے عراق گئے، ہر جگہ آپ علم کتاب و سنت کی فراہمی کرتے رہے، قیام عراق کے زمانہ میں کتاب الحجۃ آپ نے تصنیف کی۔ عراق کے مشہور علماء فضلاء، امام المحدثین احمد بن حنبل۔ امام ابو ثور، امام زعفرانی۔ امام کرابیسی وغیرہ نے آپ سے تلمذ حاصل کیا اور اسی جگہ آپ نے امام عبدالرحمٰن بن مہدی کے فرمانے پر اپنا مشہور رسالہ کتاب الرسالہ اصولِ فقہ میں تالیف کیا، آپ اس علم (یعنی اصولِ فقہ) کے بانی و مؤسس ہیں۔ اس کتاب کی نسبت امام مزنی رحمہ اللہ (جو امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں) کہتے ہیں کہ یہ کتاب پچاس سال سے زیادہ میرے زیر مطالعہ رہی جب کبھی مطالعہ کرتا تو نئے نئے فائدے اور نکات مجھے اس میں ملتے رہے۔ امام محمد بن حسن کہا کرتے تھے کہ اصحاب حدیث شافعی کی زبان میں گفتگو سیکھنا چاہیئے۔ امام احمد رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ ہر شخص کے لیئے جس نے طلب علم کے لیئے قلم و دوات ہاتھ میں لیا تو وہ شافعی کا زیر بار احسان ہے۔ حسن بن محمد زعفرانی کہتے ہیں اصحاب الحدیث سو رہے تھے شافعی نے ان کو جھنجوڑا تو اب وہ بیدار ہو گئے، امام شافعی رحمہ اللہ کی عمر جب پندرہ سال کی ہوئی ان کے استاد مسلم بن خالد زنجی مفتی مکہ نے ان سے کہا کہ اب تم فتویٰ دیا کرو، بخدا تم فتویٰ دینے کے قابل ہو گئے۔ تفقہ میں آپ کا پایہ بہت بڑھا ہوا تھا حافظہ نہایت قوی تھا، فصیح بھی اعلیٰ درجے کے تھے، کتاب اللہ، سنتِ رسول اللہ

کلام صحابہؓ، آثار سلف علماء کے اختلافات جاننے پھر کلام عرب لغت عربیہ اور ناسخ و منسوخ پہچاننے میں حق سبحانہ و تعالیٰ نے آپ کو علم عمیق عطا فرمایا تھا کسی بزرگ نے اپنی نظم میں یہ شعر کہا ہے۔

وَالشَّافِعِیُّ مِنَ الْاَئِمَّۃِ کَانَ فِیْ فِقْہِ الْحَدِیْثِ مُسَلَّمَ الْاَقْرَانِ

(ترجمہ) ائمہ کرام میں سے امام شافعی رحمہ اللہ حدیث کے احوال و کیفیات سمجھنے کے علم میں یکتائے زمانہ تسلیم کیے گئے ہیں۔ امام الائمہ ابن خزیمہؒ سے سوال کیا گیا کہ کوئی ایسی بھی سنت صحیحہ ہے جس کا ذکر امام شافعیؒ نے اپنی تصانیف میں نہ کیا ہو، تو انہوں نے جواب دیا نہیں۔ عبدالملک بن ہشام جو علم نحو و لغت میں امام العصر تسلیم کیے گئے ہیں ان کا قول ہے۔ الشافعی حجۃ فی اللغۃ الحدیث ان عالم قریش یملأ طباق الارض علماً (ترجمہ) بیشک ایک عالم قریش میں سے روئے زمین کو اپنے علم سے معمور کرے گا۔ امام احمدؒ و دیگر محدثین نے بیان کیا ہے کہ اس حدیث میں امام شافعیؒ کی طرف اشارہ ہے۔ فقہ میں آپ کا طریقہ یہ تھا کہ آپ صحیح احادیث کو لیتے اور ضعیف احادیث کو چھوڑ دیتے تھے، کسی اور مذہب میں فقہ کی تعمیر اس معیار پر نہیں کی گئی ہے۔ مسائل میں آپ احتیاط کا پہلو اختیار فرمایا کرتے تھے۔ بغداد میں آپ ناصر الحدیث کے لقب سے پکارے جاتے تھے۔ علماء نے آپ کی تصانیف کی تعداد ایک سو تیرہ ۱۱۳ بتلائی ہے، یہ کتابیں تفسیر، حدیث، فقہ، ادب اور تاریخ پر مشتمل ہیں۔ اس میں سے کتاب الام اور کتاب الرسالہ اور مسند امام شافعی وغیرہ طبع ہو کر آج امت کے ہاتھوں میں موجود ہیں۔ کتاب الام نہایت عجیب و غریب کتاب ہے۔ بڑی بڑی کتابوں میں اس کے حوالے جا بجا پائے جاتے ہیں۔ علماء نے اس کتاب کی بیحد تعریف کی ہے امام الہند حضرت شاہ ولی اللہ قدس اللہ روحہ و نور ضریحہ اس کتاب کے طفیل میں

درجہ اجتہاد کو پہنچ گئے۔ ہر جگہ اس کتاب کے اصول کو مدنظر رکھ کر استنباط کرتے ہیں چنانچہ خود شاہ صاحب موصوف نے اپنی تصانیف میں اس کا اقرار کیا ہے۔ ۱۹۹ھ میں امام شافعی مصر تشریف لے گئے۔ مصر کی قدیم مسجد جامع عمرو میں آپ درس دیتے تھے۔ آپ نے مصر تشریف لے جانے سے پہلے جو کتب تالیف کی ہیں وہ سب قول قدیم کہلاتی ہیں اور مصر جانے کے بعد مصر میں جو کتب تالیف کی ہیں وہ سب قول جدید کہلاتی ہیں۔ فتویٰ آپ کے جدید اقوال پر ہے۔ صرف بیس مسائل میں (جن کی تفصیل کتب فقہ میں ہے) آپ کا قول قدیم از روئے دلیل زیادہ قوی ہونے کی وجہ سے اس پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ آپ مستجاب الدعوات تھے بہ کثرت یہ دعا کرتے تھے اَللّٰھُمَّ یَا لَطِیْفُ اَسْئَلُکَ اللُّطْفَ فِیْمَا جَرَتْ بِهِ الْمَقَادِیْرُ۔ آپ کی عمر چوّن ۵۴ سال تھی۔ مصر میں تیس ۳۰ رجب ۲۰۴ھ شب جمعہ بعد نماز مغرب آپ نے وفات پائی۔

شب آدینہ بود و سلخ رجب — کہ شدہ شافعی بحضرت رب
سال میلاد او ۱۵۰ مشفق دان — سال ترحیل او ۲۰۴ مقدس خوان

جمعہ کے دن بعد عصر دفن ہوئے۔ پایۂ تخت مصر کے شہر قاہرہ کے جنوبی حصہ میں جبل مقطم کے پاس قرافہ صغریٰ میں آپ کا مزار مقدس مخلوق کی زیارت گاہ بنی ہوئی ہے۔ آپ کے بارے میں صاحب مشکوٰۃ نے اکمال فی اسماء الرجال میں لکھا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ آپ کے فضائل بے شمار ہیں آپ دنیا بھر کے امام اور مشرق و مغرب کے سب سے بڑے عالم دین تھے آپ کی ذات میں علوم و فضل کی وہ مقدار یکجا کر دی گئی تھی جو آپ سے پہلے نہ کسی امام کو حاصل ہوئی اور نہ آپ کے بعد اور آپ کی شہرت اور آپ کا ذکر خیر اس قدر پھیلا کہ کسی اور کو یہ بات نصیب نہیں ہوئی۔ تمام علماء فقہ و حدیث و لغت و نحو اس امر میں متفق

ہیں کہ امام شافعیؒ ثقہ، امین، عادل، زاہد، متورع، سخی، خوب سیرت اور عالی رتبہ ہیں ان کے اوصاف جس قدر طول کے ساتھ ذکر کئے جائیں گے وہ کوتاہی پر محمول اور جس قدر گفتگو دراز ہو گی مختصر تصور کی جائے گی اور بیان کرنے والا کوتاہی کا مرتکب سمجھا جائے گا۔ غرض امام شافعیؒ کے علم کو نہ کوئی مجتہد پہنچا، نہ محدث، نہ مفسر، نہ لغوی، نہ ادیب، نہ نحوی۔ مشہور نحوی نفطویہ نے کہا ہے مثل الشافعی فی العلماء ؛ مثل البدر فی نجوم السماء ؛ کان واللہ معدن العلوم ؛ سید الناس افقہ الفقہاء ؛ لہٗ (یعنی امام شافعی کی مثال علماء میں مثل بدر (چودھویں رات کے چاند) کی سی ہے، باقی ستاروں میں خدا کی قسم وہ علم کے معدن اور لوگوں کے سردار، فقہ کے جاننے میں سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ یہ حضرت امام شافعی قدس اللہ روحہ ونور ضریحہ کا مختصر تذکرہ ہے۔ جس کو تفصیل کے ساتھ معلومات حاصل کرنا ہو وہ "مناقب الشافعی" مصنفہ امام فخر الدین رازیؒ و "توالی التاسیس" مصنفہ شیخ الاسلام حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور مصر کے مشہور علامہ ابو زہرہ کی "الشافعی" یا کوئی اور سیرۃ الشافعی دیکھ لے۔ رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ وَ نَفَعَنَا بِعُلُوْمِہٖ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ رَحْمَۃً وَّاسِعَۃً وَّاَسْکَنَہٗ فَسِیْحَ جِنَانِہٖ وَ رَفَعَ دَرَجَاتَہٗ وَ جَعَلَہٗ فِیْ اَعْلٰی عِلِّیِّیْنَ مَعَ الَّذِیْنَ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِمْ مِّنَ النَّبِیِّیْنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّہَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ آمِیْنَ ۞

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ
اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ الْقَائِلِ مَنْ یُّرِدِ اللّٰہُ
بِہٖ خَیْرًا یُّفَقِّھْہُ فِی الدِّیْنِ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْدُ
احقر شریف محی الدین بن القاضی محمد امین الاکرمی سَتَرَ اللّٰہُ عُیُوْبَھُمَا
وَغَفَرَ ذُنُوْبَھُمَا عرض پرواز ہے کہ اس ناچیز نے چند سال پہلے ایک
مختصر کتاب امام الائمہ وحبر الامۃ عالم قریش حضرت امام محمد بن ادریس
الشافعی المطلبی الحجازی المکی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ وَنَفَعَنَا بِعُلُوْمِہٖ کے
مذہب کی معتبر ومستند کتابوں اور دوسرے متفرق رسائل سے عقائد دینیہ و
مسائل فقہ کو انتخاب کرکے مرتب کیا تھا اس میں عقائد وعبادات عقلی و
نقلی دونوں طریقوں سے لکھے گئے تھے نقلی زبانی یاد کرنے کے لیۓ اور عقلی
سمجھنے کے لیے اور ان کا نام تسہیل الفقہ رکھ کر شائع کیا تھا قلیل مدت میں
مطبوعہ اکثر نسخے ختم ہوگئے اب یہ دوسری کتاب ہے اسی کتاب کے
بعض مضامین کو واضح کرتے ہوئے اس سے بہتر ومکمل صورت میں شائع
کی جارہی ہے۔ اس میں جو بعض نقائص رہ گئے تھے اس کتاب میں دور
کیۓ گئے ہیں۔ نیز بعض مسائل بدل کر بہت سے اہم مسائل اور مفید
مضامین بڑھادیۓ گۓ ہیں اور اس کتاب کا نام میں نے توضیح المسائل رکھا
ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے عاجزانہ التماس کرتا ہوں اور توفیق چاہتا ہوں
کہ ایزد متعال اپنے لطف وکرم سے مجھے اس میں غلطیوں سے بچاۓ اور
ہر اس شخص کو جو اس کتاب کے پڑھنے اور پڑھانے میں مشغول ہوجاۓ

اللہ تعالیٰ اس کو اس کتاب سے نفع پہنچائے اور فائدہ بخشے اور خصوصاً شافعی مذہب والے طالبانِ علم دین کو پڑھنے اور اس پر عمل کرنے کا جذبۂ کامل عطا فرمائے۔ اٰمین یا ربّ العالمین

عقائدِ اسلام

ایمان کے معنیٰ: ۔ کسی حقیقت کو کامل جزم و یقین کے ساتھ سچ جاننے اور ماننے اور زبان سے اقرار کرنے کو "ایمان" کہتے ہیں۔ ہر انسان پر واجب ہے کہ وہ (۱) اللہ (۲) اس کے فرشتوں (۳) اس کے رسولوں (۴) اس کی نازل کی ہوئی کتابوں اور (۵) آخرت یعنی روزِ قیامت پر (۶) اور قضا و قدر پر سچے دل سے ایمان لائے۔

اللہ پر ایمان لانے کا مطلب: ۔ یہ ہے کہ انسان اعتقاد رکھے (۱) اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔ یعنی نہ تو اس کی ذات میں کوئی اس کا شریک ہے نہ صفات میں وہ ہر لحاظ سے اکیلا اور یکتا ہے۔ اگر وہ یکتا نہ ہوتا اور دو ہوتے تو آپس کی کشمکش سے آسمان و زمین کا تمام کارخانہ درہم برہم ہو جاتا قرآن شریف میں ہے لَوْ كَانَ فِيهِمَا آلِهَةٌ إِلَّا اللَّهُ لَفَسَدَتَا اگر ان دونوں (یعنی آسمان و زمین) میں اللہ کے سوا اور بھی معبود ہوتے تو یہ دونوں درہم برہم ہوتے۔ کسی دوسرے کو اللہ کی ذات و صفات میں شریک کرنا صریح شرک ہے۔ شرک سب سے بڑا گناہ ہے (۲) وہی عبادت و بندگی کے سزاوار ہے اس کے سوا کوئی بندگی کے لائق نہیں (۳) وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا (۴) اسے کسی نے پیدا نہیں کیا بلکہ اس نے تمام کائنات کو پیدا کیا۔ آسمان۔ زمین۔ چاند۔

سورج ۔ آدمی ۔ فرشتے ۔ جن ۔ شیطان اور کائنات کی دوسری موجودات اسی کے ارادے سے پیدا ہوئیں (۵) صرف اسی کی ذات میں تمام کمالات اور خوبیاں ہیں وہ ہی ہر قسم کے عیب و نقصان سے پاک ہے (۶) وہی عالم الغیب ہے، ہر ظاہر و پوشیدہ چیز کو جانتا ہے، کوئی بات اس سے چھپی ہوئی نہیں (۷) وہ بڑی طاقت اور قدرت والا ہے وہی سب کو مارتا اور جلاتا ہے، وہی اولاد و روزی دیتا ہے ۔ وہ دیکھتا اور سنتا اور بولتا ہے اور دعائیں قبول کرتا ہے ۔ مصیبتیں ٹالتا اور گناہوں کو معاف کرتا ہے اور اپنی مخلوق پر بڑا مہربان ہے، نفع و نقصان تمام چیزیں اس کے ہاتھ میں ہیں (۸) وہ اپنی ذات اور صفات میں یکتا ہے، کائنات کی کوئی شئی اس کے مشابہ نہیں لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ (اس کے جیسی کوئی چیز نہیں) اس کے ساتھ کسی قسم کی مخلوق کو کوئی نسبت نہیں مگر وہ ان کا موجد اور خالق ہے ۔ یعنی وہ سب اس کے پیدا کیے ہوتے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے ۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۝	(ترجمہ) اے پیغمبر یہ لوگ آپ سے خدا کا حال
اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۝	پوچھتے ہیں آپ ان سے کہہ دیجئے وہ اللہ ایک ہے
لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ ۝	اللہ بے نیاز ہے اس کی کوئی اولاد نہیں اور نہ وہ
وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ	کسی سے پیدا ہوا ہے اور نہ کوئی اس کے برابر کا
كُفُوًا اَحَدٌ ۝	(یعنی اس کا ہم رتبہ) ہے ۔

اس کی تشریح یہ ہے کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ اعلان کیجئے کہ اللہ ایک ہے وہ اپنی ذات و صفات میں تنہا ہے کوئی بھی ذات و صفات اور حقوق و اختیارات میں اس کا شریک و سہیم نہیں ۔ ساری مخلوق اس کی محتاج ہے ۔ وہ سب کا خالق (پیدا کرنے والا) اور

پالنے والا ہے اس کی اولاد نہیں اور نہ وہ کسی کی اولاد ہے۔ وہ آپ ہی
آپ موجود ہے یہ نہیں کہ وہ کسی کے ذریعہ وجود میں آیا ہو اور پھر یہ کہ
کوئی بھی اس کا ہمسر اور برابر کا نہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے۔

مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ

(ترجمہ: اللہ نے کسی کو اولاد نہیں بنایا اور نہ کوئی خدا ہے اس کے ساتھ اگر یہ بات ہوتی تو ہر معبود اپنی مخلوق کو لے کر الگ ہو جاتا اور ایک دوسرے پر چڑھائی کرتا۔ (پارہ ۱۸ قد افلح)

یعنی زمین و آسمان کا وہی ایک تنہا مالک ہے، نہ اس کو اولاد کی ضرورت
ہے نہ کسی مدد کرنے والے کی، نہ اس کی فرمانروائی و حکومت میں کوئی ساتھی
ہے جس کو ذرہ برابر بھی مستقل اختیار ہو اگر ایسا ہوتا تو ہر ایک اپنی رعایا
کو لے کر علیحدہ ہو جاتا اور اپنا لشکر جمع کر کے دوسرے پر غلبہ پانے کے
لیے چڑھائی کرتا اور عالم کا مضبوط و بہترین نظام کبھی قائم نہیں رہ سکتا۔
(۹) وہ ہاتھ، پاؤں، ناک، کان، شکل و صورت سے بے نیاز ہے (۱۰) وہ
بذات خود قائم ہے اپنے وجود قیام میں کسی کا محتاج نہیں۔ البتہ ساری کائنات
(مخلوق) اپنے قیام و بقا کے تحفظ کے لیے اس کی محتاج ہے وہ قادر مطلق
ہے وہ ہی اس پوری کائنات کا انتظام فرما رہا ہے اور ساری کائنات پر
قابض و متصرف ہے اس کو کسی سے رشتہ ناتا نہیں اور نہ وہ کسی کے مشابہ
ہے جس طرح اس کی پاک ذات مخلوق کی طرح نہیں اسی طرح اس کی
صفتیں بھی مخلوق کی مانند نہیں (۱۱) اسی نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے
انبیاء و مرسلین کو مبعوث فرمایا۔

ملائکہ (یعنی فرشتوں) کا بیان

فرشتوں پر ایمان لانے کا مطلب:۔ یہ ہے کہ اعتقاد رکھیں کہ (۱) فرشتے بھی اللہ تعالیٰ کی ایک مخلوق ہیں (۲) نور سے پیدا کیے گئے ہیں اُن کا لطیف جسم نور کا بنا ہوا ہے (۳) وہ نہ تو مرد ہیں نہ عورت (۴) ان کو اپنی صورت کے بدلنے پر اللہ کی طرف سے پوری قدرت دی گئی ہے جو شکل وصورت چاہیں اختیار کر لیتے ہیں (۵) وہ ہماری نظروں سے غائب (پوشیدہ) ہیں (۶) وہ مرضی الٰہی کے اس طرح پابند ہیں کہ ان سے گناہ یا نافرمانی سرزد نہیں ہو سکتی۔

لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ	(ترجمہ) اللہ تعالیٰ نے جو حکم دیا ہے اس کی نافرمانی
وَیَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ	نہیں کرتے وہی کرتے ہیں جس کا انہیں حکم دیا جاتا ہے۔

(قرآن مجید، سورۂ تحریم)

(۷) اللہ تعالیٰ نے انہیں جن کاموں پر مقرر فرمایا ہے اس کی مرضی وہدایت کے مطابق اس عالم کا انتظام کرنے میں لگے رہتے ہیں (۸) وہ (یعنی فرشتے) خدا تعالیٰ کے ذکر سے تھکتے اور اکتاتے نہیں (۹) نہ کھاتے ہیں نہ پیتے ہیں انسانی حوائج ولوازم سے پاک ہیں (۱۰) اللہ کی طرف سے بشارت وعذاب لے کر نازل ہوتے ہیں نیز لوگوں کے نیک وبد اعمال کو محفوظ رکھتے ہیں (۱۱) ہر وقت اس کی فرمانبرداری میں مصروف رہتے ہیں اس کے حکم سے سرِ مُو تجاوز نہیں کرتے۔ ایک لمحہ کے لیئے وہ اپنے وظیفہ اور فرض سے غافل نہیں ہوتے ہر دم اپنے رب کی تسبیح وتقدیس کرتے رہتے ہیں۔ یہی تسبیح ان کا سرمایۂ حیات ہے (۱۲) ان کی کثرت کا یہ عالم ہے کہ آسمان وزمین میں کوئی جگہ ایسی نہیں جہاں

کوئی فرشتہ خدا تعالیٰ کی تسبیح و تقدیس نہ کرتا ہو قرآنِ مجید میں صرف چند فرشتوں کا نام آیا ہے جن میں سے چار کا نام اور مختصر حال یہاں لکھا جاتا ہے (۱) جبرائیل علیہ السلام۔ یہ حامل وحی ہیں۔ یہی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے پاس خدائے تعالیٰ کی کتابیں اور احکام پہنچاتے تھے نیز لڑائیوں کے موقع پر فتح دینے اور خدائے تعالیٰ کسی قوم کو ہلاک کرنا چاہے تو ان کی ہلاکتوں پر مؤکل بنائے جاتے ہیں (۲) میکائیل علیہ السلام خدا کے حکم سے بندوں کی روزی تقسیم کرتے ہیں اور پانی برسانے اور روئیدگیاں اگانے کی خدمت پر مامور ہیں (۳) اسرافیل علیہ السلام قیامت کے دن صور پھونکیں گے۔ پہلی مرتبہ صور پھونکتے ہی ساری مخلوق نیست و نابود ہو جائے گی، پھر ایک عرصہ کے بعد دوبارہ صور پھونکیں گے تو ساری مخلوق زندہ ہو جائے گی (۴) عزرائیل (ملک الموت) علیہ السلام اپنے ماتحت فرشتوں کی جماعت کے ساتھ بندوں کی روحیں قبض کرنے پر مقرر (یعنی مامور) ہیں۔

عقلی طریقہ

عزیز طالب علمو! آسمان زمین، چاند، سورج، انسان، حیوان وغیرہ مخلوقات اور اشیاء کو دیکھنے اور کائنات کے نظم پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس زبردست کارخانے کو بنانے اور چلانے والا اور ان کے انتظام کو درست رکھنے والا یقیناً بلاشک و شبہ کوئی ہے۔ اس لئے کہ یہ بات ناقابل یقین ہے کہ آسمان زمین، چاند، سورج، ستارے انسان، حیوان یہ عظیم الشان چیزیں آپ ہی آپ بن گئی ہوں۔ عقل سلیم کسی طرح یقین نہیں کر سکتی کہ یہ چیزیں بنانے والے کے بغیر بن سکتی ہیں

(۱) آسمان کا اس قدر بڑا اور پھیلا ہوا جسم (۲) زمین میں طرح طرح کی چیزیں اگانے اور سمندر اور پہاڑوں کو اٹھائے رکھنے کی طاقت (۳) چاند سورج کا بالکل ٹھیک طریقہ سے صحیح وقت کی پابندی کے ساتھ نکلنا اور غائب ہونا (۴) انسان وحیوان کی عقل اور ان میں نر و مادہ کا ہونا اور نسل کی بقا کے لیئے نر و مادہ میں ایک دوسرے سے رغبت کا ہونا (۵) ہواؤں کا ایک خاص انداز سے چلنا اور بادلوں کا جمع ہو کر مینھ برسانا برق کی چمک اور رعد کی گرج (۶) دن کے بعد رات کا آنا اور رات کے بعد دن کا آنا (۷) موسموں کا تغیّر و تبدّل (۸) انسانوں کا عدم سے وجود میں آنے کے لیئے مختلف مراحل سے گذرنا (۹) چشموں کا ابلنا اور پتھروں سے پھوٹ کر پانی نکلنا اور کھیتوں کا سرسبز و شاداب ہونا وغیرہ ایسی باتیں ہیں کہ جن سے پتہ چلتا ہے کہ اس ساری کائنات کو کسی بڑی علم و حکمت والی طاقت اور قدرت والے حکیم و دانا اور علیم و خبیر نے پیدا کیا ہے۔ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِیْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَیْءٍ (سورۂ نمل رکوع ۷)

(ترجمہ) یہ خدا کی کاریگری ہے جس نے ہر شئی کو مضبوط طور سے بنایا اور وہی صانع (بنانے والا) اپنے فرمانبرداروں کے ذریعہ ان سب کو بکمالِ حکمت و دانائی اپنے حسب منشاء چلا بھی رہا ہے، اسی پیدا کرنے والے کا نام اللہ ہے اور اس کے حکم کے مطابق کام کرنے والے فرشتے کہلاتے ہیں فرشتے اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی، انسان، حیوان، آسمان، زمین، غرض ساری کائنات کا انتظام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق انجام دیتے ہیں اس لیئے لازم ہے کہ ہر آدمی کو اولاً تمام دنیا کے پیدا کرنے والے اللہ پر اور اس کی مخلوق میں سے فرشتوں پر ایمان لائے۔

رسولوں (پیغمبروں) کا بیان

رسولوں پر ایمان لانے کا مطلب:۔ یہ ہے کہ آدمی اعتقاد رکھے کہ (۱) رسول خدا کے بندے اور انسان ہوتے ہیں (۲) اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے احکام اپنے بندوں تک پہنچانے کے لیئے بھیجا ان کے لائے ہوئے احکام کا ماننا لازم ہے (۳) وہ سچے ہیں جھوٹ نہیں بولتے (۴) اور کوئی گناہ نہیں کرتے (یعنی معصوم ہیں)، (۵) وہ اللہ کے ہر پیغام کو بلاکم وکاست پہنچاتے ہیں اس میں نہ تو کمی وبیشی کرتے ہیں نہ کسی پیغام کو چھپاتے ہیں۔ (۶) کوئی شخص اپنی کوشش اور عبادت سے رسول یا نبی نہیں بن سکتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مخصوص فضل واحسان ہے کہ اپنے بندوں میں سے اس بلند مرتبے کے لیئے یعنی فرض رسالت کی ادائیگی کے لیئے انہی لوگوں کو چنتا تھا جو اس کی مخلوق میں اخلاق وتقویٰ کے لحاظ سے نقطۂ کمال پر رہے ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں فرماتا ہے وَاللّٰهُ يَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ (اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اپنی رسالت کا بوجھ کن پر ڈالے) اپنے فضلِ مخصوص سے اس کی نگرانی وحفاظت بھی کرتا ہے (۷) پیغمبروں میں سب سے اول حضرت آدم علیہ السلام اور سب سے آخر اور افضل ہمارے نبی حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، قیامت تک ساری دنیا کے لیئے آپ ہی نبی ہیں، آپ کی دعوت کسی زمانے یا کسی قوم یا کسی ملک کے ساتھ مخصوص نہیں، آپ کی لائی ہوئی دعوت تمام نوعِ بشری کے لیئے ہے۔ جدا جدا قوموں کے لیئے نبی آنے کی ضرورت نہیں، آپ کی تعلیم وہدایت مکمل و جامع ہے۔ آپ کے بعد نہ کوئی نبی ہوا اور نہ قیامت تک ہوگا، آپ کے

بعد جو شخص پیغمبری کا دعویٰ کرے وہ جھوٹا ہے۔ (۸) انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے حکم سے معجزے دکھاتے تھے۔ قرآن مجید میں جن حضرات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کا ذکر ان کا نام مبارک لے کر کیا گیا ہے۔ ان کی تعداد پچیس ہے (۱) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت آدمؑ (۳) حضرت ادریسؑ (۴) حضرت نوحؑ (۵) حضرت ہودؑ (۶) حضرت صالحؑ (۷) حضرت ابراہیمؑ (۸) حضرت لوطؑ (۹) حضرت اسماعیلؑ (۱۰) حضرت اسحاقؑ (۱۱) حضرت یعقوبؑ (۱۲) حضرت یوسفؑ (۱۳) حضرت ایوبؑ (۱۴) حضرت ذوالکفلؑ (۱۵) حضرت شعیبؑ (۱۶) حضرت موسیٰؑ (۱۷) حضرت ہارونؑ (۱۸) حضرت یونسؑ (۱۹) حضرت داودؑ (۲۰) حضرت سلیمانؑ (۲۱) حضرت الیاسؑ (۲۲) حضرت الیسعؑ (۲۳) حضرت زکریاؑ (۲۴) حضرت یحییٰؑ (۲۵) حضرت عیسیٰؑ (ان سب حضرات پر خدا کی طرف سے رحمت وسلام ہو) ان سب رسولوں میں زیادہ بلند مرتبے والے پانچ ہیں (۱) حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم (۲) حضرت ابراہیم علیہ السلام (۳) حضرت موسیٰ علیہ السلام (۴) حضرت عیسیٰ علیہ السلام (۵) حضرت نوح علیہ السلام

فقہائے شافعیہ رحمہم اللہ نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ سب سے پہلے والدین پر لازم ہے کہ اپنے بچوں کو کلمۂ شہادت کی تلقین کے بعد حضرت رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک اور آپؐ کی جائے پیدائش اور آپ کی رسالت کے متعلق اور مقام وفات بتلا دیا جائے۔ ہمارے نبی حضور اقدس سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد صلی اللہ علیہ وسلم سنہ عام الفیل بتاریخ ۹ ربیع الاول دوشنبہ کے دن ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بمقام مکہ معظمہ میں پیدا ہوئے بقول مشہور بتاریخ ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ آپؐ کی پیدائش ہے۔ آپؐ کی

عمر چالیس سال کو پہنچی تو حق جل شانہ نے آپ کو نبی بنا کر مبعوث کیا، نبوت ملنے کے بعد تیرہ سال تک مکہ معظمہ میں رہ کر اپنی قوم کو اللہ کے دین کی طرف دعوت دیتے رہے لیکن مکہ معظمہ والوں میں سے چند آدمیوں کے سوا کوئی ایمان نہیں لایا بلکہ آپ کے پیچھے پڑ گئے اور ایذا رسانی شروع کر دی اور آپ کے قتل کا ارادہ کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ عز وجل کے حکم سے یکم ربیع الاول روز دوشنبہ ۱۶ ستمبر ۶۶۲ء کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت فرمائی (اسی تاریخ سے سن ہجری کی ابتدا ہوئی) اس مدت کے درمیان میں حضور اقدس سرور کونین صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوتی رہی اور آپ تبلیغ کا فرض برابر انجام دیتے رہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جمال مبارک کا کماحقہ بیان کرنا ناممکن ہے۔ رنگ کے لحاظ سے آپ نہ بالکل سفید تھے نہ گندم گوں۔ چودہویں رات کے چاند سے زیادہ روشن اور پرنور اور کچھ ملاحت لیئے ہوئے۔ پاکیزہ رُو، کشادہ چہرہ صاحب جمال شیریں کلام، پسندیدہ خصلت تھے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قد مبارک نہ بہت لانبا تھا نہ پست بلکہ درمیانہ تھا لیکن درمیانہ پن کے ساتھ کسی قدر طول کی طرف مائل۔ جب آپ تنہا ہوتے تو میانہ قد نظر آتے اور جہاں آپ کسی جماعت میں کھڑے ہوتے سب سے بلند نظر آتے لیکن یہ آپ کی درازی قد کی وجہ سے نہیں تھی بلکہ معجزہ کے طور پر تھی۔ یہ اس لیئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسا کمالات معنویہ میں کوئی بلند درجہ نہیں اسی طرح صورت ظاہری میں بھی کوئی بلند محسوس نہ ہو۔ آپؐ کے بال مبارک نہ بالکل سیدھے تھے نہ بالکل پیچدار ذرا سا گھونگھر لیئے ہوئے تھے۔ آپ کے اخلاق جمیلہ اور عاداتِ شریفہ آج دنیا میں ضرب المثل ہیں اور ان کی دنیا میں

دھوم ہے، اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ اللہ عزوجل نے خود قرآن پاک میں آپ کے اخلاق کی تعریف فرمائی ہے چنانچہ سورۃ نون میں ہے وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیۡمٍ اس آیت مبارکہ میں تاکید کے ساتھ ارشاد ہے بیشک آپ بڑے اخلاق پر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ کا احاطہ کرنا دشوار ہے، آپ خود ہی فرماتے تھے میری بعثت ہی تکمیل اخلاق کے لیے ہوئی ہے۔ بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَکَارِمَ الْاَخْلَاقِ (یعنی میں اس لئے مبعوث ہوا ہوں کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں) اس کے باوجود آپ دعا بھی کرتے تھے اَللّٰھُمَّ کَمَا حَسَّنْتَ خَلْقِیْ فَحَسِّنْ خُلُقِیْ (یا اللہ! جس طرح تو نے مجھے حسن صورت عطا کی ہے حسن اخلاق بھی عطا فرما) کسی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دریافت کیا کہ آپ کے کیا اخلاق تھے حضرت عائشہؓ نے فرمایا کَانَ خُلُقُہٗ (صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ) اَلْقُرْاٰنُ (قرآن ہی آپ کا خلق تھا، خلق میں افعال و اقوال سب داخل ہیں، یعنی آپ کا کوئی قول کوئی فعل ایسا نہیں تھا جو قرآن شریف سے باہر ہو) آپ خاتم النبیین ہیں سب سے زیادہ سچی زبان والے، سب سے زیادہ سخی دل، سب سے زیادہ نرم طبیعت والے، سب سے زیادہ شریف گھرانے والے تھے، دیکھنے والا اول اول دیکھتے ہی رعب کی وجہ سے ہیبت میں آجاتا تھا۔ جو شخص پہچان کر آپ سے مل جل کر آتا تو آپ کے اخلاق کریمانہ اور اوصاف جمیلہ پر فریفتہ ہو کر آپ کو محبوب بنالیتا۔ آپ کے اوصاف حمیدہ بیان کرنے والا صرف یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح باجمال و باکمال نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کبھی دیکھا اور نہ بعد میں دیکھا۔

خُلِقْتَ مُبَرَّأً مِّنْ كُلِّ عَيْبٍ
كَأَنَّكَ قَدْ خُلِقْتَ كَمَا تَشَاءُ
وَأَجْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَرَ قَطُّ عَيْنِيْ
وَأَكْمَلُ مِنْكَ لَمْ تَلِدِ النِّسَاءُ

ترجمہ: آپ ہر عیب سے پاک وصاف پیدا کئے گئے ہیں۔ گویا کہ آپ ایسے پیدا کئے گئے ہیں جیسا آپ کا جی چاہتا تھا اور آپ سے زیادہ خوبصورت کبھی میری آنکھ نے نہیں دیکھا اور آپ سے زیادہ کامل کسی عورت نے نہیں جنا۔ (دیوان سیدنا حسان ابن ثابتؓ)

تریسٹھ سال کی عمر میں دوسری ربیع الاول یا بارہ ربیع الاول سنہ ۱۱ھ بروز دوشنبہ مدینہ منورہ میں آپؐ نے وصال فرمایا۔ وصال کے وقت آپ کے سر اور ڈاڑھی میں بیس بال بھی سفید نہیں تھے (اللہ تعالیٰ آپ پر اور آپ کے آل واصحاب پر اور آپ کے تمام پیروؤں پر ہمیشہ ہمیشہ رحمت کاملہ نازل فرمائے۔ مدینہ منورہ مسجد نبوی کے حلقہ میں آپ کا مزار مقدس ہے آپ وہیں آرام فرما ہیں۔ آپ آخری نبی ہیں۔ آپ پر اللہ تعالیٰ نے دین کامل کردیا اور اپنی نعمت تمام کردی، آپ کی ذات میں تمام خوبیاں اور کمالات جمع ہیں۔ نوع انسانی کے لیئے قیامت تک جس ہدایت کی ضرورت ہوگی اس کا مکمل نمونہ آپ کی زندگی میں ملے گا۔ آپ کے بعد کسی رہنما کی ضرورت باقی نہیں رہی اسی طرح مسلمانوں پر واجب ہے کہ اپنے بچوں مذکورالقدر سب پیغمبروں کے نام جن کا ذکر قرآن شریف میں فرمایا ہے سکھائیں تاکہ وہ سب پر ایمان لائیں اور ان کی تصدیق کریں، اس لیئے کہ سب پیغمبروں کو ماننا اور ان کی تصدیق کرنا ایمان کا رکن اعظم ہے۔ ان پیغمبروں پر جن کا نام قرآن شریف میں آچکا ہے تفصیلاً ان کے نام کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے اور باقی انبیاء جن کا ذکر قرآن شریف میں ان کے نام کے ساتھ نہیں آیا ہے ان پر اجمال کے ساتھ ایمان لانا کافی ہے۔ حضرات انبیاء علیہم السلام

کے بعد سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں، ان کے بعد حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔

خدائے تعالیٰ کی کتابیں

اللہ تعالیٰ کی کتابوں پر ایمان لانے کا مطلب: یہ ہے کہ انسان اس امر کا پکا اعتقاد رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے کتابیں نازل فرمائیں ان میں جو بڑی ہیں وہ کتابیں کہلاتی ہیں اور چھوٹے رسالوں کو صحیفے کہتے ہیں، بڑی کتابیں یہ ہیں۔ (۱) توریت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (۲) انجیل حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر (۳) زبور حضرت داؤد علیہ السلام پر (۴) قرآن شریف ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا ہے اور یہ خدائے تعالیٰ کی آخری کتاب ہے بعینہٖ اُن ہی الفاظ کے ساتھ بغیر ادنیٰ تغیر و تبدل اور سر مو تفاوت کے موجود ہے جن الفاظ اور خصوصیتوں کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پیش کیا تھا اس کے علاوہ دنیا میں اور کوئی کتاب نہیں جو اصلی حالت پر باقی رہ گئی ہو۔ باقی کتابوں میں تغیر و تبدل ہو گیا ہے۔ کوئی کتاب اپنی صحیح شکل میں موجود نہیں اصل اور زائد میں امتیاز باقی نہیں رہا۔ اب قرآن مجید ہی آخری اور ایسا مکمل و کامل دستور العمل ہے کہ جس میں ایسی زندہ تعلیمات ہیں جو ہر کشمکش کو اور ہر زمانے کے مسائل و مشکلات کو حل کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ اس میں علم و حکمت کی اقسام ہیں سے عجیب و غریب باتیں موجود ہیں۔ عزت میں کوئی کتاب اس کی ہمسری کرنا تو درکنار اس کے

پاسنگ بھی نہیں علم کے لحاظ سے اعلیٰ درجہ نظم عبارت میں بے حد شیرینی ہے اس کی بلاغت بے مثل ہے۔ لہٰذا قیامت تک کسی نئی کتاب یا نئی ہدایت کے آنے کی ضرورت نہیں رہی۔ ان آسمانی کتابوں کے علاوہ چند صحیفے بھی ہیں جو حضرت آدم علیہ السلام حضرت شیث علیہ السلام حضرت نوح علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہم پر نازل ہوئے تھے۔ جس میں اس زمانہ کے حالات کے مطابق جن ہدایات و احکام کی ضرورت تھی اس میں بیان کئے گئے تھے۔

عقلی طریقہ

عزیزو! بیان کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان اور جنات کو پیدا کیا۔ اب اتنا اور معلوم ہونا چاہئے کہ انسان اور جنوں کی طبیعتوں میں کچھ ایسی کمزوریاں ہیں جن کی وجہ سے وہ ظلم و حیوانیت کی طرف کچھ نہ کچھ مائل ہو جاتے ہیں اور ان کی عقل بھی اس قدر کامل نہیں ہے کہ خود بخود کسی کی رہنمائی کے بغیر سیدھی راہ پر چل سکیں اور چونکہ ان کو پیدا کرنے سے اللہ تعالیٰ کا منشا یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق دنیا میں زندگی بسر کریں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی ہدایت اور بندوں کو اپنے احکام پر چلانے کے لیے اپنے پیغمبر بھیجے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں تاکہ وہ ان کتابوں میں بیان کیے ہوئے احکام کو بندوں تک پہنچائیں۔ چنانچہ ہر زمانہ میں کوئی نہ کوئی رسول یا اُن کے پیرو موجود رہے ہیں جو اللہ کے احکام بندوں تک پہنچاتے رہے ہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کہ آدمی ان رسولوں پر اور اُن پر اتری ہوئی کتابوں پر ایمان رکھے اور ان کو

دل سے سچ مانے اور اس پر عمل کرے۔

آخرت (مرنے کے بعد زندہ ہونے) کا بیان

آخرت پر ایمان لانے اور اس پر پختہ عقیدہ رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان اعتقاد رکھے کہ (۱) ایک دن اس ساری کائنات کو اپنی تمام چیزوں کے ساتھ فنا ہو کر مٹ جانا ہے (۲) اس روز (جمعہ کا روز ہوگا اور محرم کی دسویں تاریخ) اللہ تعالیٰ کے حکم سے اسرافیل علیہ السلام صور پھونکیں گے اس کی آواز اس قدر سخت اور ڈراؤنی ہوگی کہ اس کے صدمے سے تمام جانور اور آدمی مر جائینگے پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑا کریں گے، ستارے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں گے غرض ہر چیز ٹوٹ پھوٹ کر فنا ہو جائے گی، اسی کا نام قیامت اور اس کے بعد کی زندگی کا نام آخرت ہے۔ اس کے ایک عرصہ بعد اسرافیل علیہ السلام دوبارہ صور پھونکیں گے تو سب چیزیں پھر سے موجود ہو جائیں گی اور سب آدمی بھی پھر زندہ ہو جائیں گے۔ محشر کے میدان میں اللہ تعالیٰ کے سامنے سب حاضر ہو جائیں گے، حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کا حساب ہوگا۔ کسی نے دنیا میں کسی پر ظلم کیا ہوگا تو مظلوم اس دن اپنا بدلہ وصول کرے گا۔ نیکی اور بدی جو لوگوں نے اس دنیا میں کی ہے اس کا پورا حساب ہوگا۔ تم کوئی چیز نہ چھپا سکو گے۔ تمہاری زندگی کا پورا کارنامہ اللہ تعالیٰ کے سامنے بلا کم و کاست پیش ہوگا، اسی کارنامے کے لحاظ سے وہ تمہارے انجام کا فیصلہ کرے گا وہاں نہ کوئی سفارش کام آئے گی نہ رشوت چلے گی نہ کسی کا نسب پوچھا جائے گا۔ وہاں صرف ایمان اور نیک عمل کی پوچھ ہوگی۔ نیک عمل والا جنت میں جائے گا، اور برے عمل والا دوزخ میں ڈالا جائے گا۔

قیامت کی نشانیاں

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں (۱) دنیا میں گناہ زیادہ ہونے لگیں جہالت زنا شراب خوری کثرت سے ہونے لگیں (۲) لوگ اپنے ماں باپ کی نافرمانی اور ان پر ظلم وستم کرنے لگیں (۳) امانت میں خیانت ہونے لگے (۴) گانے بجانے، ناچ اور رنگ رلیوں میں زیادتی ہو جائے (۵) پچھلے لوگ اگلے بزرگوں کو برا بھلا کہنے لگیں (۶) بے علم اور کم علم لوگ پیشوا بن جائیں اور علم دین کو دنیا کے لیے حاصل کرنے لگیں (۷) چرواہے وغیرہ کم رتبے کے لوگ بڑی بڑی اونچی عمارتیں تعمیر کرنے لگیں (۸) اچھے اچھے علماء دنیا سے اٹھ جائیں (۹) عام لوگ عالموں اور اچھے لوگوں سے نفرت کرنے لگیں (۱۰) لوگ جاہلوں اور فاسقوں کو سردار ماننے اور ان سے مسائل پوچھنے لگیں (۱۱) مسجدوں میں لوگ جھگڑا اور شور وغل کرنے لگیں۔ (۱۲) نااہل لوگوں کو عہدے ملنے لگیں تو جان لو کہ قیامت قریب آگئی ہے۔

(تنبیہ) آخر زمانہ میں حضرت مہدی کا نکلنا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کا جو اس وقت آسمانوں میں زندہ ہیں قیامت کے قریب اپنے جسم عنصری کے ساتھ زمین میں اترنا اور شریعت محمدی کی اتباع کرنا اور اسی کی اشاعت کرنا اور دجال کا نکلنا اور آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا، مرنے کے بعد قبر میں منکر نکیر کا سوال کرنا اور اچھے آدمی کو قبر میں راحت ملنا اور برے کو عذاب ہونا محشر کے روز زندہ ہونے کے بعد حساب وکتاب اور جزا وسزا اور میزان وصراط اور جنت و دوزخ اور حوض کوثر اور اللہ تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونا اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم

کی شفاعت، یہ سب حق ہیں۔

تقدیر (یعنی قضا و قدر) کا بیان

قضا و قدر پر ایمان رکھنے کا مطلب: یہ ہے کہ انسان اعتقاد رکھے کہ ہر اچھی اور بری بات اللہ تعالیٰ کے علم میں ایک مقررہ انداز سے ہے۔ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کے پیدا کرنے سے پہلے ہی جانتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے علم و انداز ے ہی کو تقدیر کہتے ہیں کوئی بات چاہے وہ کیسی ہی کیوں نہ ہو اللہ تعالیٰ کے انداز ے اور حساب سے باہر نہیں۔ کفر اور نیکی اور بدی جو بندوں سے واقع ہوتی ہے تمام اللہ تعالیٰ کے تقدیر و ارادہ سے ہے لیکن اللہ تعالیٰ ایمان اور نیکی سے راضی ہے اور کفر و بدی سے ناراض، باوجود اس کے بندہ اپنے کام میں اختیار و ارادہ رکھتا ہے اور جو افعال بندہ سے صادر ہوتے ہیں جبر و اضطراب سے نہیں ہوتے۔ ثواب و عقاب اسی اختیار پر ہے جو بندہ رکھتا ہے۔

عقلی طریقہ

مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا کیا اور ان کو سیدھی راہ پر چلانے کے لیئے اپنے پیغمبر بھیجے اور ان پر کتابیں نازل فرمائیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ لوگوں نے کس کس کتاب اور کون کون سے رسول کے احکام کو مانا اور ان پر عمل کیا اور کتنوں نے خدائی قانون کا لحاظ نہیں کیا اور رسول کا کہنا نہیں مانا، یہ اسی وقت ممکن ہے جب تمام رسول اور سب لوگ بھی موجود ہوں تاکہ ہر بات ایک دوسرے

کے سامنے طے پائے اور ہر ایک کے متعلق آخری فیصلہ ہو جائے اور قیامت کے دن جب تک انبیاء شہادت نہیں دیں گے کسی شخص کے معاملہ کا فیصلہ نہیں ہو گا اسی لیے اللہ تعالیٰ نے قیامت کا دن مقرر فرمایا ہے چنانچہ اپنی آخری کتاب قرآن مجید میں ارشاد فرمایا ہے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِایْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ	(ترجمہ) زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی اور نامۂ اعمال ہر ایک کے سامنے رکھ دیا جائے گا اور پیغمبر اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور سب میں ٹھیک ٹھیک فیصلہ کیا جائے گا اور ان پر ذرہ برابر بھی ظلم نہ ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے ساری چیزوں کو پیدا کیا اور موت وحیات سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں ہے بلاشبہ اس کے علم میں ہر چیز کا ٹھیک ٹھیک اندازہ ہے اسی کا نام قضا و قدر ہے اس لیے ہر شخص پر واجب ہے کہ وہ قیامت اور قضا و قدر پر ایمان لائے۔

اسلام کے بنیادی اصول

اسلام کے بنیادی اصول چار ہیں (یعنی اسلامی تمام مسائل انہی چار اصولوں میں سے کسی ایک اصول سے لیتے ہیں (۱) قرآن شریف (۲) حدیث نبویؐ (۳) علماء امت کا اجماع (۴) قیاس معتبر۔ (۱) قرآن کریم وہ کتاب ہے، جو ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر دنیا کے تمام لوگوں کی دینی اور دنیوی اصلاح کے لیے اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائی (۲) حدیث شریف یا سنت نبویؐ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات

کو حدیث اور آپؐ کے اعمال کو سنت کہا جاتا ہے یہ دونوں چیزیں انسان کو سیدھی راہ دکھاتی ہیں اور ان کی مدد سے قرآن شریف کا مطلب صاف طور پر سمجھ میں آتا ہے بلکہ یہ قرآن کریم کی بہترین تفسیر ہیں۔

عقلی طریقہ

طالب علمو! تمام آسمانی کتابوں میں قرآن مجید کا رتبہ اعلیٰ وارفع ہے کیونکہ اول تو یہ اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور آج تک اپنی اصلی شکل میں محفوظ ہے۔ کتب سابقہ کی طرح اس کے محرّف یا منسوخ ہونے کا کوئی خطرہ نہیں، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو صحیح صورت میں رکھنے کا انتظام کر دیا ہے چنانچہ قرآن مجید میں ہے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوْنَ (ترجمہ) تحقیق ہم نے اتاری ہے یہ نصیحت (یعنی قرآن) اور ہم یقیناً اس کے نگہبان یعنی اس کی ہر طرح سے حفاظت کرنے والے ہیں کہ کوئی انسان اس کو بدلنے یا مٹانے کی کوشش بھی کرے تو کامیاب نہیں ہو سکتا، دوسرے یہ کہ انسانی ضرورت کی تمام باتیں اس میں موجود ہیں۔ معاملات دنیوی اور عبادات کے ساتھ ساتھ اس میں اخلاق تمدن، سیاست، گذشتہ قوموں کی تاریخ اور اس عالم (دنیا و ما فیہا) کے متعلق مختلف علوم کہیں مختصر کہیں تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں یہ (یعنی قرآن مجید) حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزوں میں سب سے بڑا معجزہ ہے، اس کی فصاحت و بلاغت اور زورِ بیان کا یہ عالم تھا کہ تمام قوم عرب کو جس میں بڑے بڑے شاعر اور ادیب زبان آوری کے مدعی موجود تھے، اس نے چیلنج دیا کہ سب مل کر کچھ آیتیں اس کی مانند

بنا لاؤ، مگر کوئی اس کے مقابلہ کی جرأت نہیں کر سکا، سب گونگے اور بے زبان ہوگئے اور کہنے لگے کہ اس حیرت انگیز کلام کو کبھی عرب کے کانوں نے سنا ہی نہیں اور اس میں خدائے تعالیٰ کی قدرت کی بے شمار نشانیاں جمع کر دی گئی ہیں اور دارین کی مصلحتیں اور بہبودیاں اس میں بھر دی ہیں، پس ضروری ہے کہ انسان اس کتاب کو اپنا رہنما بنائے اور اس سے ہدایت حاصل کرے۔

(۳) **اجماع امت**: یعنی دین کی وہ بات جس کے عمل کرنے پر امت کے معتبر علماء نے اتفاق کر لیا ہو۔

(۴) **قیاس معتبر**: وہ مسئلہ ہے جو قرآن شریف کی کسی آیت یا حدیث سے اخذ کیا گیا ہو۔

عقلی طریقہ

معلوم ہونا چاہئیے کہ اجماع بھی قطعی دلیل ہے، کسی مسئلہ پر علماء مسلمین متفق ہو جائیں تو اس پر عمل کرنا واجب ہوتا ہے کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماعت کو لازم پکڑنے کا حکم فرمایا ہے اور جماعت سے مراد اہل علم (یعنی علماء) کی جماعت ہے اور اس کے ساتھ ساتھ آپ نے یہ بھی فرمایا ہے لَا تَجْتَمِعُ اُمَّتِیْ عَلَى الضَّلَالَةِ (ترجمہ) میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی (یعنی میری) امت پر کوئی ایسا دور نہیں آئے گا کہ ساری امت مل کر گمراہی پر جمع ہو جائے اور حق پر کوئی باقی نہ رہے) بلکہ ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی اس سے معلوم ہوا کہ امت کا اتفاق کسی گمراہ کرنے والی بات پر نہیں ہو سکتا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ وَسَاۤءَتْ مَصِيْرًا ؕ	(ترجمہ) جو کوئی مخالفت کرے گا رسول کی بعد اس کے کہ امرِ حق ظاہر ہو چکا تھا اور مسلمانوں کا راستہ چھوڑ کر دوسرے راستہ کو لیا تو ہم اس کو جو کچھ وہ کرتا ہے کرنے دیں گے اور اس کو جہنم میں داخل کریں گے اور وہ بری جگہ ہے جانے کی۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے راستہ کی پیروی کو ضروری قرار دیا اور پیروی نہ کرنے پر جہنم کا عذاب مقرر فرمایا ہے پس معلوم ہوا کہ اجماع بھی قرآن و حدیث کے بعد دلیل قطعی کا درجہ رکھتا ہے اور اس کو ماننا ہم پر فرض ہے حدیث میں آیا ہے اللہ تعالیٰ کا ہاتھ مسلمانوں کی جماعت پر ہے جس نے دوسری راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا گرا۔ دین اسلام کے اصولوں میں سے قیاس بھی ہے کیونکہ ہر زمانہ میں عجیب عجیب باتیں اور نئے نئے امور پیش آتے رہتے ہیں اور ایسی صورت میں قیاس صحیح پر عمل کرنا ایک فطری بات ہے اس لیئے جس طرح قرآن و حدیث پر عمل کرنا ضروری ہے اسی طرح جو مسائل قرآن و حدیث پر قیاس کر کے اخذ کیئے جائیں گے ان پر عمل کرنا بھی فطرت و عقل کے بالکل مطابق ہوگا۔ لہٰذا قیاس معتبر کو ماننا ضروری ہے۔

اسلام کے احکام (۱)

مکلّف:۔ وہ آدمی جس کے لیئے احکام پر عمل کرنا فرض ہوگیا ہو، مکلّف وہ عاقل و بالغ مرد یا عورت ہے جسے دعوت اسلام پہنچی ہو۔

فرض اور واجب:۔ فرض وہ امر ہے جس پر مکلّف کو عمل کرنا ضروری

ہے جیسے نماز روزہ وغیرہ اگر مکلّف انہیں کرے گا تو ثواب پائے گا۔ اگر ان پر کاربند نہ ہوگا (یعنی چھوڑ دے گا) تو سزا پائے گا۔ فرض اور واجب کا ایک ہی مطلب ہے مگر احکام حج میں ان دونوں میں فرق ہے جو وہاں بیان کیا جائے گا۔

فرض کی تقسیم

فرض کی دو قسمیں ہیں :۔ (۱) فرضِ عین (۲) فرضِ کفایہ

فرضِ عین :۔ وہ فرض ہے جس امر کا کرنا ہر ایک شخص مکلّف (یعنی عاقل و بالغ) پر واجب و لازم ہو، کچھ لوگوں کے ادا کرنے سے تمام کی جانب سے ادا نہیں ہوتا اور جب تک وہ خود اسے ادا نہ کرے اپنی ذمہ داری سے سُبکدوش نہیں ہو سکتا۔

فرضِ کفایہ :۔ وہ ہے جس پر عمل کرنا مسلمانوں پر مجموعی طور سے ضروری ہے علیٰحدہ علیٰحدہ ہر ایک پر نہیں یعنی اگر ان میں سے چند آدمی ادا کرلیں تو کافی ہوگا سب بریٔ الذمہ ہو جائیں گے یعنی دوسروں پر سے اس کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی جیسے میّت کو غسل دینا، کفن پہنانا، نمازِ جنازہ پڑھنا، اور اس کو لے جا کر دفن کرنا یا ان صنعتوں کا سیکھنا جن کا انسان محتاج ہوتا ہے جیسے طبابت، معماری، پارچہ سازی وغیرہ۔

عقلی طریقہ

عزیزو! یہ تمہیں معلوم ہو گیا کہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا مگر چونکہ ان کو بلا کسی مشغلہ کے بے کار رکھنا نہایت ہی ناموزوں تھا اس لیے بہت

سے کام ان کے لیئے ضروری قرار دیئے اور بہت سی صنعتوں اور پیشوں کا ان کو محتاج بنایا، ان ضروری کاموں اور صنعتوں میں چند دینی ہیں اور چند دنیوی اور یہ سب انسان کی معاشی اصلاح، اس کی حالت کی درستگی اور آخرت کی بھلائی کے لیئے ہیں پس جو لامحالہ انسان کے کسی نہ کسی فائدے کے لحاظ سے ضروری ہے اس کا نام فرض عین ہے جیسے بہت سی عبادتیں اور جو امر ہر شخص کے لیئے ضروری نہ ہو بلکہ شہر کے تمام لوگوں کیلئے مجموعی طور پر ضروری ہو اس کا نام فرض کفایہ ہے، جیسے مختلف قسم کی صنعتیں اور حرفتیں، اب اگر تمام لوگ کسی ضروری صنعت کے تارک ہوں گے تو سب گناہ گار ہوں گے، موجودہ زمانہ میں مسلمان قوم نہ صرف بہت سی صنعتوں سے ناواقف ہونے کی بنا پر گناہ گار ہے بلکہ سوئی یا گھڑی جیسی معمولی صنعتوں سے نابلد ہونے کی وجہ سے بھی مجرم ہے حالانکہ مذہبی و تمدنی ترقی کے پیش نظر مختلف فنون اور حرفتوں سے آگاہ ہونا نہایت ضروری ہے۔

اسلام کے احکام ④

سنت یا مندوب یا مستحب:- ہر وہ پسندیدہ فعل ہے جس پر عمل کرنے والا ثواب حاصل کرتا ہے اور عمل نہ کرنے والا سزا کا مستحق نہیں ہوتا، مثلاً نماز کی سنتیں یا نیکی کے سب کام، سنت یا مندوب و مستحب کے ایک ہی معنی ہیں، ان میں کوئی فرق نہیں۔

حرام:- وہ برا فعل ہے جس کا چھوڑنا لازم ہے، اس کا تارک ثواب پاتا ہے اور اس کا کرنے والا سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔ مثلاً چوری کرنا شراب پینا، غیبت کرنا، جھوٹ بولنا وغیرہ۔

مکروہ:۔ وہ فعل ہے جس کا ترک کرنا اچھا اور مستحب ہے جیسے لہسن پیاز کھا کر جماعت کے ساتھ نماز میں شریک ہونا۔ پس ایسی چیزوں کا تارک ثواب پائے گا اور عامل سزا نہیں پائے گا۔

مباح:۔ وہ فعل ہے جو انسان کے لیئے جائز ہو مثلاً اچھے اچھے کپڑے پہننا، جائز طور پر عیش و آرام کے ساتھ زندگی بسر کرنا۔ نہ تو اس میں ثواب ہے نہ گناہ۔

عقلی طریقہ

عزیزو! انسانی کاموں میں سے کچھ تو ایسے ہیں جو اچھے سمجھے جاتے ہیں جیسے اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا غیر لوگوں سے مدارات برتنا اور بھلائی کے کاموں میں حصہ لینا وغیرہ اچھے کام سنت کہلاتے ہیں اور ان کے کرنے پر ثواب ملتا ہے اور کچھ کام ایسے ہیں جن کا کرنا حرام ہے کیونکہ ان میں دینی یا دنیوی نقصان ہوتا ہے، جیسے شراب پینا کہ تمام حکما اور اطبا اس کی مضرت کے معترف ہیں یا زنا کہ اس سے نسل خراب ہوتی ہے۔ یا غیبت یا چغلی کہ اس سے لوگوں میں فساد پھیلتا ہے۔ یا اسی طرح اور کام جو برے کہلاتے ہیں اُن کے کرنے سے دنیا اور آخرت دونوں میں سزا ملتی ہے۔ اور کچھ کام ایسے ہیں جو زیادہ بُرے نہیں جیسے تمباکو کا کھانا پینا کہ اس میں کسی قدر نقصان ہے۔ پس ایسے فعل مکروہ کہلاتے ہیں ان کا ترک کرنا مستحب ہے۔ اور کچھ مباح ہوتے ہیں جن کے کرنے میں نہ ثواب ہے اور نہ عذاب جیسے گھوڑے یا موٹر کی سواری، زیب و زینت والے کپڑے پہننا چونکہ ان

سے دین کا کوئی نقصان نہیں ہوتا اس لیئے یہ جائز ہیں اور انکو مباح کہتے ہیں۔

اسلام کے ارکان

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔ (۱) گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جس کی پرستش کی جائے اور گواہی دینا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچانے والے ہیں (۲) نماز پڑھنا (۳) زکوٰۃ دینا۔ (۴) رمضان شریف کے روزے رکھنا (۵) حج کرنا بشرطیکہ اس کی استطاعت رکھتا ہو (یعنی راستے کا خرچ برداشت کر سکتا ہو اور راہ میں امن ہو) ان دونوں شہادتوں کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے واحد ہونے کی گواہی دے اور اس بات کی بھی گواہی دے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔ (۲) نماز کے معنی اللہ تعالیٰ کی عبادت اور بندگی اور اس کی جناب میں اپنی عاجزی اور انکساری اور اس کی بزرگی و کبریائی کا اظہار کرنے کے ہیں (۳) زکوٰۃ کے معنی خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق اپنے مال میں سے ایک مخصوص حصہ غرباء و فقراء آٹھ قسم کے لوگوں کو (جن کا ذکر قرآن شریف میں ہے) دینا تاکہ وہ اپنی حاجتیں پوری کر سکیں (۴) صوم (روزہ) صوم کے معنی نیت کے ساتھ صبح صادق سے غروب آفتاب تک کھانے پینے اور نفسانی خواہشوں سے باز رہنے کے ہیں۔ (۵) حج کے معنی ایک خاص قسم کی مالی و بدنی عبادت کے لیے کعبہ شریف کا قصد کر کے وہاں جانے کے ہیں۔

(ان کے متعلق ضروری باتیں آگے مفصل بیان ہوں گی)

عقلی طریقہ

عزیزو! انسان کی طبیعت ایک دوسرے کے ساتھ مل جل کر رہنا پسند کرتی ہے جس کے لیے کسی نہ کسی ربط یا تعلق کا ہونا ضروری ہے اور سب سے بڑا تعلق دین کا ہوتا ہے کہ اس کے ذریعے عقیدے، عبادتیں، اخلاق، عادات، طرز معاشرت، غرضکہ ان سب چیزوں میں جن کا انسان کی زندگی سے تعلق ہے باہم موافقت اور مناسبت پیدا ہوتی ہے۔ اسی بنا پر انسانی زندگی کو جمع کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ دین توحید یا دین اسلام ہے اس کے لیے خاص خاص باتیں یعنی ارکان بھی ضروری ہیں۔ یہ ارکان توحید و رسالت کا اقرار، نماز روزہ حج اور زکوٰۃ ہیں۔

ارکانِ اسلام کی تفصیل

اسلام کا پہلا رکن:۔ شہادت توحید اور شہادت رسالت ہے اور اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان دل سے اعتقاد رکھے اور زبان سے اقرار کرے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود قابل پرستش نہیں وہ یکتا ہے اس کا کوئی شریک و مثیل نہیں وہ تمام مالکوں کا مالک ہے، اس کی عظمت کے سامنے سب کی گردنیں جھک گئی ہیں، وہ تمام موجودات سے بے نیاز اور ساری مخلوق اس کی محتاج ہے، اسی طرح زبان سے اقرار کرے اور دل سے اعتقاد رکھے کہ سرور کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جملہ ثقلین (انسان اور جن) کے لیے خدا کے رسول ہیں جن کو خدا نے بزرگ ترین قوم کے شریف ترین گھرانے میں سے بہترین قوم کی جانب افضل ترین کتاب دے

کرا چھی اور سیدھی راہ بتانے کے لیے مبعوث فرمایا۔ آپ کی رسالت بالاجماع (متفقہ طور سے) بالکل واضح طریقہ پر ثابت ہے۔ اس کا انکار کرنے والا کافر ہے، دونوں شہادتوں کے ادا کرنے کی شرطیں یہ ہیں۔ (۱) شہادت توحید اور شہادت رسالت کے الفاظ میں ترتیب ملحوظ رکھے یعنی پہلا لفظ پہلے بولا اور ادا کیا جائے اور پچھلا لفظ پیچھے (۲) دونوں شہادتوں کی ہر مخالف بات کا منکر ہو (۳) توحید و رسالت میں کسی قسم کا اس کو شبہ نہ ہو۔

زبان سے کہنا: عمر بھر میں کم سے کم ایک مرتبہ ان شہادتوں کے الفاظ

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ (ترجمہ، گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور گواہی دیتا ہوں میں کہ حضرت) وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

زبان سے کہہ لینا ضروری ہے اور ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ ان پر دل سے ایمان لائے

عقلی طریقہ

عزیزو! یہ بات ثابت کی جاچکی ہے کہ خدا کو واحد ماننا ہر انسان کے لیے ضروری ہے۔ دنیا جانتی ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے وجود کے منکر ہیں اور اس کی وجہ سے کسی دین کو صحیح نہیں مانتے وہ بھی جب کبھی اپنی ذات میں غور کرتے ہیں یا کسی مصیبت میں پھنس جاتے ہیں تو اس وقت وہ خالقِ حقیقی یعنی اپنے پیدا کرنے والے کو ماننے لگتے ہیں اور اسی معبود واحد کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ ان کا یہ اقرار بھی توحید الٰہی کی شہادت دیتا ہے پھر جس طرح کوئی بادشاہ اپنی رعیت پر ایسے حاکم مقرر کرتا ہے جو لوگوں میں نظام عدل و انصاف قائم کرتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق

میں نظام قائم کرنے اور ان کے لیے مفید اور اچھے قوانین پر عمل کی دعوت دینے کے لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام مبعوث فرمائے۔ ان سب میں ہمارے پیغمبر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم افضل اور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپ نے اللہ کی وحدانیت اور اپنی رسالت کے ثبوت میں ایسے معجزے پیش فرمائے کہ منکرین کے لیے اتنی گنجائش باقی نہیں رکھی کہ وہ کسی بات کا انکار کر سکیں چنانچہ اہل حق وانصاف نے وحدانیت خداوندی و رسالت محمدی کو علانیہ مان ہی لیا۔

اسلام کے دوسرے رکن یعنی نماز کی تفصیل

نماز کے وسائل:۔ چونکہ نماز طہارت (یعنی پاکی) کے بغیر صحیح نہیں ہوتی اس لیے ہم طہارت کو پہلے بیان کرتے ہیں کیونکہ یہی نماز کا وسیلہ ہے اور اس کی پہلی سیڑھی ہے۔ طہارت کے معنی پاکیزگی، صفائی اور ستھرائی کے ہیں اور فقہ میں پاکی کا مطلب (۱) وضو (۲) غسل (۳) تیمم کرنا (۴) نجاست دور کرنا ہے۔

طہارت کے وسائل:۔ طہارت کے ذریعہ چار ہیں۔ (۱) پانی (۲) مٹی (۳) پتھر (یعنی ڈھیلا) (۴) دباغت۔

پانیوں کا بیان

اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا (ترجمہ) اور اتارا ہم نے آسمان سے پاک کرنے والا پانی۔

آٹھ قسم کے پانی ہیں جن سے شرعاً پاکی حاصل کرنا درست ہے

(۱) آسمان (مینہ) کا پانی (۲) سمندر (۳) نہر (۴) کنوئیں کا پانی (۵) چشمے (۶) تالاب (۷) برف اور (۸) اولے کا پانی۔ پھر پانی کی چار قسمیں ہیں۔
(۱) طاہر و مطہر غیر مکروہ (۲) طاہر و مطہر مکروہ (۳) طاہر غیر مطہر (۴) نجس۔
(۱) طاہر و مطہر غیر مکروہ وہ پانی ہے جو خود بھی پاک ہو اور غیر کو بھی پاک کرنے والا ہو، وہ آب مطلق (یعنی خالص پانی) ہے جو بلا کسی قید لازمی کے پانی کہلاتا ہے۔ اس سے وضو اور غسل وغیرہ بغیر کراہت کے درست ہے (۲) طاہر مطہر مکروہ وہ پانی ہے جو خود بھی پاک ہو اور پاک کرنے والا بھی ہو مگر وضو و غسل کے لیے اس کا استعمال مکروہ ہو مثلاً آب مشمّس وہ پانی جو دھوپ میں گرم ہوا ہو، جو پانی لوہے یا تانبے یا رانگے کے برتن میں آفتاب کی تابش سے گرم ہو گیا ہو ایسے پانی کو کپڑے وغیرہ کے دھونے میں استعمال کرنا مکروہ نہیں۔ اگر سونے یا چاندی کے برتن میں گرم ہو جائے تو وضو و غسل کے لیے بھی مکروہ نہیں اس لیے کہ سونے چاندی کا جوہر صاف ہے۔ اسی طرح دھوپ میں گرم شدہ پانی کے سرد ہو جانے سے اس کی کراہت زائل ہو جاتی ہے۔ نیز بہت زیادہ گرم اور بہت زیادہ سرد پانی کا استعمال بدن کے لیے مکروہ ہے (۳) طاہر غیر مطہر وہ پانی ہے جو خود پاک ہے مگر وضو غسل یا استنجا اس پانی سے درست نہیں جیسے وہ پانی جو ایک بار کسی فرض کام میں مثلاً فرض وضو یا فرض غسل میں استعمال کیا گیا ہو نیز وہ پانی جو کسی پاک چیز کی آمیزش سے متغیر ہو گیا ہو (۴) نجس پانی۔ پھر نجس پانی کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) ماء قلیل (تھوڑا پانی) (۲) ماء کثیر (بہت پانی)، ماء قلیل یعنی تھوڑا پانی جو دو قلے سے کم ہو اگر اس میں نجاست غیر معفو عنہ پڑ جائے خواہ اس سے پانی متغیر ہو یا نہ ہو نجاست

کے پڑ جانے سے وہ پانی نجس ہوتا ہے (غیر معفوعنہ وہ نجاست ہے جس کا دھونا ضروری ہو) پھر اگر وہ پانی دوسرے پانی کے ملانے سے دو قلے ہو جائے اور اس میں کوئی تغیر نہ ہو تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہو جاتا ہے۔ پاک کرنے والا ہو جانے کے بعد پھر وہ پانی علحدہ کیا جائے اور کم ہو جائے تو بھی پاک رہتا ہے۔ ماء کثیر بہت پانی وہ ہے جو دو قلے یا اس سے زیادہ ہو اس میں نجاست پڑ جائے اور پانی کے تین اوصاف یعنی رنگ بو اور ذائقہ میں سے کوئی ایک بھی وصف بدل جائے تو وہ پانی بھی نجس ہوتا ہے (صرف شبہ ہو جانے سے پانی نجس نہیں ہوتا) پھر وہ تبدیلی خود بخود یا دوسرے پانی کے اس میں ملانے سے جاتی رہی تو وہ پانی پاک اور پاک کرنے والا ہو جاتا ہے۔ دو قلے پانی پیمائش کے لحاظ سے اگر کسی مربع چیز مثلاً حوض یا گڑھے یا برتن میں بھرا ہوا ہو تو اسے لمبائی چوڑائی اور گہرائی میں کم سے کم سوا ہاتھ ہونا چاہیئے، اگر مدور یعنی کسی گول جگہ یا برتن مثلاً کنوئیں وغیرہ میں وہ پانی ہو تو اسے کم سے کم ڈھائی ہاتھ گہرا اور ایک ہاتھ چوڑا ہونا چاہیئے۔ تقریب کے ترجمہ اَلْمُخْتَصَرْ میں لکھا ہے کہ دو قلے پانی وزن میں دو سو تیئیس ۲۲۳ سیر دس ۱۰ تولے ہوتے ہیں۔ ایسے پانی میں وضو و غسل درست ہے۔

عقلی طریقہ

عزیزو! یہ سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ ہر احسان کرنے والا شکر کا مستحق ہوتا ہے اور انسانوں پر سب سے بڑا احسان کرنے والا اللہ تعالیٰ کے سوا اور کون ہے۔ اسی نے اس کو پیدا کیا۔ اس کی ساری ضرورتوں کو

پورا کرنے کے اسباب پیدا کیے۔ عقل اور سمجھ جیسی نعمتیں دیں۔ اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا مطلب اس کی اطاعت (فرمانبرداری) کرنا ہے چونکہ اللہ تعالیٰ تمام مکروہ چیزوں سے پاک ہے اس لیئے اپنی وہی اطاعت قبول کرتا ہے جو کمال پاکی اور صاف ستھرے پن سے ادا کی جائے۔ نماز صرف عبادت ہی نہیں بلکہ بڑی فرمانبرداری ہے ہے اس بغیر طہارت کے مقبول نہیں اور بغیر خالص اور پاک پانی کے وضو وغسل ہو نہیں سکتا اس لیے طہارت و نماز سے تعلق رکھنے والی ہر بات کا جاننا نہایت ضروری ہے اس کے علاوہ طہارت جسمانی روحانی اصلاح کے لیے بھی مفید ہے۔ جسم سے ناپاکی اور میل کچیل کے دور ہو جانے سے طبعیت بھی ہشاش بشاش رہتی ہے، نیز بدن کے مسام بھی کھلے رہتے ہیں جس سے مزید صحت حاصل ہو جاتی ہے۔

نجاست

نجس چیزیں:۔ نجس چیزیں حسب ذیل ہیں۔ (۱) خون (۲) پیپ۔ (۳) قے کے ساتھ منہ سے باہر نکلی ہو چیزیں۔ سوتے ہوئے شخص کے منہ سے جو رال بہتی ہے اگر وہ متغیر اور بدبودار ہے اور معدے سے نکل کر بہتی ہے تو وہ رال نجس ہے (اس کا بدبودار ہونا اس کے معدے سے نکل کر بہنے کا کافی ثبوت ہے) اگر وہ معدے سے نہ ہو بلکہ حلق کے کوّے سے بہہ کر آئی ہو تو وہ رال نجس نہیں (۴) پیشاب پاخانہ (۵) مَذی (۶) وَدی اور (منی کے سوا) ہر وہ نرم چیز دونوں راستوں (یعنی آگے اور پیچھے کی شرم گاہوں) میں سے کسی ایک سے خارج ہوئی ہو (۷) شراب

اور اس کے جیسی ہر رقیق یعنی تپلی بہنے والی نشہ آور چیز (۸) کتا اور سور اور دونوں کے پلّے (یعنی بچے)، اور ان دونوں کے کسی پاک جانور کیساتھ جفتی کرنے کی وجہ سے جو جانور پیدا ہو وہ اور انکی رال اور ان کا گیلا بدن (۹) تمام مرے ہوئے حیوانات، آدمی، ٹڈی اور مچھلی کے سوا جو مرنے کے بعد بھی طاہر ہیں (۱۰) ان جانوروں کا دودھ جن کا گوشت حرام ہے۔

نجاست کی قسمیں

نجاست کی تین قسمیں ہیں:۔ (۱) مُخَفَّفَہ (یعنی ہلکی نجاست) اس شیرخوار بچے کا پیشاب جس کی عمر دو سال سے کم ہو اور دودھ کے سوا غذا کے طور پر کچھ نہ کھاتا پیتا ہو اس کے دھونے کی ضرورت نہیں اس پر پانی چھڑکنا (جو نجس جگہ پر عام ہو جائے) کافی ہے۔ شیرخوار لڑکی خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو اس کے پیشاب کا یہ حکم نہیں دھونا لازم ہے ان دونوں (یعنی لڑکا اور لڑکی کے پیشاب) کے حکم میں تفریق کرنے کی وجہ امام شافعی قَدَّسَ اللّٰہُ رُوحَہٗ سے دریافت کی گئی، امام موصوفؒ نے فرمایا نوع انسانی میں مذکر کی پیدائش آب وگِل (یعنی پانی اور کیچڑ) دونوں پاک چیزوں سے ہوئی ہے اور مؤنث کی پیدائش گوشت وخون سے یہ دونوں ناپاک ہیں اس لئے نسل انسانی میں بھی اپنے اصل کے آثار باقی رہ گئے ہیں۔ یہ ایک علمی فائدہ ہے جس کو ابن ماجہؒ نے اپنی سنن میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے۔ اصل اس تفریق کی بنا صحیح حدیثوں پر ہے۔

عَنْ اُمِّ قَیْسٍ اَنَّھَا	(ترجمہ) حضرت ام قیس رضی اللہ عنہا سے روایت ہے
جَاءَتْ بِابْنٍ لَّھَا صَغِیْرٍ	وہ اپنا شیرخوار بچہ لے کر جو ابھی تک غذا نہیں کھاتا تھا،

لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ فَاَجْلَسَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حِجْرِهٖ فَبَالَ عَلَيْهِ فَدَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِمَاءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئی تو حضورؐ نے اس بچے کو اپنی گود میں بٹھا لیا۔ اس بچے نے آپؐ کی گود میں پیشاب کر دیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر اس پر چھڑک لیا دھویا نہیں۔ امام بخاریؒ و مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔

Raziyatulabrarbhatkal.blogspot.com

دوسری حدیث

يُغْسَلُ مِنْ بَوْلِ الْجَارِيَةِ وَيُرَشُّ مِنْ بَوْلِ الْغُلَامِ رَوَاهُ التِّرْمِذِيُّ وَغَيْرُهٗ وَحَسَّنَهٗ	(ترجمہ) لڑکی کا پیشاب دھو لیا جائے اور لڑکے کے پیشاب پر پانی چھڑکنا کافی ہے۔ ترمذیؒ وغیرہ نے روایت کیا اور ترمذیؒ نے اس حدیث کو حسن کہا ہے۔

اس کے سوا اور بھی احادیث ہیں۔ (۲) نجاست متوسطہ (درمیانی نجاست) کتے اور سور ان دونوں کی فرع کے علاوہ دوسرے جانوروں کی نجاست کو نجاست متوسطہ کہتے ہیں۔ اگر اس قسم کی نجاست کپڑے یا بدن پر لگ جائے اور دکھائی دے تو اس کو پانی سے اس قدر دھونا چاہیئے کہ ناپاکی کا اثر باقی نہ رہے یعنی نجاست مذکورہ کا رنگ، بو، مزہ باقی نہیں رہے اگر نجاست دکھائی نہ دے تو وہ ناپاک چیز ایک مرتبہ اچھی طرح دھوئی جائے تو پاک ہو جاتی ہے۔ البتہ اس چیز کا تین مرتبہ دھونا افضل ہے (۳) نجاستِ مغلظہ (بڑی نجاست) کتے اور سور اور ان دونوں کی فرع کی نجاست ہے اگر یہ نجاست بدن یا کپڑے کو لگے تو وہ سات دفعہ دھونے کے بعد پاک ہوتی ہے۔ چھ مرتبہ سادہ پانی سے اور کسی ایک مرتبہ مٹی (یا گدلے پانی) سے دھونا لازم ہے۔ پہلی بار مٹی مانجھنا بہتر ہے۔

معاف نجاستیں

اگر نماز پڑھنے والے کے بدن پر زخم، دمل یا پھوڑے وغیرہ سے ہر وقت پیپ بہتا رہتا ہے اور کپڑا آلودہ ہوتا رہتا ہے اور اس سے بچنا مشکل ہے تو اس کپڑے سے نماز پڑھنا درست ہے۔ پسو، مکھی، مچھر اور کھٹمل کا خون جو اکثر کپڑوں اور بدن پر لگ جاتا ہے معاف ہے اسی طرح راستے کا پانی اور کیچڑ جو بارش کے موسم میں اکثر بدن اور کپڑے پر لگ جاتا اگر قلیل مقدار میں ہو تو معاف ہے ان احکام کا عقلی طریقہ آگے چل کر بیان کیا جائے گا۔

مردہ جانوروں کی کھال پاک کرنے کا طریقہ

مردہ جانور کی کھال دباغت سے پاک ہوتی ہے، حدیث میں ہے۔ اِذَا دُبِغَ الْاِھَابُ فَقَدْ طَھُرَ (صحیح مسلم) یعنی کھال دباغت سے پاک ہو جاتی ہے، سوائے کتے اور سور اور جو جانور کہ ان کی نسل سے ہوں ان کی کھال دباغت سے پاک نہیں ہوتی اس لئے کہ یہ دونوں جانور اور ان کی فرع حالت زندگی ہی میں نجس ہیں۔ جب زندگی ہی میں ان جانوروں کو طہارت حاصل نہیں تو پھر مرنے کے بعد ان کی کھال دباغت سے کیسے پاک ہو سکتی ہے۔ آدمی کے سوا بقیہ غیر مذبوح جانوروں کی ہڈیاں اور بال نجس ہیں۔ بال نجس ہونے کے باوجود قلیل مقدار (یعنی تھوڑے سے ہوں تو) معاف ہیں۔ امام تقی الدین سبکی رحمۃ اللہ علیہ اور علماء شوافع کی ایک جماعت کہتی ہے کہ جب دباغت سے کھال پاک ہو جاتی ہے تو بال اس کے

تابع ہیں وہ بھی پاک ہو جاتے ہیں لیکن وہی پہلا قول معتمد ہے، دباغت کے بعد کھال کا حکم مثل نجس کپڑے کے ہے اس کو دھولینا واجب ہے۔

شراب سرکہ ہو جائے تو اس کا کیا حکم ہے

شراب خود بخود اپنے برتن میں بغیر کوئی چیز ملائے سرکہ بن جائے تو پاک ہے اور اگر کسی چیز کے ملانے کی وجہ سے سرکہ بن گئی ہو تو وہ سرکہ ناپاک ہے شراب کے سرکہ بننے کے بعد پاک ہونے کی وجہ یہ ہے کہ شراب پتلی نشہ آور چیز ہونے کی وجہ سے نجس تھی جب وہ ایک صفت سے دوسری صفت میں تبدیل ہو گئی اور خود بخود سرکہ بن گئی، تو اب نجاست باقی نہیں رہی۔ شراب جب سرکہ بن کر پاک ہو جاتی ہے تو وہ برتن بھی اس کے ساتھ پاک ہو جاتا ہے۔

استنجاء اور قضاء حاجت کے آداب

پاخانے جانا چاہو تو خدا اور رسولؐ کا نام یا قرآن شریف کی کوئی آیت ساتھ نہ ہو اگر بھولے سے لے جائے تو جیب یا رومال میں چھپالے، میدان میں پیشاب پاخانہ کے لیے قبلہ رخ یا قبلہ کی طرف پیٹھ کر کے نہ بیٹھے۔

حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ

نَهَانَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ بِغَائِطٍ اَوْ بَوْلٍ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِالْيَمِيْنِ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِاَقَلَّ مِنْ ثَلَاثَةٍ	(ترجمہ) منع فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو پیشاب پاخانے کے وقت قبلہ رخ ہونے سے (اسی طرح منع فرمایا) داہنے ہاتھ سے استنجاء کرنے سے یا تین ڈھیلوں سے کم استعمال کرنے یا ذخشک، گوبر یا ہڈی سے استنجاء کرنے سے۔

اَحْجَارٍ اَوْ اَنْ نَّسْتَنْجِيَ بِرَجِيْعٍ
اَوْ بِعَظْمٍ۔ رَوَاہُ مُسْلِمٌ (امام مسلمؒ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

قضاء حاجت کے وقت بلاضرورت کسی سے بات نہ کرے پاخانہ جاتے وقت بایاں پاؤں آگے بڑھا کر یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ (ترجمہ) خداوندا میں ناپاک جنوں اور شیاطین (ذکور
مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ واناث) سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔

(یا یہ ترجمہ) اے اللہ میں تجھ سے گندگی اور گندی چیزوں سے پناہ مانگتا ہوں۔

اس دعا کے پڑھنے سے آدمی پاخانے میں رہنے والے جنات اور شیطانوں سے محفوظ رہتا ہے۔ قضاء حاجت کو جاتے وقت جوتا پہنے اور اپنا سر ڈھانکے بغیر ضرورت کے بات چیت نہ کرے، پاخانہ میں زیادہ دیر نہ بیٹھے، شرم گاہ کی طرف یا اس سے نکلی ہوئی نجاست کی طرف بلاضرورت نہ دیکھے اور پاخانہ سے باہر نکلتے وقت دایاں پاؤں آگے بڑھا کر یہ دعا پڑھے۔

غُفْرَانَکَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ (ترجمہ) خداوندا ہم تجھ سے بخشائش طلب کرتے ہیں
الَّذِیْ اَذْھَبَ عَنِّی ہر قسم کی ستائش خدا کے لئے سزاوار ہے جس نے مجھ
الْاَذٰی وَعَافَانِیْ سے تکلیف واذیت دور کی اور صحت عنایت کی۔

پیشاب پاخانے سے فارغ ہو کر شرم گاہ کی اس جگہ کو جہاں گندگی لگی رہتی ہے پانی سے دھو ڈالنا واجب ہے۔ مسنون طریقہ یہ ہے کہ پہلے تین پتھروں (ڈھیلوں) سے نجاست دور کرے پھر پانی سے دھو ڈالے اگر اس نجاست کو صرف پانی سے دھو ڈالے یا ڈھیلوں سے دور کرے تو بھی کافی ہے، لیکن صرف ڈھیلوں سے استنجاء کرنے میں مزید شرائط ہیں۔ (۱) نجاست کے نکلنے کی جگہ خشک نہ ہو گئی ہو (۲) اور نجاست اس جگہ

سے دوسری جگہ تک نہ پھیل جائے (۳) پیشاب اور پاخانہ کی جگہ دوسری کوئی چیز نہ لگ جائے لیکن اگر نجاست خشک ہو جائے یا دوسری جگہ تک پھیل جائے یا دوسری کوئی چیز اس جگہ پر لگ جائے تو ان صورتوں میں ڈھیلا کافی نہیں پانی سے پاک کرنا لازم ہے۔

عقلی طریقہ

اس بیان سے معلوم ہوا کہ طہارت جسمِ انسانی کے لیئے مفید ہے اور نجاست اس کے لیئے بلاشبہ مضر ہے علم طب سے یہ بات ثابت ہے کہ نجاست سے مختلف قسم کے امراض پیدا ہوتے ہیں۔ پس ایسی صورت میں ضروری ہے کہ انسان نجاست سے محفوظ رہے اور اپنے آپ کو ہر وقت پاک وصاف رکھے۔ خون وپیپ میں جو زہریلے جراثیم ہوا کرتے ہیں وہ خورد بین کے ذریعہ دیکھے جاتے ہیں۔ نشہ لانے والی چیزیں ہمیشہ عقل کو کمزور کر دیتی ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر لوگ ان چیزوں کے استعمال کی کثرت کی وجہ سے پاگل ہو گئے، پیشاب اور پاخانہ کی پلیدی اور نقصان ظاہر ہے، کتے اور سور کے جسم کی تشریح کرنے سے معلوم ہوا ہے کہ ان کے بدن میں بے انتہا نقصان دہ جراثیم موجود ہیں حتیٰ کہ کتے کے کاٹے ہوئے (یعنی سگ گزیدہ) لوگ بسا اوقات مر جاتے ہیں اور عام طور پر پاگل ہو جاتے ہیں پس ان سے ہر طرح پرہیز کرنا ضروری ہے۔ عموماً موت کسی نہ کسی مرض کی وجہ سے واقع ہوتی ہے لہٰذا مرنے والے میں کوئی نہ کوئی نقصان دہ اور مضر مادے کا ہونا ضروری ہے۔ اسلام نہایت ہی سہل اور آسان دین ہے اس نے چھوٹی چھوٹی نجاستیں مثلاً دانتوں کا خون جس سے احتراز مشکل ہے

ایسی نجاستوں کو معاف کیا ہے۔

وضو

يَآ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ۔ (المائدہ پارہ ۶)

(ترجمہ) اے ایمان والو! جب تم نماز کے لیے اٹھو پس دھولو تم اپنے چہروں کو اور اپنے ہاتھوں کو کہنیوں تک اور مسح کرلو اپنے سروں کا اور (دھولو) اپنے پیروں کو ٹخنے تک۔

اس آیت میں ہر نماز کے لیے (جبکہ پیشتر سے باوضو نہ ہو) وضو کا حکم کیا گیا ہے، حدیث شریف میں آیا ہے مِفْتَاحُ الْجَنَّةِ الصَّلٰوةُ وَمِفْتَاحُ الصَّلٰوةِ الطُّهُوْرُ۔ (جنت کی کنجی نماز ہے اور نماز کی کنجی وضو) وضو سے مراد نیت و ترتیب کے ساتھ خاص خاص اعضاء کا دھونا ہے۔ بغیر وضو کے نماز درست نہیں ہوتی۔ اس کا بیان حسب ذیل ہے

فرائضِ وضو

وضو میں چھ فرض ہیں (۱) چہرے کے حصۂ اول کو دھوتے وقت وضو کی نیت کرنا نَوَيْتُ فَرْضَ الْوُضُوْءِ (میں نے نیت کی فرض وضو کی) یا نَوَيْتُ رَفْعَ الْحَدَثِ (میں نے نیت کی ناپاکی دور ہونے کی) یا نَوَيْتُ اِسْتِبَاحَةَ الصَّلٰوةِ (میں نے نماز جائز ہونے کی نیت کی) اگر کوئی شخص دائم الحدث ہو یعنی جس کا وضو نہیں ٹھہرتا ہے اس کو نماز مباح ہونے کی نیت کرنا چاہیے۔ اگر وہ رفعِ حدث کی نیت کرے تو جائز نہیں۔

(۲) پورے چہرے کا دھونا طول میں پیشانی کے بالوں کی اگنے کی جگہ سے ٹھوڑی کے نیچے تک اور عرض میں ایک کان کی لَو سے دوسرے کان کی لَو تک (۳) دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت دھونا اگرچہ کچھ حصہ ہاتھ کا کٹ گیا ہے تو باقی ہاتھ کا دھونا واجب ہے (۴) سر کے کچھ حصہ کا مسح کرنا یعنی پانی سے گیلا ہاتھ کر کے سر کے کچھ حصہ پر پھیرنا۔ مسح کے بدلے سر دھولیا تو جائز ہے (۵) دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا (۶) ترتیب کے ساتھ وضو کرنا یعنی نیت کے بعد سب سے پہلے منہ دھونا، پھر ہاتھ کہنیوں سمیت دھونا، پھر سر کا مسح کرنا، پھر پاؤں دھونا۔ اگر اس ترتیب سے نہ کیا جائے تو وضو صحیح نہیں ہوا۔ اور جن اعضاء کو وضوء میں جہاں تک دھونا ہے اس میں سے کسی عضو میں ذرہ برابر بھی جگہ خشک رہ جائے گی تو وضو صحیح نہیں ہوگا۔

وضو کی سنتیں

(۱) وضو شروع کرنے سے پہلے سنن وضو کی نیت کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ کہنا۔ اگر آغاز وضو میں بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو اثنائِ وضو میں بھی پڑھ سکتا ہے۔ تسمیہ کے بعد یہ دعا پڑھے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ جَعَلَ الْمَاءَ طَھُوْرًا۔ (ترجمہ) تمام تعریف اس اللہ تعالیٰ کے لئے سزاوار ہے جس نے پانی کو پاک کرنے والا بنایا۔

(۲) دونوں ہاتھ پہنچوں تک دھونا۔ اگر ہاتھوں کی طہارت میں شبہ ہو تو ہاتھ دھوئے بغیر برتن میں یا کم پانی میں ہاتھ ڈالنا مکروہ ہے۔ ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

اِذَا اسْتَیْقَظَ اَحَدُکُمْ مِنْ (ترجمہ) جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے

نَوْمِهٖ فَلَا يَغْمِسْ يَدَهٗ فِي الْإِنَاءِ حَتّٰى يَغْسِلَهَا ثَلَاثًا فَإِنَّهٗ لَا يَدْرِيْ أَيْنَ بَاتَتْ يَدُهٗ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ وَهٰذَا اللَّفْظُ لِمُسْلِمٍ)

اٹھے جب تک تین بار ہاتھوں کو نہ دھولے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے اس لیے کہ نہیں معلوم کہ نیند کی حالت میں اس کا ہاتھ کہاں رہا۔ روایت کیا اس حدیث کو بخاری و مسلم نے اور یہ مسلم کے الفاظ ہیں۔

(۳) کلی کرنا (۴) ناک میں پانی لینا، ایک ہی چلو پانی سے کلی بھی کرنا اور ناک میں بھی پانی لینا علیحدہ علیحدہ کرنے سے افضل ہے (۵) سارے سر کا مسح کرنا اور نئے پانی سے پورے دونوں کانوں کا مسح کرنا۔ سارے سر کا مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے دونوں انگوٹھے کنپٹیوں پر رکھے اور دونوں کلمے کی انگلیوں کے سرے ملا کر سر کے آگے سے گدی تک لے جائے اگر سر پر بال رہیں تو پھر انگلیوں کو وہاں سے پھیر کر پیشانی (بال اگنے کی جگہ) تک واپس لائے۔ اور کانوں کے مسح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ دونوں کلمے کی انگلیاں کانوں کے سوراخوں میں رکھے اور کانوں کی شکنوں میں پھیرے اور اس کے بعد گیلی ہتھیلی کانوں پر رکھے (۶) گھنی ڈاڑھی کا خلال کرنا (یعنی انگلیوں کو ڈاڑھی کے اندر داخل کرکے باہر نکالنا) (۷) ہاتھ پاؤں کی انگلیوں کا خلال کرنا تاکہ پانی سب جگہ پہنچ جائے (۸) دائیں عضو کو بائیں عضو سے پہلے دھونا (۹) ہر عضو کو تین تین بار دھونا (۱۰) پے در پے دھونا اس طرح کہ ایک عضو دھو کر خشک ہونے سے پہلے دوسرا عضو دھولے، وضو کے بعد کلمۂ شہادت اور یہ دعاء پڑھے۔

أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ

(ترجمہ) میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود برحق نہیں وہ اپنی ذات و صفات میں یکتا ہے

وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ	اس کا کوئی شریک نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ بلاشبہ
وَرَسُوْلُهٗ اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنِیْ	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول
مِنَ التَّوَّابِیْنَ وَاجْعَلْنِیْ	ہیں۔ اے اللہ مجھے توبہ کرنے والوں اور پاک صاف
مِنَ الْمُتَطَهِّرِیْنَ سُبْحَانَكَ	رہنے والوں میں سے بنا۔ اے اللہ پاکی بیان کرتا ہوں
اَللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ اَشْهَدُ	تیری تعریف کے ساتھ۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے
اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ	سوا کوئی معبود برحق نہیں میں تیری بخشش چاہتا ہوں
اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ	اور تیری طرف رجوع ہوتا ہوں۔

مسواک کرنا وضو کرتے وقت یا کسی دوسرے وقت پیلو کی لکڑی سے یا کسی اور سخت چیز سے (بہ نیت سنت) مسواک کرنا (یعنی دانت صاف کرنا) سنت ہے۔ البتہ فرض یا نفل روزے کی حالت میں زوالِ آفتاب کے بعد سے غروب تک مسواک کرنا مستحب نہیں بلکہ مکروہ تنزیہی ہے اس لئے کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْیَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِّیْحِ الْمِسْكِ (ترجمہ) روزہ دار کے منہ کی بو (جو بعض اوقات خلو معدہ سے پیدا ہو جاتی ہے) اللہ کے پاس یقیناً مشک کی خوشبو سے اچھی ہے (مشکوٰۃ شریف) شروع نماز اور تلاوتِ قرآن مجید کے وقت نیند سے بیدار ہونے کے بعد یا منہ میں بدبو پیدا ہو جائے یا دانت زرد ہو جائیں تو اس وقت مسواک کرنے کی زیادہ تاکید آئی ہے۔ مسواک کی تاکید کے بارے میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَوْلَآ اَنْ اَشُقَّ عَلٰٓی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ وُضُوْءٍ (ترجمہ) اگر میں اپنی امت پر مشقت پڑ جانے کا خوف نہ کرتا تو ہر وضو کے وقت مسواک کا حکم کرتا (یعنی مسواک

کا فرض ہوتا) اس حدیث کو امام مالکؒ، امام احمدؒ اور نسائیؒ نے روایت کیا ہے وضوء میں مسواک کرتے وقت دائیں جانب سے شروع کرے اور سنّت وضوء کی نیت کرے (نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْوُضُوْءِ) وضو کے بعد اور اوقات میں مسواک کرتے وقت صرف سنّت مسواک کی نیت کرے (نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِسْتِیَاکِ)، جس شخص کے دانت نہ ہوں اسے مسوڑھوں پر مسواک پھیر لینا مستحب ہے۔

مکروہاتِ وضو

وضو میں ضرورت سے زائد پانی خرچ کرنا مکروہ ہے کیونکہ پانی خدا کی بڑی نعمت ہے اور اس کو بے ضرورت زیادہ بہانے کو اسراف کہتے ہیں خواہ دریا کا کنارہ کیوں نہ ہو۔ اعضاء وضو کو تین بار سے کم دھونا مکروہ ہے، اسی طرح تین بار سے زیادہ دھونا مکروہ ہے۔ جبکہ تین بار دھونے میں پانی پورے اعضاء کو پہنچنے کا یقین ہو جائے۔ وضو میں کسی سے مدد لینا (یعنی اعضاء پر کسی سے پانی ڈلوانا) مکروہ ہے۔ ہاں اگر کوئی عذر ہو تو پھر مکروہ نہیں مثلاً پانی لانے کے لیے کسی سے مدد لی تو کوئی حرج نہیں۔

نواقضِ وضو

وضو کو توڑنے والی چیزیں پانچ ہیں: (۱) پیشاب یا پاخانہ کے راستہ سے کسی چیز کا نکلنا جیسے پیشاب، پاخانہ، ریح (یعنی ہوا)، مذی، ودی، کیڑا وغیرہ۔ ریح (یعنی ہوا) نکلنے سے (خواہ عمداً نکلے یا سہواً نکلے) وضو ٹوٹ جاتا ہے آواز سنائی دے یا بو پھیلے، صرف شبہ سے وضو نہیں ٹوٹتا (۲) جسم کے

بیٹھنے کی نشست کے سوا لیٹ کر یا سہارا لگا کر سو جانا، (۳) نشہ، دیوانگی یا شدت غم یا کسی اور سبب سے عقل کا زائل ہو جانا (۴) کسی غیر محرم عورت کی چمڑی اپنی چمڑی سے لگنا، غیر محرم وہ عورت ہے جس کے ساتھ کسی وقت بھی نکاح جائز ہو سکتا ہو۔ اس بنا پر بیوی کی بہن یا بیوی کی خالہ یا بیوی کی پھوپھی کو چھو لینے سے بھی وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ چھوٹی لڑکی جو حد شہوت کو نہیں پہنچی ہوا یا دانت یا ناخن یا بال کو چھونے سے وضو نہیں ٹوٹتا (۵) مرد یا عورت کا اپنے یا دوسرے کی بچے کی یا بڑے کی زندہ کی یا میت کی ستر (یعنی شرمگاہ) کو ہتھیلی یا انگلیوں کی پیٹھ سے بغیر کسی حائل کے چھو لینا۔ قول جدید میں آدمی کے حلقۂ دبر کو چھو لینے سے وضو ٹوٹتا ہے، چھونا شہوت سے ہو یا نہ ہو، عمداً ہو یا سہواً یا مجبوراً ہر حالت میں وضو باطل ہوتا ہے۔ (مسئلہ) اگر کسی شخص کو اپنے باوضو ہونے کا یقین ہو اور اس کے بعد حدث واقع ہوا ہے یا نہیں، شک ہو جائے تو اس کی طہارت باقی رہے گی (اس لیئے کہ اصل طہارت ہے) اسی طرح کسی کو اپنے بے وضو (یعنی حدث سے) ہونے کا یقین ہو اور طہارت کی نسبت شک ہو جائے تو حدث کی حالت باقی رہے گی (یعنی وہ بے وضو سمجھا جائے گا)

عقلی طریقہ

وضو انسانی جسم کے لیے بے حد مفید ہے اور وہ اس لیئے کہ اعضاء وضو تقریباً پورے کھلے رہتے ہیں اور ان پر مختلف قسم کے ایسے نقصان دہ جراثیم جمع ہو جاتے ہیں جو دھوئے بغیر دفع نہیں ہو سکتے، نیز ان اعضاء کو دھونے سے ان کے مساموں کے ذریعہ پانی اندر داخل ہو کر جسم میں تازگی اور طبیعت میں فرحت و کشادگی پیدا ہو جاتی ہے۔ سر کے مسح سے بالوں میں تری پہنچتی ہے

اور وہ بالوں کے لیئے بہت مفید ہے۔ مختلف قسم کے کاموں کی وجہ سے میل کچیل زیادہ تر ہاتھوں اور پاؤں میں لگتا ہے لہٰذا ان دونوں کو دھونا اور انگلیوں کا خلال کرنا فائدے سے خالی نہیں اسی طرح مسواک نہ کرنے کی وجہ سے منہ میں بو پیدا ہو جاتی ہے اور اس سے طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اس لیئے اسلام نے مسواک کی بڑی تاکید فرمائی ہے اور اسے بہت افضل قرار دیا ہے۔ مسواک کرنے سے دانت صاف رہتے ہیں اور ان میں پیپ اور فاسد مادہ جمع نہیں ہوتا اس طرح دانتوں کو صاف رکھنے سے آنکھوں میں روشنی جگر میں قوت اور معدہ میں طاقت اور قوت ہاضمہ بڑھتی ہے۔ مسوڑھے سخت اور مضبوط رہتے ہیں، بلغم نکلتا رہتا ہے۔ سنت کی موافقت ہوتی ہے نیکیوں میں زیادتی ہوتی ہے۔ خدائے تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔ فقہائے شافعیہ رحمۃ اللہ علیہم نے اپنی بڑی کتابوں میں مسواک کے بہت سے فائدے بیان کیئے ہیں، حدیث شریف میں آیا ہے مسواک والی نماز بے مسواک والی نماز سے ثواب میں ستر درجہ بڑھ کر ہے انہی فوائد کو دیکھ کر اہل یورپ نے دانتوں کی صفائی کے لیئے مختلف قسم کی دوائیں اور برش ایجاد کیئے ہیں۔ پاک چیز سے بنائے ہوئے برش کا استعمال جائز ہے۔ برش اگر خنزیر کے بالوں سے بنایا ہوا ہے تو اس کا استعمال قطعاً حرام ہے، اگر مشکوک ہے تو بھی چھوڑ دینا چاہیئے۔ لیکن برش بلا ضرورت سنّت مسواک کے قائم مقام نہ ہوگا کیونکہ سنت مسواک پیلو کی لکڑی ہی ثابت ہے۔ نماز میں چونکہ بندہ اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہوتا ہے اور اس کا کلام پڑھتا ہے اور چونکہ اللہ تعالیٰ خود پاک ہے اور پاکی کو پسند کرتا ہے اس لیئے اس وقت ایک خاص طریقے سے پاک ہونا (یعنی باوضو ہونا) ضروری ہے۔ وضو میں چار اعضاء خصوصیت کے ساتھ دھوئے جاتے ہیں اور اس میں ترتیب رکھی ہے۔ اوّل چہرہ اس لیئے دھویا جاتا ہے کہ

انسان کی نظر پہلے اسی پر پڑتی ہے نیز اس کا پاک ہونا دل کی پاکیزگی پر دلالت کرتا ہے
اس کے بعد ہاتھ اس لیئے دھویا جاتا ہے کہ لین دین کا کام عموماً ہاتھوں ہی سے انجام
دیا جاتا ہے، پس ان کا پاک وصاف ہونا ضروری ہے۔ اس کے بعد سر کے مسح کا درجہ
ہے اور وہ انسان کے بدن کا سب سے اشرف عضو ہے اس لیئے وہ صفائی کا زیادہ
مستحق ہے چونکہ اس کے بار بار دھونے میں عورتوں اور لمبے بال والے مردوں کے
لیئے بڑی مشقت ہے اس لیئے تخفیف اور رحم کے طور پر صرف مسح کافی رکھا گیا سب
سے آخر میں پیروں کے دھونے کا حکم ہے اس لیئے کہ وہ اکثر ناپاک اور میلے ہوجاتے
ہیں، پھر ان اعضاء کا عبادت کی نیت سے دھونا اور پاک کرنا دل کو کس قدر فرحت
اور تازگی بخشتا ہے اور روح کو قوت دیتا ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ وضو
کرنے سے گناہ دھل جاتے ہیں، نیز حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ جب آدمی گناہ
کرتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ لگ جاتا ہے اور توبہ کر لیتا ہے تو وہ
زائل ہو جاتا ہے۔ پھر گناہ کیا تو ایک اور نکتہ سیاہ لگ جاتا ہے یہاں تک کہ گناہ کرتے
کرتے دل کو سیاہی گھیر لیتی ہے پس جبکہ گناہ سے ظلمت ہوتی ہے تو وضو کی وجہ سے
گناہ معاف ہو کر اس کے قلب کی ظلمت میں کمی ہو جاتی ہے۔

اب رہی یہ بات کہ وضو کے نواقض میں ذکر کو ہاتھ لگانے سے وضو ٹوٹ
جانے کا سبب بظاہر تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ذکر بھی دوسرے اعضاء بدن کی
طرح ایک عضو ہے۔ جب دوسرے اعضاء کو ہاتھ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا تو
اس سے بھی وضو نہیں ٹوٹنا چاہیئے۔ بظاہر یہ شبہ قوی معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے
تو اس حکم شریعت میں ایک مفید نکتہ مضمر ہے کیونکہ ذکر ایک ایسا عضو ہے جس
کے بلا کسی حائل کے چھوئے جانے سے دماغ میں شہوانی خیالات پیدا ہونے اور
حیوانی جذبات ابھرنے کا اندیشہ ہوتا ہے انتشار بھی ہو جاتا ہے جماع کی طرف

خیالات بھی دوڑنے لگتے ہیں لہٰذا اوقات ایسی حالتوں میں مذی یا وذی بھی نکل آتی ہے اور اس کی خبر بھی نہیں ہوتی شریعت اسلامیہ جسم کی پاکی کے ساتھ خیالات کی پاکی بھی چاہتی ہے اور چونکہ ذکر کو چھونے سے شہوانی خیالات پیدا ہو سکتے ہیں جس کا برا اثر طہارت پر پڑتا ہے اس لیے شریعت نے گمان کو حقیقت کی جگہ کر دیا اور اس کے چھونے پر دوبارہ وضو کا حکم دیا۔ حضرت بُسرہ بنت صفوان سے روایت ہے

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ مَسَّ ذَكَرَهٗ فَلْيَتَوَضَّأْ	(ترجمہ) رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے ذکر کو (یعنی عضو مخصوص کو) ہتھیلی سے مس کرے یعنی چھوئے تو وہ وضو کرے۔
اَخْرَجَهُ الْخَمْسَةُ وَصَحَّحَهُ التِّرْمِذِيُّ وَابْنُ حِبَّانَ وَقَالَ الْبُخَارِيُّ وَهُوَ اَصَحُّ شَيْءٍ فِيْ هٰذَا الْبَابِ۔ (بلوغ المرام)	اس حدیث کو امام احمد ابوداؤد ترمذی نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور ترمذی اور ابن حبان نے اس حدیث کو صحیح کہا ہے اور امام بخاریؒ نے فرمایا کہ اس بارے میں آئی ہوئی حدیثوں میں یہ سب سے زیادہ صحیح حدیث ہے۔

یہی حکمت عورتوں کو چھونے سے وضو کرنے میں بھی ہے۔

غسل

وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا (قرآن شریف)	(ترجمہ) اگر تم جنابت کی حالت میں ہو تو سارا بدن پاک (یعنی غسل) کرو۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ نے جنابت کی حالت میں غسل کرنے کا حکم دیا ہے۔ غسل غین کے پیش کے ساتھ نہانے کو کہتے ہیں۔ شرع میں نیت کے ساتھ سارے بدن پر پانی بہانے کو غسل کہتے ہیں، موجبات غسل (یعنی واجب کرنے

والے غسل کے، چھ ہیں، تین ایسے ہیں جو مرد اور عورت کے لئے عام ہیں۔
(۱) صحبت (جماع) کرنا خواہ منی نکلے یا نہ نکلے (۲) انزالِ منی (یعنی جماع کے بغیر بھی منی نکلنا)، (۳) موت (یعنی مرنے کی وجہ سے) بقیہ تین عورتوں کیلئے مخصوص ہیں۔ (۱) حیض (۲) نفاس (۳) ولادت۔

فرائضِ غسل دو ہیں: (۱) نیت کرنا نَوَیْتُ فَرْضَ الْغُسْلِ (میں نے نیت کی فرض غسل کی)، یا نَوَیْتُ رَفْعَ الْجَنَابَةِ (میں نے جنابت یعنی ناپاکی دور ہونے کی نیت کی)، یا نَوَیْتُ رَفْعَ الْحَدَثِ الْاَکْبَرِ (میں نے حدث اکبر کے دور ہونے کی نیت کی) حیض اور نفاس کی صورت میں نَوَیْتُ رَفْعَ الْحَیْضِ (میں نے حیض سے پاک ہونے کی نیت کی)، یا نَوَیْتُ رَفْعَ النِّفَاسِ (میں نے نفاس سے پاک ہونے کی نیت کی)، (۲) تمام بدن پر پانی بہانا اس طرح کہ کوئی جگہ بھی خشک نہ رہنے پائے اور اگر غسل کرنے والے کے بدن پہ کوئی ایسی نجاست ہو جو دکھائی دیتی ہو تو تمام بدن میں پانی بہانے میں اس نجاست کا دور کرنا بھی ضروری ہے، اس صورت میں غسل کے تین فرض ہوتے ہیں۔

سننِ غسل: غسل کی سنتیں بہت ہیں بعض ان میں سے یہ ہیں (۱) بسم اللہ کہنا (۲) پہلے وضو کر لینا اور وضو کے لئے نیت اس طرح کرے نَوَیْتُ الْوُضُوْءَ الْمَسْنُوْنَ لِلْغُسْلِ (میں نے سنت وضو کی نیت کی غسل کے لئے)، (۳) سارا بدن اچھی طرح ملنا (۴) پے در پے دھونا (۵) داہنی طرف سے شروع کرنا (۶) ہر عضو کو تین بار دھونا (۷) بالوں میں خلال کرنا (۸) بدن سے میل صاف کرنا (۹) چھینٹوں سے احتراز کرنا

اغسالِ مسنونہ: سنت غسل بہت ہیں، سولہ ان میں سے زیادہ مشہور ہیں (۱) مقیم کو جو نماز جمعہ کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہے (۲) عید الفطر (۳) عید الاضحیٰ

کے لیئے (۴) نمازِ استسقار (یعنی طلب بارش کی نماز) کے لیے (۵) سورج گرہن اور (۶) چاند گرہن کی نمازوں کے لیے (۷) میت کے نہلانے والے میت کے بعد غسل کرے (۸) کافر اسلام لانے کے غسل کرے (۹) مجنون یا بے ہوش آدمی دیوانگی یا بے ہوشی سے افاقہ پانے کے بعد (۱۰) حج کے لیئے احرام کے وقت (۱۱) مکہ میں داخل ہوتے وقت (۱۲) وقوف عرفہ کے لیئے (۱۳) مُزدَلِفہ میں شب باشی کے لیئے (۱۴) ایام تشریق میں گیارہویں بارہویں اور تیرہویں تاریخ کو رمی جمار کے لیئے (۱۵) اعتکاف کے لیئے (۱۶) مدینہ منورہ میں داخل ہوتے وقت۔

عقلی طریقہ

اوپر بیان کیا جا چکا ہے کہ وضو تندرستی کے لیئے بہت مفید ہے اور اس سے پاکی وصفائی حاصل ہوتی ہے، غسل میں سارا بدن دھویا جاتا ہے۔ لہٰذا اس میں وضو سے کہیں زیادہ پاکی اور صفائی ہے۔ اب رہا یہ فرق کہ منی نکلنے سے غسل کرنا واجب اور پیشاب کرنے سے صرف نجاست دور کرنے کے لئے اس جگہ کا دھونا کافی ان دونوں حکموں میں تفریق کی وجہ یہ ہے کہ (۱) منی کا تعلق سارے بدن سے ہے اور وہ سارے بدن کو جنبش دیتے ہوئے نکلتی ہے اور سارے بدن کو اس کے نکلتے وقت لذت حاصل ہوتی ہے اس لئے سارے جسم کا غسل واجب قرار دیا گیا اور پیشاب میں یہ بات نہیں وہ غذا کا فضلہ ہے معدہ سے مثانے میں آکر اور حالت اختیار کرتا ہے (۲) نیز منی کے نکلنے سے جو اثر بدن پر ہوتا ہے وہ پیشاب کے نکلنے سے نہیں ہوتا (۳) منی کے نکلنے کے بعد غسل کرنا جسمانی صحت کے لیئے بہت مفید ہے دل اور روح کو قوی کرتا ہے اور منی کے نکلنے سے بدن کی جو قوت گھٹ جاتی ہے اور اس میں کمی آجاتی ہے غسل سے تدارک ہو جاتا ہے اور

دل کو سکون اور خوشی حاصل ہوتی ہے اور طبع انسانی میں ایک نرالی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے۔ مذکورہ بالا خاص خاص صورتوں اور وقتوں میں نہانا بہت اہم ہے کیونکہ جب انتہائی درجہ کی صفائی وپاکی مطلوب ہوتی ہے اس وقت غسل فرض قرار دیا گیا ہے اور بعض دوسری صورتوں میں اس کے پسندیدہ ہونے کی وجہ سے سنت قرار دیا گیا ہے۔

تیمم

وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ۔ (سورۂ نساء)

ترجمہ: اگر تم بیمار ہو یا سفر میں ہو یا تم میں سے کوئی حاجت ضروری سے فارغ ہو کر آیا ہو یا تم عورتوں سے ملے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے تو تم پاک مٹی سے تیمم کر لیا کرو یعنی اپنے چہرے اور ہاتھوں پر مل لیا کرو۔

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے تیمم کے احکام بتائے ہیں، لغت میں تیمم کے معنی قصد وارادہ کے ہیں اور شرع کی اصطلاح میں خاص شرائط پر وضوء غسل یا غسلِ عضو کے بدلے نماز مباح ہونے کی نیت کے ساتھ چہرے اور ہاتھوں پر پاک مٹی سے مسح کرنے کے ہیں۔

شرائطِ تیمم: تیمم کی شرطیں پانچ ہیں۔ (۱) پانی نہ ملنا (۲) پانی کے استعمال سے بیماری بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا یہ اندیشہ ہو کر وضو یا غسل میں پانی خرچ ہو جانے سے پیاس کی تکلیف برداشت کرنی ہوگی یا کسی حرمت دار جانور جس کا مار ڈالنا حرام ہے جیسے کام آنے والے جانور، کے لیے پانی کی ضرورت ہوگی وغیرہ

(۳) نماز کا وقت آجانا اگر وقت آنے سے پہلے تیمم کرے تو درست نہیں (۴) پانی کا تلاش کرنا نماز کا وقت ہونے کے بعد، (۵) مٹی پاک ہو گیلی نہ ہو، تیمم کے لئے ایک بار استعمال کی گئی مٹی سے دوبارہ تیمم نہیں ہوتا، جیسا کہ مستعمل پانی کو کسی نے جمع کیا اور وہ دو قلے سے کم ہو تو اس سے وضو و غسل جائز نہیں ایسا ہی تیمم کی مستعمل مٹی کو اعضاء تیمم سے جھٹک کر کسی چیز میں اس کو جمع کرے اور اس سے دوبارہ تیمم کرنا چاہے تو اس مٹی سے تیمم درست نہیں ہوگا

تیمم کے فرض : (۱) مٹی پر ہاتھ مارتے وقت نماز کے مباح ہونے کی نیت کرنا۔ نَوَیْتُ اِسْتِبَاحَۃَ فَرْضِ الصَّلٰوۃِ (میں نے فرض نماز مباح ہونے کی نیت کی)، (۲) پورے چہرے کا مسح کرنا (۳) دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت مسح کرنا، ایک بار مٹی پر ہاتھ مار کر چہرے کا مسح کریں اور پھر دوبارہ مٹی پر ہاتھ مار کر ہاتھوں کا مسح کریں (۴) ترتیب، یعنی پہلے چہرہ کا پھر ہاتھوں کا مسح کرنا ترتیب سے مسح نہ کرے تو پھر تیمم صحیح نہ ہوگا۔

تیمم کی سنتیں : (۱) بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھنا (۲) بائیں ہاتھ کے آگے دائیں ہاتھ کا مسح کرنا (۳) ہاتھوں پر مٹی زیادہ لگی ہو تو جھٹکنا (۴) پے در پے مسح کرنا دونوں ضربوں میں زیادہ وقفہ ہونے نہ دینا۔

تیمم کو توڑنے والی چیزیں : (۱) جن چیزوں سے وضو ٹوٹ جاتا ہے انہی سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے (۲) علاوہ ان کے پانی نہ ملنے کی وجہ سے تیمم کیا ہو اور نماز شروع کرنے سے پہلے پانی مل جائے اور اس کے استعمال پر صحیح طور سے قدرت ہو تو تیمم ٹوٹ جائے گا (۳) مرتد ہو جانے (یعنی دائرہ اسلام سے نکل جانے سے بھی (نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْہُ)) تیمم ٹوٹ جاتا ہے۔ تیمم ہر فرض نماز کی ادائیگی کے لیئے دوبارہ کرنا ضروری ہے۔ البتہ ایک تیمم سے کئی سنتیں ادا کی جا سکتی ہیں۔

جبیرہ : ٹوٹی ہوئی ہڈیوں کے جوڑنے کے لیے جو پٹی باندھی جاتی ہے اسے فقہ میں جَبِیرہ کہتے ہیں اور جبیرہ والا شخص پٹی پر پانی سے مسح کرے اور تیمم کر کے نماز پڑھے (۱) اگر طہارت کی حالت میں پٹی باندھی جائے اور (۲) پٹی باندھتے وقت پٹی کے نیچے کی جگہ پاک ہو (۳) اور پٹی کے لیے ضرورت سے زیادہ جگہ نہ گھیری گئی ہو تو ان صورتوں میں تیمم کے ساتھ پڑھی ہوئی نمازوں کو دوبارہ پڑھنے کی ضرورت نہیں

عقلی طریقہ

جاننا چاہیے کہ مذہب اسلام میں جتنے بھی فرائض یا سنتیں ہیں سب دارومدار کسی نہ کسی حکمت پر ہے۔ لہٰذا اگر کسی فرض یا سنت کا فلسفہ اور حکمت اس کے دقیق اور مشکل ہونے کی وجہ سے سمجھ میں نہ آئے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس فرض یا سنت میں کوئی حکمت ہی نہیں۔ علماء نے احکام کی دو قسمیں کی ہیں۔ ایک کا نام معقول المعنی ہے جس کی حکمت ظاہر ہو اور بہ آسانی سمجھ میں آتی ہو اور دوسری قسم کا نام تعبدی ہے جس کی حکمت ظاہر نہ ہو لیکن بطور اطاعت خداوندی اس پر عمل درآمد کیا جاتا ہو، کیونکہ حاکم حقیقی کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں ہوتا پس تیمم کا شمار تعبدی احکام میں ہے لیکن پھر بھی تھوڑا غور کرنے سے اس کی حکمت معلوم کی جاسکتی ہے۔ چنانچہ انسان میں دو مادے ہیں پانی اور مٹی، اللہ عزوجل قرآن شریف میں فرماتا ہے وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَاءِ كُلَّ شَيْءٍ حَيٍّ (ترجمہ) اور ہم نے پانی سے ہر جاندار چیز کو بنایا ہے یعنی ہر چیز کو حیات پانی ہی سے بخشی ہے۔ نیز حسب بیان قرآن مجید ہماری پیدائش مٹی سے ہے۔ جب ہماری نشو و نما ان دونوں چیزوں سے ہے تو ہماری طہارت بھی انہی دو چیزوں پر منحصر ہونی چاہیے اور چونکہ پانی سے میل کچیل اور نجاست دور ہو جاتی ہے اس لیے نجاست دور کرنے اور وضو

وغسل کے لیئے اصل اور اوّل چیز پانی ہے۔ جب تک پانی کے استعمال پر قدرت حاصل ہو اس کو ترک کرنا اصلیت سے ہٹ جانا ہے۔ البتہ اگر پانی نہ ملے یا بیماری وغیرہ کی وجہ سے اس کا استعمال ضرر رساں ہو تو اس صورت میں اُسے ترک کیا جا سکتا ہے اور اس کے ساتھ زیادہ سے زیادہ میل کھانے والی دوسرے درجہ کی چیز مٹی ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ مٹی بظاہر ملوث ہے لیکن باطن میں پاک چیز ہے جب یہ باطنی طہارت کو قوی کر دیتی ہے تو میل کچیل کو بھی ضرور دور کر دے گی یا کم از کم اس کو کم کر دے گی۔ اب رہا یہ سوال کہ مٹی صرف دو اعضاء پر ملی جاتی ہے باقی اعضاء چھوڑ دیئے جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بھی عین مقتضاء حکمت ہے۔ اس لیئے کہ سر پر خاک ڈالنا مکروہ فعل ہے یہ مصیبت کے وقت بے صبر لوگوں کا شعار ہے۔ اور پیر عموماً گرد آلود ہوتے ہیں ان پر مٹی ملنا ایک عبث فعل ہے البتہ چہرے پر مٹی والا ہاتھ پھیرنا انتہائی تذلّل و عجز و خشوع و خضوع کی نشانی ہے۔ خدائے بزرگ و برتر کے سامنے اپنی عاجزی وانکساری کا اظہار اور اس کی تعظیم کی واضح دلیل ہے اور گناہوں سے معافی مانگنے کی اعلےٰ صورت ہے۔ نیز مٹی سہل الحصول بھی ہے کہ یہ ہر جگہ ملتی ہے۔ اس لیئے یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ اوّل درجہ کی چیز (پانی) کے نہ ملنے کی صورت میں دوسرے درجہ کی چیز (مٹی) اس کے قائم مقام ٹھہرا کر استعمال کی جائے۔ لہٰذا غسل اور وضو کے بجائے تیمم کرنا ضروری ہوا۔

موزوں پر مسح

موزوں پر مسح کے شرائط: وضو کے لیئے دونوں پاؤں کے دھونے میں اتنی سہولت رکھی گئی ہے کہ موزوں کو اتار کر پاؤں دھونے کے بجائے صرف

موزوں پر مسح کرلینا کافی ہے لیکن اس کے لیئے چار شرطیں ہیں (۱) موزے ایسے ہوں جو پاؤں کے اس حصّے کو جسے وضو میں دھونا فرض ہے ڈھانکے ہوئے ہوں (۲) موزے اس قدر موٹے اور دبیز ہوں کہ انہیں پہن کر اچھی طرح چلنا پھرنا ممکن ہو موزے چمڑے کے ہوں (۳) موزے پاک ہوں (۴) وضو کی حالت میں پہنے گئے ہوں۔

موزوں پر مسح کرنے کا طریقہ : موزوں پر مسح کرنے کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ دونوں ہاتھوں کی انگلیاں پانی میں بھگو کر صرف تین انگلیاں ذرا پھیلا کر انہیں پاؤں کے پنجے سے لے کر ٹخنے تک اس طرح کھینچتے ہوئے لیجائے کہ موزوں پر پانی کے خطوط پڑ جائیں اور بائیں ہاتھ کی انگلیوں سے تلوؤں اور ایڑیوں کا مسح کرے۔

مسح کی مدت : مقیم یعنی وطن میں رہنے والے کے لیئے ایک دفعہ پہنے ہوئے موزوں پر ایک دن اور ایک رات تک اور مسافر کے لیئے تین دن اور تین رات تک مسح کرنا جائز ہے۔ مدت کی ابتدا، وضو کے ٹوٹ جانے کے بعد سے ہوگی۔

موزوں کا مسح باطل کرنے والی چیزیں : تین چیزوں سے موزوں کا مسح باطل ہو جاتا ہے (۱) کسی ایک موزے کا پاؤں سے نکل جانا (۲) مسح کی مدت کا پورا ہو جانا (۳) جنابت اور حیض کی وجہ سے غسل کی حاجت پیش آجانا کیونکہ غسل میں پاؤں کا دھونا ضروری ہے مسح اس کا قائم مقام نہیں ہو سکتا

عقلی طریقہ

مسح موزہ کا عقلی طریقہ بالکل تیمم کی طرح ہے۔ وہاں گرد آلود ہاتھوں کا

پھیرنا وضو کے لیے کافی تھا اسی طرح یہاں تر دگیلی) انگلیوں کا پھیر لینا دھونے کے قائم مقام ہے۔ دین کے کام میں زیادہ سے زیادہ آسانی اور سہولت کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ موزے اگر دبیز موٹے ہوں اور چمڑے کے بنے ہوں تو انہیں اتار کر دھونے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے اس لیے صرف تر انگلیوں کا ان پر پھیر دینا کافی قرار دیا گیا ہے۔

حیض ونفاس واستحاضہ

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ قُلْ هُوَ اَذًى فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ وَلَا تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ۔ (پارہ سیقول)

(ترجمہ) آپ سے حیض کے بارے میں سوال کرتے ہیں کہہ دو وہ گندگی ہے۔ حالت حیض میں عورتوں سے الگ رہو اور جب تک وہ پاک نہ ہو جائیں ان کے قریب نہ جاؤ۔ ہاں وہ جب اچھی طرح پاک ہو جائیں تو ان کے پاس آ جاؤ جہاں سے خدا نے تمہیں اجازت دی ہے۔ یقیناً اللہ توبہ کرنے والوں اور پاک رہنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے احکام حیض بیان کیے ہیں۔ عورتوں کی شرمگاہ سے نو سال کے بعد جو خون بغیر کسی بیماری کے عادت کے طور پر نکلتا ہے اسے حیض کہتے ہیں اور جو خون بچے کے تولد ہونے کے بعد عورت کے رحم سے خارج ہوتا ہے وہ نفاس کہلاتا ہے۔ حیض ونفاس کا خون بند ہو جانے کے بعد غسل کرنا واجب ہے۔ البتہ ان دونوں کے علاوہ جو خون بیماری کی وجہ سے نکلتا ہے وہ استحاضہ ہے۔ اس کے بند ہو جانے پر غسل کرنا واجب وضروری نہیں۔

حیض کا زمانہ : عورت کو کم سے کم نو برس کی عمر میں حیض آسکتا ہے۔ اس سے کم عمر میں لڑکی حائضہ نہیں ہو سکتی۔ حیض کی کم سے کم مدت ایک دن اور ایک رات (چوبیس گھنٹے) ہے اور زیادہ سے زیادہ مدت پندرہ دن اور پندرہ راتیں ہیں۔ دو حیضوں کے درمیانی طہر (یعنی پاکی کی مدت) کم سے کم جو دو حیضوں کے درمیان فاصل ہو پندرہ دن ہونا چاہیئے اور زیادہ مدت کی کوئی حد مقرر نہیں۔ عورتوں کو اکثر چھ یا سات دن ایام آتے ہیں۔

حمل و نفاس کا زمانہ : نفاس کی مدت کم سے کم ایک لحظہ (ذراسی دیر) ہے۔ مگر عام طور پر چالیس روز تک نفاس کا خون جاری رہتا ہے۔ نفاس کی زیادہ سے زیادہ مدت ساٹھ دن ہے، اگر اس کے بعد خون جاری ہو تو وہ نفاس کا خون نہیں بلکہ استحاضہ ہے۔

قبل طہارت (یعنی وضو و غسل) کے محرمات : جو شخص محدث (یعنی بے وضو) ہے اس پر ذیل کے اعمال حرام ہیں (۱) نماز پڑھنا، سجدۂ تلاوت اور سجدۂ شکر ادا کرنا (۲) خانہ کعبہ کا طواف کرنا خواہ طواف فرض ہو یا نفل (۳) قرآن شریف کو چھونا اور اٹھانا۔ جو شخص جُنبی (یعنی ناپاک) ہے اور اسے غسل کی حاجت ہے اسے ان تین باتوں کے علاوہ (۴) قرآن شریف پڑھنا یعنی قرآن قرآن کے ارادہ سے پڑھنا یا قرآن قرآن اور ذکر کے ارادہ سے پڑھنا حرام ہے البتہ صرف ذکر کے ارادہ سے پڑھنا یا کسی ارادہ کے بغیر پڑھنا حرام نہیں (۵) مسجد میں ٹھہرنا یہ بھی حرام ہے۔ حیض اور نفاس والی عورتوں کے حق میں ان پانچ باتوں کے علاوہ (۶) روزہ رکھنا (۷) انکے ناف اور گھٹنوں کے درمیانی کسی حصہ سے تمتع حاصل کرنا (یعنی لذت لینا) (۸) یا ان کے ساتھ جماع کرنا حرام ہے۔ حیض کی حالت میں جماع کو حلال جاننا کفر ہے۔ حیض و نفاس

والی عورت پر نماز کی قضا نہیں، اگر کوئی قضا پڑھے تو مکروہ ہے۔ البتہ روزہ کی قضا واجب ہے اور وہ اس لیئے واجب ہے کہ روزے صرف ماہ رمضان میں ایک مہینہ کے ہوتے ہیں۔ کوئی مشکل امر نہیں اور نماز روزانہ پانچ مرتبہ ہے۔ اگر نماز کی قضا کا حکم دیا جاتا تو زیادہ مشقت ہوتی لہذا مشقت کی وجہ سے نماز کی قضا نہیں رہی۔ حمل کی مدت کم سے کم چھ مہینے اور دو لحظہ ہیں۔ اکثر مدت چار سال اور اغلب مدت نو ماہ ہیں۔

عقلی طریقہ

طالب علمو! ذرا غور کرنے سے معلوم ہو جائے گا کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے حیض و نفاس والی عورت پر نماز و روزہ وغیرہ حرام کر دیا ہے اس لئے کہ ان احکام کا دار و مدار سب طہارت و صفائی پر ہے۔ چونکہ قرآن شریف کی تلاوت اور خانہ کعبہ کا طواف اور مسجدوں کی نسبت اللہ عزوجل کی طرف ہے اور ان کا شمار عبادات میں ہے۔ لہذا ان کے لیئے اچھی طرح پاکی اور طہارت کا ہونا لازم و ضروری ہے ناپاکی کی حالت میں مسجد میں داخل ہونا اور ناپاک آدمی کا کعبہ شریف کا طواف کرنا ان کے احترام (یعنی تعظیم و تکریم) کے خلاف ہے اور روزہ رکھنا حیض و نفاس کی حالت میں اس لیئے منع کیا گیا ہے کہ خون کے جاری رہنے سے بدن کمزور ہو جاتا ہے اور روزہ رکھنے سے بھی طاقت گھٹ جاتی ہے۔ جب کمزور کرنے والی دو چیزیں ایک جگہ جمع ہو جائیں گی تو صحت پر برا اثر پڑے گا بدن کی صحت و حفاظت کے لیئے یہ حکم دیا گیا۔ نیز یہ بھی ایک عبادت ہے حیض و نفاس کی شدید گندگی میں ممنوع قرار دی گئی۔ حیض و نفاس کی حالت میں عورت سے مقاربت (یعنی جماع) کرنا علم طب کی رو سے نقصان دہ ہے اور اس کی

گندگی سخت ضرر رساں ہے۔ اس لیئے کہ اس قسم کی نجاستوں میں بے شمار مضر جراثیم ہوتے ہیں جو ایک دوسرے کے ساتھ اختلاط سے دوسروں تک سرایت کر کے دوسرے کی صحت کو خراب کرتے ہیں۔ اس لیئے ایسی حالت میں جماع اور دوامی جماع (یعنی ناف اور گھٹنوں کے درمیانی حصہ سے فائدہ اٹھانا اور لذت حاصل کرنا) بھی شریعت حرام قرار دیتی ہے۔

صلوٰۃ (نماز) کے احکام

اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (سورہ نساء رکوع ۱۵)	(ترجمہ) بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقررہ اوقات میں۔
وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَاَنْ اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاتَّقُوْہُ (انعام رکوع ۹)	(ترجمہ) ہم کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ پروردگار عالم کے پورے مطیع ہو جائیں اور یہ کہ نماز قائم کرو اور اللہ سے ڈرو۔
حَافِظُوْا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الْوُسْطٰی وَقُوْمُوْا لِلّٰہِ قٰنِتِیْنَ (البقرہ رکوع ۳۱)	(ترجمہ) پابندی کرو سب نمازوں کی اور درمیان والی نماز کی اور کھڑے ہوا کرو اللہ کے آگے عاجز بن کر۔

صلوٰۃ کے معنی لغت میں دعاء کے ہیں اور شریعت کی اصطلاح میں ایک مخصوص طریقہ پر خدا کی بندگی کرنے کے ہیں۔ نماز چند مخصوص افعال و اقوال کا مجموعہ ہے جو تکبیر تحریمہ (یعنی خدا کی عظمت کے اظہار) سے شروع ہو کر سلام پر ختم ہوتے ہیں۔ ہر مسلم عاقل و بالغ مرد و عورت پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں۔ نماز معراج کی شب مکہ معظمہ میں فرض ہوئی۔ یہ تمام عبادتوں کی اصل و جان ہے اور مومنین کی معراج اور رب العلمین سے مناجات

اور اس سے عرض و معروض ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ نماز دین کا ستون ہے۔ جس نے نماز کو اچھی طرح پڑھا اس نے دین کو ٹھیک رکھا جس نے اس ستون کو گرادیا (یعنی نماز نہ پڑھی) اس نے دین کو برباد کیا۔ بعض ائمہ دین کے نزدیک تارک صلوٰۃ دائرۂ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ (جس نے قصداً نماز چھوڑی اس نے کفر اختیار کیا) اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَ الْعَبْدِ وَبَيْنَ الْكُفْرِ تَرْكُ الصَّلٰوةِ۔

(ترجمہ، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بندہ اور کفر کے درمیان واسطہ صرف نماز چھوڑ بیٹھنا ہے (ادھر نماز کو چھوڑا اُدھر کفر کی سرحد میں داخل ہوا)

نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کے روز سب سے پہلے نماز کی پوچھ ہوگی اور حضرتؐ نے فرمایا کہ نمازیوں کا حشر قیامت کے دن نبیوں شہیدوں اور ولیوں کے ساتھ ہوگا اور بے نمازیوں کا حشر فرعون اور ہامان اور قارون جیسے بڑے بڑے کافروں کے ساتھ ہوگا اس لئے پنجگانہ نماز ادا کرنا بہت ضروری ہے اور نہ پڑھنے سے دین اور دنیا دونوں کا بہت بڑا نقصان ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا کہ بے نمازی کا حشر کافروں کے ساتھ کیا گیا، بے نمازی کافروں کے برابر سمجھا گیا خدا کی پناہ نماز نہ پڑھنا کتنی بری بات ہے۔ جتنے تاکیدی احکام ادائے نماز کے متعلق آئے ہیں اس طرح کسی اور فریضہ کے متعلق نہیں آئے۔ حدیث میں ہے عَلِّمُوا الصَّبِيَّ الصَّلٰوةَ ابْنَ سَبْعٍ وَاضْرِبُوْهُ عَلَيْهَا ابْنَ عَشْرٍ (بچہ سات سال کا ہوجائے تو نماز کے لیے اس کو حکم کرو اور جب دس سال کا ہوجائے

(اور نماز نہ پڑھے تو، مار کر پڑھاؤ) سات سال کی تکمیل کی قید اس لیے ہے کہ اس عمر میں لڑکا تمیز والا ہو جاتا ہے اور غیر ممیز کی عبادت صحیح نہیں۔ تمیز بچے کی سمجھ کی حالت کو کہتے ہیں جو خود اکیلا کھائے پیئے، اکیلا استنجاء کرے اور بات کو سمجھ کر جواب دینے لگے۔ دلہنے اور بائیں کی تمیز ہو جائے۔ اپنے نفع ونقصان کو سمجھے، اگر سات سال سے پہلے کوئی بچہ تمیز والا ہو جائے تو اس کو نماز کے لیئے حکم کرنا واجب نہیں۔ امام محی الدین نووی رحمہ اللہ نے روضۃ الطالبین میں لکھا ہے کہ بچوں کو طہارت نماز اور شرائع کی تعلیم دینا ماں باپ پر واجب ہے جبکہ وہ سات برس کے ہوں اور ان باتوں کے سکھانے سے نہ سیکھنے پر، پر مارنا واجب ہے جبکہ دس برس کے ہوں، شوہر پر واجب ہے کہ اپنی عورت کو نماز کا حکم کرے (اور باوجود تاکید وتنبیہ کے) نہ پڑھے تو مارے۔ نماز پنجگانہ کل سترہ رکعتیں ہیں۔ (۱) ظہر کی چار (۲) عصر کی چار (۳) مغرب کی تین (۴) عشاء کی چار (۵) صبح کی دو۔

نماز کے اوقات: ظہر کا وقت دوپہر کو سورج ڈھلنے کے بعد سے سایۂ اصلی (یعنی ٹھیک زوال کے وقت کا سایہ) کے علاوہ ہر چیز کا سایہ اس کے مثل کے برابر ہونے تک رہتا ہے۔ عصر کا وقت ظہر کا وقت ختم ہو جانے کے بعد سے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ مغرب کا وقت سورج غروب ہونے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور شفق کی سرخی غائب ہونے تک رہتا ہے۔ عشاء کا وقت شفق کی سرخی غائب ہونے پر شروع ہوتا ہے اور صبح صادق تک رہتا ہے۔ نماز صبح کا وقت صبح صادق ظاہر ہونے کے بعد سے طلوع آفتاب تک رہتا ہے۔

(تنبیہ) مذکورہ نمازوں میں سے ہر ایک نماز اس کا مقررہ وقت آنے کے

بعد واجب ہوتی ہے (اگر کسی نے مقررہ وقت سے ایک منٹ بھی پہلے نماز پڑھی تو نماز صحیح نہیں ہوگی) اور جبتک اس نماز کو وقت کے اندر پڑھنے کے لئے وقت کی گنجائش باقی ہے اس وقت تک تاخیر کرنا جائز ہے اور کسی نماز کو بغیر عذر کے اُس کے وقت سے تاخیر کرنا حرام ہے۔ عذر صرف دو ہی ہیں۔ سو جانا جبکہ اس میں اس کی طرف سے زیادتی نہ ہو یا بھول جانا جبکہ بھول میں اس کی طرف سے کوتاہی نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ نماز کا وقت داخل ہوتے ہی دو امور میں سے ایک امر واجب ہے یا تو اول وقت ہی میں نماز پڑھ لے یا عزم (یعنی ارادہ) کرے کہ میں اس نماز کو وقت کے اندر پڑھ لوں گا۔ اگر اول وقت میں نماز نہیں پڑھی اور پھر پڑھنے کا عزم (ارادہ) بھی نہیں کیا اور وقت کے اندر مر گیا تو وہ گنہگار ہوگا۔

فرض کی تابع سنت رکعتیں: یہ کل بائیس رکعتیں ہیں۔ دو رکعت صبح کی نماز سے پہلے، چار رکعت ظہر سے پہلے چار رکعت ظہر کے بعد، چار عصر سے پہلے، دو مغرب سے پہلے دو مغرب کے بعد، دو عشاء سے پہلے دو عشاء کے بعد۔

سنّت مؤکّدہ رکعتیں: مذکورہ بائیس رکعتوں میں سے دس رکعتیں سنت مؤکدہ ہیں۔ یعنی صبح کی نماز سے پہلے دو، ظہر سے پہلے دو، ظہر کے بعد دو، مغرب کے بعد دو اور دو عشاء کے بعد۔ جمعہ کی قبلیہ اور بعدیہ سنتیں بھی ظہر کی طرح ہیں اسی طرح عشاء کے بعد وتر بھی سنّت ہے۔ وتر کی کم سے کم ایک رکعت ہے اور زیادہ سے زیادہ گیارہ رکعتیں ہیں، لیکن ایک ہی رکعت پڑھنا خلاف اَولیٰ اور اس پر مداومت کرنا مکروہ ہے۔ وتر کی نماز ایک رکعت سے زیادہ پڑھے مثلاً تین رکعتیں تو اس کے لئے فصل کرنا یعنی دو رکعتیں پڑھ کر سلام

پھیرنا پھر ایک رکعت پڑھنا افضل ہے۔ اگر ملا کر ایک ہی تشہد سے پڑھے یا آخر دو رکعتوں میں دو تشہد پڑھے تو جائز ہے۔ وتر کی نماز تنہا پڑھنا مسنون ہے صرف رمضان میں تراویح کے بعد جماعت سے پڑھنا مسنون ہے۔ اگر تہجد کرنے والا ہو تو وتر کو تہجد کی نماز کے بعد پڑھے۔ اگر کسی نے وتر کو تہجد سے پہلے پڑھا تو تہجد کے بعد اس کا اعادہ نہ کرنا چاہیئے (اس لیئے کہ ایک رات میں دو وتر نہیں) وتر کی نماز رات کے آخری حصہ میں پڑھنا افضل ہے اس شخص کے لیئے جس کو اپنے بیدار ہونے پر بھروسہ ہو۔ اور جس کو سونے کے بعد بیدار ہونے پر بھروسہ نہ ہو اس کو چاہیئے کہ اول وقت ہی وتر پڑھ لے۔ حدیث میں ہے۔

وَعَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ خَافَ اَنْ لَّا يَقُوْمَ مِنْ اٰخِرِ اللَّيْلِ فَلْيُوْتِرْ اَوَّلَهٗ وَمَنْ طَمِعَ اَنْ يَّقُوْمَ اٰخِرَهٗ فَلْيُوْتِرْ اٰخِرَ اللَّيْلِ فَاِنَّ صَلٰوةَ اٰخِرِ اللَّيْلِ مَشْهُوْدَةٌ وَّذٰلِكَ اَفْضَلُ

(رواہ مسلم)

(ترجمہ) جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس شخص کو خوف ہو کہ آخر شب میں بیدار نہ ہو سکے گا پس وہ وتر اول شب میں پڑھ لے۔ اور جو آخر شب کو اٹھنے کی امید رکھے تو اس کو چاہیئے کہ آخر شب میں وتر پڑھا کرے کیونکہ آخر شب کی نماز میں حضور قلب (واخلاص) ہوتا ہے اور یہ بہتر ہے۔

(روایت کیا اس کو امام مسلمؒ نے)

نوافل اور مسنون نمازیں جن کی تاکید آئی ہے

صلوٰۃ التراویح: تراویح ترویحہ کی جمع ہے۔ اس میں چار رکعت دو سلام سے پڑھ کر آرام لیا جاتا ہے (تاکہ تھکان دور ہو جائے اور طبیعت میں سکون آجائے اور آئندہ چار رکعت اطمینان سے ادا ہوں) اس لیئے اس کا نام تراویح

رکھا گیا ہے۔ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ (متفق علیہ)

(ترجمہ) ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ نے فرمایا کہ جو شخص رمضان میں ایمان و ثواب خیال کر کے شب میں عبادت کرے گا تو اس کے تمام گناہ بخش دیئے جائیں گے۔ (بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

تراویح کی بیس رکعتیں رمضان کی راتوں میں عشاء کی فرض نماز اور سنتوں کے بعد دس سلام سے پڑھی جائیں۔ ہر دو رکعت کے لیے نیت تراویح علیحدہ کرے اور ہر دوگانہ پر سلام پھیرے۔ چار رکعت ملا کر ایک سلام سے پڑھنا صحیح نہیں۔ بیس رکعتوں سے کم تراویح پڑھنا مذہب شافعی میں کوئی قول نہیں، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے خلافت کے زمانہ میں جب تراویح میں جماعت کا التزام فرمایا ہے تو حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ بیس عدد رکعات لوگوں کو پڑھایا کریں، اسی طرح حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی بیس عدد رکعات پڑھانا منقول ہے۔ ان روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ تراویح میں بیس عدد رکعات کی تعیین صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی طرف سے ہوئی ہے۔ ہمارے لئے صحابہ کرام کی اتباع بھی کافی ہے۔

لِقَوْلِهٖ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلَیْكُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّةِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَهْدِیِّیْنَ

(ترجمہ) بسبب فرمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تم لازم پکڑو میری سنت کو (اور میرے بعد) خلفاء راشدین مہدیین کے طریقہ کو۔

بارہ اور آٹھ رکعتوں کا جو تذکرہ احادیث میں ہے وہ تہجد کے متعلق ہے تراویح کو اس سے کچھ علاقہ نہیں۔ علامۂ محقق احمد بن حجر المکی صاحب تحفہ

المحتاج شرح المنہاج) رحمہ اللہ نے لکھا ہے۔ وَلٰکِنْ اَجْمَعَتِ الصَّحَابَۃُ عَلٰی
اَنَّ التَّرَاوِیْحَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً (مرقاۃ) (یعنی صحابہ رضی اللہ عنہم نے اجماع کیا ہے کہ
تراویح کی بیس رکعتیں ہیں)، بعض لوگ تراویح کی نماز میں سلام پھیرنے کے بعد
اتنا بیٹھے رہتے ہیں کہ جب امام رکوع کرنے کے قریب ہوتا ہے تو شریک
ہو جاتے ہیں۔ یہ بری بات ہے۔

صلوٰۃ الضحیٰ:۔ چاشت کی نماز۔ اس کا وقت سورج کی روشنی
پھیل جانے کے بعد سے زوالِ آفتاب سے پہلے تک ہے۔ کم سے کم دو رکعتیں
اور زیادہ سے زیادہ آٹھ رکعتیں ہیں۔

صلوٰۃ اللیل:۔ تہجد کی نماز (یعنی رات کو ذرا دیر سو کر اٹھنے کے
بعد پڑھنے کی نماز) اس نماز کی بہت بڑی فضیلت آئی ہے، قرآن شریف میں ہے۔

وَمِنَ الَّیْلِ فَتَھَجَّدْ بِہٖ نَافِلَۃً لَّکَ عَسٰۤی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

(ترجمہ) کچھ رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ، یہ زیادتی ہے تیرے لیئے۔ قریب ہے کہ کھڑا کر دے تیرا رب تجھ کو مقام محمود میں۔

(سورہ بنی اسرائیل رکوع ۹)

نیز اس کے فضائل میں بہت سی حدیثیں آئی ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم نے کبھی اس نماز کو ترک نہیں فرمایا، آپ کے لیئے یہ نماز لازمی تھی۔
کچھ دیر سو کر اٹھنے کے بعد پڑھنا چاہیئے۔ پچھلی رات میں پڑھنا اول شب سے
افضل ہے۔ سحر کے وقت سب سے زیادہ افضل ہے۔ تہجد کی نماز کم سے کم
دو رکعت ہے۔ پھر زیادہ جتنی رکعتیں پڑھنا چاہے پڑھ سکتا ہے۔ نماز تہجد کی
آٹھ رکعت اور بارہ رکعت بھی مروی ہیں (مگر ہمیشہ ساری ساری رات قیام
کرنا مکروہ ہے)، حدیث میں ہے۔

يَنْزِلُ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰى فِيْ كُلِّ لَيْلَةٍ إِلٰى سَمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ هَلْ مِنْ سَائِلٍ فَاُعْطِيَهُ هَلْ مِنْ دَاعٍ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ هَلْ مِنْ مُسْتَغْفِرٍ فَاَغْفِرَ لَهٗ	(ترجمہ) ہر رات کی آخری تہائی میں اللہ تعالیٰ آسمان دنیا پر نزول اجلال فرما کر اعلان کرتا ہے کہ کوئی سائل ہے کہ اس کو دوں، کیا کوئی دعا کرنے والا ہے کہ اس کی دعا کو شرف اجابت بخشوں۔ ہے کوئی مغفرت کا طالب کہ اس کو بخش دوں۔

(۴) عید الفطر کی نماز (۵) عید الاضحیٰ کی نماز (۶) آفتاب گرہن کی نماز (۷) چاند گرہن کی نماز (۸) استسقاء کی نماز۔

تنبیہ:۔ مذکورہ نمازوں اور آئندہ بیان کی جانے والی نمازوں کا عملی طریقہ نماز کے بیان کے اختتام پر ایک ساتھ لکھا جائے گا۔

نماز کے ارکان

نماز کے ارکان سترہ ۱۷ ہیں:۔ (۱) نماز کی نیت کرنا مثلاً اُصَلِّیْ فَرْضَ الظُّهْرِ اَرْبَعَ رَكَعَاتٍ اَدَاءً لِلّٰهِ تَعَالٰى مُسْتَقْبِلًا اِلَى الْكَعْبَةِ مَامُوْمًا (میں نماز پڑھتا ہوں فرض ظہر کی چار رکعت ادا اللہ تعالیٰ کے لیے قبلہ کی طرف منہ کرکے اقتدا کرتے ہوئے امام کی) یہ نیت مقتدی ہونے کی صورت میں ہے اگر امام ہو کر نماز پڑھتا ہے تو مَامُوْمًا کی جگہ اِمَامًا (امام بن کر) کہے اگر تنہا نماز پڑھتا ہے تو مذکور دونوں لفظوں میں سے کسی لفظ کی بھی ضرورت نہیں نیت دل سے کرنا ضروری ہے زبان سے کہنا بھی مستحب ہے تاکہ دل بھی مستحضر ہو جائے اور دل و زبان کی موافقت ہو۔ اگر فرض نماز ہے تو فرضیت کی نیت نماز پڑھنے کا قصد اور کونسی نماز ہے اس کی تعیین یہ تینوں چیزیں واجب

ہیں۔ نفل مؤقتی یا سببی میں نماز پڑھنے کا قصد اور نماز کا تعین دو چیزیں واجب ہیں۔ نفل مطلق میں صرف نماز پڑھنے کا قصد واجب ہے (۲) تکبیر یعنی مذکور نیت کے ساتھ ہی مقارن (ملاکر) اَللّٰہُ اَکْبَرْ کہکر نماز میں داخل ہونا (۳) کھڑے ہوکر نماز پڑھنا (کھڑے ہونے کی طاقت رکھنے والا) (۴) سورۃ فاتحہ یعنی اَلْحَمْد پڑھنا بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم کے ساتھ بِسْمِ اللّٰہ ایک مستقل آیت ہے جب تک یہ آیت پڑھی نہ جائے سات آیتیں مکمل نہیں ہوتیں۔ سورۃ فاتحہ کی ہر آیت پر ٹھیرنا مستحب ہے۔ سورۃ فاتحہ پڑھنے میں صحت کا زیادہ خیال رکھنا چاہیئے۔ تشدیدات کو خیال رکھ کر حرف پوری طرح صحیح ادا کرنا ضروری ہے۔ سورۃ فاتحہ ہر رکعت میں پڑھنا واجب ہے (اس لیئے کہ یہ سورۃ قرآن کے لیے اُمّ کی حیثیت رکھتی ہے۔ سارے قرآن مجید کے معانی اور اس کے مطالب اس سورت میں ہیں جس نے اس سورہ کو پڑھ لیا گویا بالاجمال سارے قرآن مجید کو پڑھ لیا۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے لَا صَلٰوۃَ لِمَنْ لَّمْ یَقْرَأْ بِفَاتِحَۃِ الْکِتَابِ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ) (یعنی بغیر سورہ فاتحہ پڑھنے کے نماز نہیں ہوتی) خواہ امام ہو خواہ مقتدی خواہ منفرد البتہ مسبوق پر واجب نہیں۔ یہاں مسبوق سے مراد وہ شخص ہے جو امام کو ایسی حالت میں پائے جس میں اس کو اَلْحَمْدُ پڑھنے کی گنجائش نہیں ملی، اس لیئے امام نے اس کا بوجھ اپنے ذمہ لے لیا اور سورہ فاتحہ پڑھنے کا بار اٹھالیا۔ (۵) رکوع کرنا (۶) رکوع میں طمانیت یعنی اطمینان کے ساتھ ایک تسبیح کے برابر ٹھیرنا (۷) اعتدال یعنی رکوع سے اٹھ کر سیدھا کھڑا ہو جانا (۸) اعتدال میں ایک تسبیح کے برابر ٹھیرنا (۹) دو سجدے کرنا (۱۰) دونوں سجدوں میں ایک تسبیح کے برابر ٹھیرنا (۱۱) دونوں سجدوں کے درمیان اَللّٰہُ اَکْبَرْ

کہتے ہوئے بیٹھنا (۱۲) دونوں سجدوں کے درمیان بقدر ایک تسبیح کے ٹھہرنا اور اس جلسہ میں یہ دعا پڑھنا مسنون ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَارْحَمْنِیْ وَاجْبُرْنِیْ وَارْفَعْنِیْ وَارْزُقْنِیْ وَاهْدِنِیْ وَعَافِنِیْ

(ترجمہ) اے اللہ! مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما اور درست کر مجھے اور بلند درجہ والا بنا اور مجھے روزی نصیب کر اور مجھے ہدایت دے اور عافیت دے۔

(۱۳) آخر نماز میں تشہد کے لیے بیٹھنا (۱۴) تشہد پڑھنا اور تشہد یہ ہے۔

اَلتَّحِيَّاتُ الْمُبَارَكَاتُ الصَّلَوَاتُ الطَّيِّبَاتُ لِلّٰهِ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَعَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصَّالِحِيْنَ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ

(ترجمہ) زبانی مبارک عبادتیں اور بدنی اور مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں سلام ہو آپ پر اے نبی اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہوں اور سلامتی ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر، میں گواہی دیتا ہوں (یقین کرتے ہوئے زبان سے کہتا ہوں) اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں (یقین کے ساتھ زبان سے کہتا ہوں) (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں۔

(۱۵) درود یعنی تشہد کے بعد حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھنا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ

(ترجمہ) اے اللہ رحمت نازل فرما (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر جس طرح تو نے رحمت نازل فرمائی حضرت ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر اور برکت نازل فرما حضرت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی آل پر جس طرح تو نے برکت نازل فرمائی حضرت

اِبْرَاهِيْمَ فِي الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔

ابراہیم علیہ السلام پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آل پر سارے جہان والوں میں تو ہی ہے تعریف کیا گیا بزرگی والا۔

اس کے بعد یہ دعا پڑھنا مستحب ہے پس ان دعاؤں میں سے جس کو چاہے اس کو پڑھے۔ تشہد اور درود سے یہ دعا کم رہنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ مَا قَدَّمْتُ وَمَا اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ وَمَا اَسْرَفْتُ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ عَذَابِ جَهَنَّمَ وَمِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَالْمَمَاتِ وَمِنْ فِتْنَةِ الْمَسِيْحِ الدَّجَّالِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّلَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْ لِيْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِيْ اِنَّكَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ

ترجمہ: اے اللہ مجھے بخش دے جو کچھ میں نے پہلے کیا اور جو کچھ بعد میں کیا اور جو کچھ میں نے پوشیدہ کیا اور جو کچھ میں نے علانیہ کیا اور جو کچھ میں نے زیادتی کی اور جس کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا ہے اور تو ہی پیچھے رکھنے والا ہے۔ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ اے اللہ اور زندگی اور موت کے فتنے سے، اور مسیح دجال کے فتنے سے اے اللہ میں تیری پناہ مانگتا ہوں گناہ اور قرض سے۔ اے اللہ میں نے ظلم کیا ہے اپنی جان پر بہت ظلم۔ اور نہیں بخشتا گناہ مگر تو ہی پس بخش مجھ کو اپنے پاس سے اور رحم کر مجھ پر بے شک تو ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

(۱۶) پہلا سلام: اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ کہنا (۱۷) مذکورۂ بالا فرضوں کو یکے بعد دیگرے بہ ترتیب ادا کرنا آگے پیچھے نہ کرنا۔

اذان واقامت

اذان لغت میں کسی چیز کے خبر دینے اور اعلان کو کہتے ہیں اور اصطلاح میں الفاظ مخصوصہ کے ساتھ نماز کے وقت کا اعلان کرنا اذان کہلاتا ہے۔ نماز کے شروع کرنے سے پہلے کھڑے ہوکر اذان واقامت کہنا مردوں کے لئے سنتِ دکفایہ) ہے۔ بیٹھ کر اذان دینا سنت کے خلاف ہے اور عورتوں کے لیئے صرف اقامت کہنا سنت ہے۔ اذان وقت پر دینا چاہیئے وقت سے پہلے اذان دینا صحیح نہیں۔ البتہ صبح کی اذان آدھی رات کے بعد دینا جائز ہے۔ مؤذن میں ان شرطوں کا ہونا ضروری ہے۔ (۱) اسلام (۲) عقل وتمیز (۳) مرد ہونا۔ بے وضو شخص کا اذان دینا مکروہ ہے۔ اگر اثنار اذان میں وضو ٹوٹ جائے تو بقیہ اذان بغیر وضو کے تمام کرنا بلا کراہت جائز ہے اور اذان کا جواب دینا مستحب ہے۔ اگرچہ پاک ہو یا ناپاک، جنابت والا ہو یا عورت حائضہ البتہ اگر کوئی شخص پاخانہ میں ہو یا جماع کر رہا ہو تو جواب نہ دینا چاہیئے۔ اس طرح اگر کوئی نماز کی حالت میں ہو اس کو بھی جواب نہ دینا چاہیئے۔

اذان کے الفاظ یہ ہیں

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ	اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ سب سے بڑا
اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ	ہے۔ اللہ سب سے بڑا ہے، گواہی دیتا ہوں میں کہ اللہ
اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ	کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، گواہی دیتا ہوں میں کہ
اِلَّا اللّٰهُ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا	اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں، گواہی دیتا ہوں کہ
رَّسُوْلُ اللّٰهِ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا	حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں گواہی

رَسُوْلُ اللّٰهِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

دیتا ہوں میں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں۔ نماز کے لیے آؤ، نماز کے لیے آؤ کامیابی کی طرف آؤ، کامیابی کی طرف آؤ۔ اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے۔ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

اذان میں ترجیع مسنون ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو محذورہ رضی اللہ عنہ کو تعلیم دی تھی۔ ترجیع کے معنی یہ ہیں کہ تکبیر یعنی اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اولاً دو مرتبہ آہستہ ادا کرے اور دوبارہ دو مرتبہ بلند آواز سے ادا کرے حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ کہتے وقت دائیں طرف اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کہتے وقت بائیں طرف منہ کرے اور صبح کی اذان میں حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے بعد اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز بہتر ہے نیند سے) دو بار کہے۔ جب مؤذن اذان کہے تو سننے والے کو مستحب ہے کہ اس کے الفاظ کو دہراتا جائے اور (حَيْعَلَتَيْنِ) یعنی حَيَّ عَلَى الصَّلٰوةِ اور حَيَّ عَلَى الْفَلَاحِ کے جواب میں لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ (ترجمہ) نہ گناہوں سے بچنے کی سکت اور نہ اچھا ہونے کی قوت مگر اللہ ہی کی مدد سے (یعنی اللہ کی مدد کے بغیر ہماری کچھ طاقت نہیں) کہے اور اذانِ فجر میں اَلصَّلٰوةُ خَيْرٌ مِّنَ النَّوْمِ (نماز نیند سے بہتر ہے) کے جواب میں صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ (تو نے سچ کہا اور ہماری بھلائی کی بات کہی) کہے جب مؤذن اذان سے فارغ ہو جائے تو مؤذن اور اذان کے سننے والے پہلے درود شریف پڑھیں اور اس کے بعد یہ دعاء مانگیں۔

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَنِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ

(ترجمہ) اے اللہ مالک اس اعلان کامل کے اور اس نماز باجماعت کے عطا فرما حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت اور بھیج آپ کو اس مقام

وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا محمود میں جس کا تو نے آپ سے وعدہ فرمایا ہے۔
نِ الَّذِیْ وَعَدْتَّهٗ

اقامت کے یہ الفاظ ہیں:

اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ حَیَّ عَلَى الصَّلٰوةِ حَیَّ عَلَى الْفَلَاحِ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ (وہاں نماز کی جماعت کھڑی ہوگئی) اَللّٰهُ اَكْبَرُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ

اقامت سننے والے کے لئے سنت ہے کہ وہی الفاظ دہرائے لیکن حَیَّعَلَتَیْن کے جواب میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اور قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوةُ کے جواب میں اَقَامَهَا اللّٰهُ وَاَدَامَهَا مَادَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ (ترجمہ، قائم رکھے اس کو (یعنی نماز کو) اللہ اور دائم رکھے جب تک آسمان و زمین قائم ہیں۔ اذان بلند آواز سے ہو اور اقامت ذرا اس سے پست آواز سے ہونا چاہیئے۔ نماز کے اوقات کا لحاظ رکھنا موذن کی ذمہ داری ہے اور اقامت امام کی اجازت پر موقوف ہے۔ جب امام کہے اس وقت اقامت کہی جائے۔

نماز کی سنتیں

نماز کی سنتیں سولہ[۱۶] ہیں: (۱) رفع یدین یعنی دونوں ہاتھوں کا کاندھوں تک اس طرح اٹھانا کہ انگوٹھے کانوں کی لوؤں کے مقابل ہوں (۱) تکبیر تحریمہ کے وقت (۲) رکوع کرتے وقت (۳) رکوع سے اٹھتے وقت (۴) پہلے تشہد کے بعد (تیسری رکعت کے لیئے) اٹھتے وقت (۲) داہنے ہاتھ کی ہتھیلی بائیں ہاتھ کے پنجے کی پشت پر سینے کے نیچے ناف کے اوپر اس طرح

رکھنا کہ بائیں ہاتھ سے پہنچے اور کلائی میں سے کچھ حصہ پکڑ لے اور انگلیوں کو کھول کر رکھے (۳) تکبیر تحریمہ کے بعد اَعُوْذُ پڑھنے سے پہلے دعاء اِسْتِفْتَاح آہستہ پڑھے۔

وَجَّهْتُ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ۔

(ترجمہ) میں نے ہر طرف سے منہ موڑ کر اس ذات کی طرف منہ کیا جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو رب سے یکسو ہو کر مطیع ہو کر اور میں ان میں سے نہیں جو خدا کو شریک بناتے ہیں۔ بے شک میری نماز اور میری عبادتیں اور میرا جینا اور میرا مرنا سب خالص اللہ کے لیے ہے جو پروردگار ہے سارے عالم کا اس کا کوئی شریک نہیں۔ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا اور میں خدا کے فرماں برداروں میں سے ہوں۔

اگر دعاء استفتاح پڑھنے لگے تو وقت کے چلے جانے اور ایک رکعت بھی وقت کے اندر نہ ملنے کا خوف ہو یا ماموم کو سورۃ فاتحہ پڑھنے کے لیے وقت نہ ملنے کا اندیشہ ہو یا جنازہ کی نماز ہو یا امام کو غیر قیام کی حالت میں پائے تو ان صورتوں میں دعاء استفتاح نہ پڑھے (۴) تعوذ یعنی اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيْمِ پڑھنا (۵) سورۂ فاتحہ کے بعد آمین کہنا (آمین کے معنی یہ ہیں، "اے خدا تو اس دعا کو قبول فرما") (۶) سورۃ فاتحہ کے بعد کوئی اور سورۃ پڑھنا (۷) امام و منفرد (یعنی تنہا نماز پڑھنے والے کیلئے) جہریہ نماز (فجر کی دونوں رکعتوں میں اور جمعہ و عیدین) میں بہ آواز بلند قرات پڑھنا (کم سے کم دوسرا سن سکے) اور سریہ نماز (ظہر و عصر وغیرہ) میں آہستہ قرات پڑھنا (کم سے کم خود سن سکے) (۸) ایک رکن سے دوسرے رکن میں جاتے وقت اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہنا اور (۹) رکوع میں سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ وَبِحَمْدِهٖ (پاک ہے میرا پروردگار جو سب سے

بڑا ہے اور میں اسے یاد کرتا ہوں اس کی تعریف کے ساتھ) کہنا (۱۰) رکوع سے اعتدال میں جاتے وقت سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ (خدا نے اس کی بات سنی جس نے اس کی تعریف کی) کہنا اور رکوع سے کھڑا ہونے یعنی اعتدال میں آنے کے بعد رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ مِلْءُ السَّمٰوٰتِ وَمِلْءُ الْاَرْضِ وَمِلْءُ مَا شِئْتَ مِنْ شَيْءٍ بَعْدُ (ترجمہ، اے ہمارے پرورگار تیرے لیے سزاوار ہے تعریف آسمانوں اور زمینوں بھر کر اور اس چیز کو بھر کر کہ چاہے تو اس کے بعد) کہنا (۱۱) سجدے میں کہے سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى وَبِحَمْدِهٖ (پاک ہے میرا پرودگار عالی شان اور میں اس کی یاد کرتا ہوں اس کی تعریف کے ساتھ۔ (۱۲) تشہد میں دونوں ہاتھوں کو رانوں پر اس طرح رکھنا کہ بایاں ہاتھ کھلا ہوا ہو اور دائیں ہاتھ کی مٹھی بند ہو کلمہ کی انگلی کے سوا جو کھلی رہے اور تشہد میں اِلَّا اللّٰهُ کہتے وقت اس انگلی سے اشارہ کرے (۱۳) قعدہ اولیٰ میں مفترش بیٹھنا یعنی دائیں قدم کو کھڑا کر کے بائیں قدم پر بیٹھنا (۱۴) قعدہ اخیرہ میں متورک بیٹھنا یعنی دائیں قدم کو کھڑا کر کے اس کی انگلیوں کو قبلہ رُخ کرنا اور بائیں قدم کو دائیں پاؤں کے نیچے سے باہر نکال کر سرین پر بیٹھنا (۱۵) دوسری مرتبہ سلام پھیرنا (۱۶) نماز سے نکلنے کی نیت کرنا۔

ابعاض

ابعاض نماز کی وہ مخصوص سنتیں ہیں جن کے چھوٹ جانے سے سجدۂ سہو کرنا مسنون ہے اور وہ چھ ہیں۔ (۱) دعائے قنوت صبح کی نماز کی دوسری رکعت کے اعتدال میں (یعنی رکوع سے کھڑے ہونے کے بعد) پڑھنا اور رمضان کی سولھویں شب سے وتر کی آخری رکعت کے اعتدال میں (رکوع سے اٹھنے کے بعد) اور دعائے قنوت یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اهْدِنِیْ نَا فِیْمَنْ هَدَیْتَ وَعَافِنِیْ نَا فِیْمَنْ عَافَیْتَ وَتَوَلَّنِیْ لَنَا فِیْمَنْ تَوَلَّیْتَ وَبَارِكْ لِیْ لَنَا فِیْمَا اَعْطَیْتَ وَقِنِیْ نَا شَرَّ مَا قَضَیْتَ فَاِنَّكَ تَقْضِیْ وَلَا یُقْضٰی عَلَیْكَ وَاِنَّهٗ لَا یَذِلُّ مَنْ وَّالَیْتَ وَلَا یَعِزُّ مَنْ عَادَیْتَ تَبَارَكْتَ رَبَّنَا وَتَعَالَیْتَ فَلَكَ الْحَمْدُ عَلٰی مَا قَضَیْتَ اَسْتَغْفِرُكَ نَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ نَتُوْبُ اِلَیْكَ وَصَلَّی اللّٰهُ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ

(ترجمہ) اے اللہ تو مجھے ہدایت دے ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے ہدایت دی ہے اور عافیت دے مجھے دنیوی واُخروی آفتوں سے، ان لوگوں کے ساتھ جنھیں تو نے عافیت دے رکھی ہے اور دوست رکھ تو مجھے ان لوگوں کے ساتھ جن کو تو نے دوست رکھا ہے اور برکت دے مجھے اس چیز میں جو تو نے عطا کی ہے اور بچا مجھے اس چیز کی برائی سے جس کو تو نے میرے مقدر میں لکھا ہے کیونکہ تو ہی حکم کرتا ہے۔ (یعنی تیرا ہی حکم سب پر چلتا ہے، اور تجھ پر کسی کا حکم نہیں چلتا اور اس لیے کہ کبھی ذلیل نہیں ہو سکتا جس کو تو نے دوست رکھا اور عزت نہیں پا سکتا جس کو تو نے دشمن رکھا، برکت والا ہے تو اے ہمارے پروردگار اور بلند ہے تو۔ بس تیرے لیے تعریف ہے اس حکم پر جو تو نے جاری کیا۔ میں مغفرت طلب کرتا ہوں تجھ سے اور رجوع کرتا ہوں تیری طرف۔ اور رحمت نازل فرما ہمارے سردار (حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر اور ان کی آل پر اور ان کے اصحاب پر سلام بھیج۔

امام ہو تو قنوت میں واحد کے صیغے کے بجائے جمع کا صیغہ استعمال کرے اِهْدِنِیْ کے بجائے اِهْدِنَا اور عَافِنِیْ کے بجائے وَعَافِنَا، وَقِنِیْ کے بجائے وَقِنَا اور اَسْتَغْفِرُكَ وَاَتُوْبُ اِلَیْكَ کی جگہ نَسْتَغْفِرُكَ وَنَتُوْبُ اِلَیْكَ پڑھے، نصفِ آخرِ رمضان کی وتر کا قنوت صبح کی نماز کی طرح ہے۔ مذکور قنوت میں درود

وسلام پڑھنے سے پہلے یہ دعا اس کے ساتھ ملا کر پڑھے۔

اللھم انا نستعینک ونستغفرک
ونستھدیک ونؤمن بک ونتوکل
علیک ونثنی علیک الخیر کلہ
ونشکرک ولا نکفرک ونخلع
ونترک من یفجرک اللھم
ایاک نعبد ولک نصلی و
نسجد والیک نسعی ونحفد و
نرجوا رحمتک ونخشی
عذابک ان عذابک الجد
بالکفار ملحق اللھم عذب
الکفرۃ الذین یصدون عن
سبیلک ویکذبون رسلک
ویقاتلون اولیاءک اللھم
اغفر للمؤمنین والمؤمنات
والمسلمین والمسلمات واصلح
ذات بینھم والف بین
قلوبھم واجعل فی قلوبھم
الایمان والحکمۃ وثبتھم
علی ملۃ رسولک واوزعھم
ان یوفوا بعھدک الذی

(ترجمہ) اے اللہ ہم تجھ سے اعانت چاہتے ہیں اور
مغفرت اور ہدایت چاہتے ہیں اور تیرے اوپر ایمان
لاتے ہیں اور تیرے ہی اوپر بھروسہ کرتے ہیں اور
تجھ پر تعریف وثنا کرتے ہیں پوری سب کی سب۔
ہم تیرا شکر کرتے ہیں تیرے سے کفر نہیں کرتے اور
اور علیحدہ کرتے ہیں اور چھوڑتے ہیں ہر شخص کو جو
تیری نافرمانی کرتا ہے اے معبود ہم تیری ہی عبادت
کرتے ہیں اور تیرے لیے ہی نماز پڑھتے ہیں اور
تیرے ہی لیے سجدہ کرتے ہیں اور تیری ہی طرف
دوڑتے اور تیری ہی طرف توجہ کرتے ہیں اور تیری
رحمت کے امیدوار ہیں اور تیرے عذاب سے
ڈرتے ہیں اور بے شک عذاب تیرا جو سخت ہے
کافروں پر پڑنے والا ہے۔ اے اللہ عذاب کر
ان کافروں پر جو روکتے ہیں تیری راہ سے اور
جھٹلاتے ہیں تیرے پیغمبر کو اور لڑتے ہیں تیرے
دوستوں سے۔ اے اللہ بخش دے سب ایمان
والوں، ایمان والیوں کو اور فرمانبردار مردوں اور
عورتوں کو اور اصلاح کر ان کے درمیان اور الفت
دے ان کے دلوں میں اور کر دے ان کے دل
میں ایمان اور حکمت اور ثابت رکھ ان کو اپنے

عَاهَدْتَّهُمْ عَلَيْهِ وَانْصُرْهُمْ عَلٰى عَدُوِّكَ وَعَدُوِّهِمْ اِلٰهَ الْحَقِّ وَاجْعَلْنَا مِنْهُمْ۔	پیغمبر کے مذہب پر اور کر دے ان کو کہ پورا کریں اس وعدہ کو جو تو نے ان سے لیا ہے اور مدد کر ان کی اپنے اور ان کے دشمنوں کے خلاف، اے سچے معبود اور کر دے ہم کو ان میں سے۔

پھر وہ درود جو پہلے قنوت کے آخر میں لکھا گیا ہے پڑھے (امام جماعت کے ساتھ نماز پڑھانے کے وقت) جہر سے پڑھے اور منفرد آہستہ پڑھے قنوت میں دعا، ثنا اور درود ہیں اس میں امام جب دعا پڑھے تو ماموم آمین جہراً کہے اور ثنا۔ امام کے ساتھ آہستہ آہستہ پڑھے اور درود پڑھتے وقت ماموم آمین کہے (۲) قنوت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود و سلام بھیجنا (۳) آل و اصحاب پر درود و سلام بھیجنا (۴) تشہد اول کے لیے بیٹھنا اور (۵) اس میں اَلتَّحِيَّاتُ اور درود اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ تک پڑھنا۔ (۶) آخری تشہد میں آل رسول پر درود بھیجنا۔

کھڑے ہونے کی استطاعت نہ رکھنے والے کی نماز

بیماری وغیرہ کی وجہ سے فرض نماز کھڑے ہو کر پڑھ نہ سکے یا کھڑے ہونے میں تکلیف محسوس کرے تو بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اگر بیٹھ کر بھی نماز نہیں پڑھ سکتا ہے تو لیٹ کر نماز پڑھے۔ البتہ نفل نماز بیٹھ کر یا لیٹ کر دونوں طرح پڑھ سکتا ہے لیکن کھڑے ہو کر پڑھنے سے پورا ثواب ملتا ہے اور بیٹھ کر پڑھنے سے آدھا ثواب ملتا ہے۔ کسی عذر کی وجہ سے اگر کوئی نماز اس طرح پڑھی جائے تو اس کی قضاء کی ضرورت نہیں اور اس کے ثواب میں بھی کوئی کمی نہیں ہوتی۔

نماز واجب ہونے کی شرطیں

نماز واجب ہونے کی تین شرطیں ہیں: (۱) اسلام یعنی مسلمان ہونا، کافر پر نماز واجب نہیں (۲) بالغ ہونا، بچوں پر نماز فرض نہیں (۳) عاقل ہونا، دیوانے اور بیہوش پر نماز واجب نہیں۔

نماز درست ہونے کی شرطیں

صحت نماز کی چھ شرطیں ہیں: (۱) نمازی کا بدن، کپڑا اور نماز پڑھنے کی جگہ پاک ہونا (۲) ستر عورت یعنی مرد کا ناف سے گھٹنوں تک اور حُرّہ (آزاد) عورت کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے علاوہ تمام بدن ڈھکا ہوا ہو (۳) نماز کے وقت کا علم ہو (۴) قبلہ کی طرف منہ کرنا، مگر مباح سفر میں نفل نمازوں کے لیے اور جنگ کی حالت میں فرض نمازوں کے لیے استقبالِ قبلہ شرط نہیں (۵) فرض اور سنّت میں تمیز کرنا یعنی نمازوں کے فرض میں سے کسی فرضِ معیّن کو سنّت نہ سمجھنا، (۶) نماز کی فرضیت کو جاننا اور فرض جان کر ادا کرنا۔

مبطلاتِ صلوٰۃ

نماز توڑنے والی چیزیں دسؔ ہیں: (۱) حدث ہونا یعنی عمداً یا سہواً وضو کا ٹوٹ جانا (۲) بدن یا کپڑے کو غیر معفو عنہ نجاست کا لگ جانا خواہ گیلی ہو یا سوکھی اگر وہ نجاست فوراً زائل ہو جائے تو نماز باطل نہ ہوگی (۳) ہوا یا کسی وجہ سے ستر کا کھلنا مگر وہ فوراً ڈھک جائے تو نماز باطل نہ ہوگی

لیکن اگر کوئی قصداً ستر کھولے تو نماز باطل ہو گی اگرچہ وہ اسے فوراً ڈھانک لے
(۴) عمل کثیر ایک ہی وقت میں تین قدم چلنا (۵) عمداً کھانا یا پینا اگرچہ تھوڑا ہی
کیوں نہ ہو (۶) قبلہ کی طرف سے سینہ کو قصداً پھیرنا (۷) ہنسنا، رونا، کراہنا،
آہ کھینچنا، کھانسی یا کھنکارنے میں دو حرف ظاہر ہو جائیں تو نماز باطل ہوتی ہے
ہاں اگر بلغم کی وجہ سے سورۃ فاتحہ پڑھ نہ سکتا ہو اور گلا صاف کرنے کے لیے
کھنکارے تو نماز باطل نہیں ہو گی (۸) نماز چھوڑ دینے کی نیت کرنا (۹) کسی
رکن کو خواہ وہ قولی ہو یا فعلی چھوڑ دینا (۱۰) کسی فرض کو قصداً زیادہ کرنا مثلاً
ایک رکوع کے بجائے دو رکوع کرے، یا دو سجدوں کے بجائے تین سجدے
کرے تو نماز باطل ہو جائے گی۔

مرد اور عورتوں کی نماز کا فرق

مرد اور عورتوں کی نماز کے درمیان پانچ باتوں میں فرق ہے (۱) مرد رکوع
میں دونوں کہنیاں پہلو سے جدا رکھیں اور عورتیں ملائے رکھیں (۲) مرد سجدوں
میں رانوں کو پیٹ سے اور بازوؤں کو بغل سے جدا رکھیں اور عورتیں ملائے رکھیں
(۳) بلند آواز سے پڑھی جانے والی نماز میں مرد بلند آواز سے پڑھیں اور عورتیں
بھی بلند آواز سے پڑھیں۔ ہاں اگر اجنبی مردوں کی موجودگی میں نماز پڑھنے کا اتفاق
ہو تو عورتیں آہستہ پڑھیں (۴) جماعت سے نماز پڑھتے وقت امام کو کسی بات
کا سہو ہو جائے تو مردوں کو سبحان اللہ کہنا چاہیئے اور عورتیں دائیں ہاتھ کی
ہتھیلی بائیں ہاتھ کی پشت پر ماریں تاکہ امام متنبہ ہو جائے۔ حدیث میں ہے
اَلتَّسْبِيْحُ لِلرِّجَالِ وَالتَّصْفِيْقُ لِلنِّسَآءِ (مشکوٰۃ) ہتھیلی پر ہتھیلی نہ ماریں اس
لیے کہ یہ لہو و لعب ہے (۵) مرد کا ستر ناف سے گھٹنوں تک اور حرہ (یعنی آزاد)

عورت کے چہرے اور دونوں ہتھیلیوں کے سوا سارا بدن ستر ہے لیکن خارج نماز (یعنی نماز کے سوا اور اوقات میں) عورت کا سارا بدن ستر ہے۔

اوقاتِ مکروہہ

ان اوقات کا بیان جس میں نماز پڑھنا مکروہ تحریمی ہے اور پڑھنے کے باوجود نماز صحیح نہیں ہوتی وہ پانچ وقت ہیں (۱) صبح کی نماز کے بعد سے طلوعِ آفتاب تک (۲) سورج طلوع ہوتے وقت یہاں تک کہ وہ بظاہر ایک نیزہ (سات گز) بھر بلند نہ ہو جائے (۳) ٹھیک دوپہر کے وقت جب تک کہ آفتاب ڈھل نہ جائے (۴) نماز عصر کے بعد سے غروب آفتاب تک (۵) عین غروب آفتاب کے وقت حدیث میں حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الصُّبْحِ حَتّٰی تَطْلُعَ الشَّمْسُ وَلَا صَلٰوۃَ بَعْدَ الْعَصْرِ حَتّٰی تَغِیْبَ الشَّمْسُ (مُتَّفَقٌ عَلَیْہِ)

(ترجمہ) ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد پھر طلوع آفتاب تک کوئی نماز پڑھنا جائز نہیں اور اسی طرح عصر کی نماز کے کرنے کے بعد آفتاب غروب ہونے تک کوئی نماز جائز نہیں۔

(اس حدیث کو بخاری و مسلم نے روایت کیا ہے)

دوسری حدیث میں آیا ہے:

عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ الصُّنَابِحِیِّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

(ترجمہ) عبداللہ بن صنابحی سے روایت کرتے ہیں کہا انہوں نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ تَطْلُعُ وَ مَعَهَا قَرْنُ الشَّيْطَانِ فَاِذَا ارْتَفَعَتْ فَارَقَهَا ثُمَّ اِذَا اسْتَوَتْ قَارَنَهَا فَاِذَا زَالَتْ فَارَقَهَا فَاِذَا دَنَتْ لِلْغُرُوْبِ قَارَنَهَا فَاِذَا غَرَبَتْ فَارَقَهَا وَنَهٰى رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنِ الصَّلٰوةِ فِيْ تِلْكَ السَّاعَاتِ۔ (رواہ مالکؒ و احمدؒ و نسائیؒ)

جب آفتاب نکلتا ہے تو اس وقت اس کے ساتھ شیطان ہو جاتا ہے پھر جب آفتاب بلند ہو جاتا ہے تو اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے، جب آفتاب ٹھیک درمیان میں آجاتا ہے پھر اس کے ساتھ ہو جاتا ہے اور جب ڈھل جاتا ہے پھر اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے، جب غروب ہونے لگتا ہے تو پھر وہ ساتھ ہو جاتا ہے اور جب غروب ہو جاتا ہے پھر اس سے علیحدہ ہو جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اوقات میں نماز پڑھنے سے منع کیا ہے (روایت کیا اس حدیث کو امام مالک، امام احمد، امام نسائی رحمہ اللہ نے)

اس حدیث سے ثابت ہوتا ہے ہم ان اوقات میں نماز نہ پڑھا کریں کیونکہ ان اوقات میں کفار آفتاب اور شیطان کی عبادت کرتے ہیں۔ ان اوقات میں سبب والی نمازیں جیسے فائتہ (فوت شدہ نماز) اور جنازے کی نماز پڑھنا جائز ہے مکروہ نہیں۔ اسی طرح جمعہ کے روز ٹھیک دوپہر کے وقت نماز پڑھنا مکروہ نہیں۔ حرم مکہ میں ان اوقات میں سے کسی وقت بھی نماز پڑھنا مکروہ نہیں ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے سنن ترمذی میں روایت کیا ہے

يَا بَنِيْ عَبْدِ مَنَافٍ لَا تَمْنَعُوْا اَحَدًا طَافَ بِهٰذَا الْبَيْتِ وَصَلّٰى اَيَّةَ سَاعَةٍ شَاءَ مِنْ لَيْلٍ اَوْ نَهَارٍ۔

(ترجمہ) اے اولاد عبد مناف مت منع کرو تم کسی کو اس گھر کا طواف کرنے اور نماز پڑھنے سے دن یا رات کے کسی وقت بھی۔

حرم مکہ میں بھی ان اوقات میں نماز نہ پڑھیں تو اولیٰ ہے۔

سجدۂ سہو

نمازمیں جوامور چھوٹ جاتے ہیں وہ تین قسم کے ہیں (۱) فرض جس کو رکن بھی کہتے ہیں (۲) سنت ابعاض (مخصوص سنتیں) (۳) سنت ہیئت (عام سنتیں) کوئی رکن چھوٹ جائے تو اس کی تکمیل سجدہ سہو سے نہیں ہوسکتی بلکہ چھوٹا ہوا رکن جب یاد آجائے تو اسی وقت لوٹ کر ادا کیا جائے۔ مثلاً کسی شخص سے پہلی رکعت کا رکوع چھوٹ جائے اور سجدے میں یاد آجائے تو فوراً کھڑا ہوکر رکوع کرے اور اعتدال میں ٹھہر کر سجدہ کرے پھر یہیں سے بقیہ نماز کی بنا کرے اور نماز پوری کرکے آخر میں سجدہ سہو کرے۔ اگر پہلی رکعت میں چھوٹا ہوا رکن (مثلاً رکوع) دوسری رکعت کے رکوع میں یا رکوع کے بعد یاد آئے تو یہ دوسری رکعت کا رکوع پہلی رکعت کے رکوع کے قائم مقام ہوجائے گا اور ان دونوں رکعتوں کو ایک شمار کرکے بقیہ نماز پوری کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔ نماز میں چھوٹا ہوا فعل اگر سنت ابعاض میں سے ہو اور اس سنت کے بعد کا رکن اس سنت سے پہلے یاد آجائے تو فوراً لوٹ کر اس سنتِ ابعاض کو ادا کرے۔ اگر اس کے بعد کا رکن ادا کرتے وقت یاد آجائے تو اب اس سنت کو ادا کرنے کے لیئے جان بوجھ کر لوٹنا حرام ہے بلکہ جبر نقصان کے لیئے اخیر میں سجدہ سہو کرنا کافی ہے۔ مثلاً کوئی شخص سہواً پہلا قعدہ چھوڑ کر کھڑا ہوجائے تو اب اَلتَّحِیَّاتُ کے لیئے نہ لوٹے اور نماز پوری کرکے آخر میں سجدہ سہو کرے اگر چھوٹی ہوئی سنت سنت ہیئت (یعنی عام سنتوں میں) سے ہے تو اس کو دوبارہ ادا کرنے یا آخر میں سجدہ سہو کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ سجدہ سہو کرنا سنت ہے اور وہ دو سجدے ہیں۔ اگر

متعدد غلطیاں ہوں تو بھی صرف دو سجدے کافی ہیں۔ (سجدۂ سہو نہ کرنے سے نماز باطل نہیں ہوتی) یہ دو سجدے نماز کے آخر میں التحیات پڑھنے کے بعد اور سلام سے پہلے کیے جاتے ہیں۔ اور دونوں سجدوں کی تسبیح پڑھنے کے بعد یہ دعا پڑھے سُبْحَانَ مَنْ لَا یَنَامُ وَلَا یَسْھُوْ۔ (ترجمہ) پاک ہے وہ اللہ جو نہ سوتا ہے اور نہ بھولتا ہے۔ اگر کوئی شافعی حنفی امام کی اقتدا کرے اور امام کو نماز میں سہو ہو جائے اور وہ اپنے مذہب کے مطابق سجدہ سہو کرے (یعنی قعدۂ اخیرہ میں تشہد پڑھ کر ایک سلام پھیر کر دو سجدے کرنے کے بعد پھر پورے تشہد پر دونوں طرف سلام پھیرے اور نماز سے فارغ ہو جائے) تو شافعی مقتدی کو اپنی نماز درست کرنے کی یہ صورت ہے کہ حنفی امام کے پہلے سلام کے ساتھ شافعی مقتدی امام سے علیٰحدہ ہونے کی نیت کر کے پوری التحیات درود ابراہیم اور دعاء ماثورہ پڑھ کر خود سلام پھیرنے سے قبل اکیلا سجدۂ سہو (یعنی دو سجدے) کر کے سلام پھیر دے۔ حنفی امام کی متابعت نہ کرے اور اگر مسبوق ہو تو علیٰحدہ ہو کر اپنی بقیہ نماز پوری کر اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

تنبیہ:۔ اگر کسی کو تعداد رکعات میں شک ہو جائے کہ میں نے دو رکعتیں پڑھیں یا تین، یا شک ہو جائے کہ میں نے تین پڑھیں یا چار تو یقین پر عمل کرے اور کم تعداد لے اور بقیہ نماز پوری کرے اور آخر میں سجدہ سہو کرے۔

سجدہ تلاوت

تلاوت کے معنی پڑھنے کے ہیں۔ قرآن شریف میں چند ایسی آیات ہیں جن کے پڑھنے سے یا کسی کو اُن آیات کے پڑھتے ہوئے سننے سے خواہ

ارادہ سے سُننے یا اتفاقیہ۔ نامکمل آیت کے پڑھنے یا سننے سے نہیں بلکہ پوری آیت کے پڑھنے یا سننے سے ایک سجدہ کرنا مسنون ہے خواہ نماز میں سنے یا خارج نماز، لیکن محض سجدہ کرنے کے واسطے اوقات مکروہ میں سجدہ تلاوت حرام ہے۔ سجدہ کی آیتیں چودہ ہیں۔

نمبر شمار	سورۃ کا نام	رکوع نمبر	آیت نمبر	مقام سجدہ
۱	الاعراف	۲۳	۲۰۶	وَلَهُ يَسْجُدُوْنَ
۲	الرّعد	۲	۱۵	بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ
۳	النّحل	۶	۵۰	مَا يُؤْمَرُوْنَ
۴	الاسرآء	۱۲	۱۰۹	ويزيدهم خشوعًا
۵	مریم	۴	۵۸	خَرُّوْا سُجَّدًا وَّبُكِيًّا
۶	الحج	۲	۱۸	مَا يَشَآءُ
۷	〃	۱۰	۷۷	تُفْلِحُوْنَ
				(حنفی مذہب میں اس آیت پر سجدہ نہیں)
۸	الفرقان	۵	۶۰	وَزَادَهُمْ نُفُوْرًا
۹	النّمل	۲	۲۶	الْعَظِيْمُ
۱۰	الٓمّٓ تنزیل السجدۃ	۲	۱۵	لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ
۱۱	حٰمٓ السجدۃ	۵	۳۸	لَا يَسْأَمُوْنَ
۱۲	النّجم	۳	۶۲	وَاعْبُدُوْا
۱۳	الانشقاق	۱	۲۱	لَا يَسْجُدُوْنَ
۱۴	العلق	۱	۱۹	وَاقْتَرِبْ

تلاوت کا سجدہ کرنے کی وہی شرطیں ہیں جو ادائے نماز کی ہیں یعنی (۱) طہارت (۲) ستر عورت

(۳) آیت کا پورا ہونا (۴) ارادے سے آیت کا پڑھنا (۵) استقبالِ قبلہ سجدۂ تلاوت نماز سے باہر ہو تو سجدہ کرتے وقت یہ نیت کریں۔ نَوَیْتُ سَجْدَةَ التِّلَاوَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی۔ (نیت کرتا ہوں میں سجدہ تلاوت کی اللہ تعالیٰ کے لیے) اور (۲) تکبیر تحریمہ اَللّٰهُ اَکْبَرُ کہہ کر (۳) سجدہ کریں اور سجدہ کی تسبیح کے بعد یہ دعا پڑھیں۔

سَجَدَ وَجْهِيَ لِلَّذِيْ خَلَقَهٗ وَ	(ترجمہ) میرا چہرہ اس کے لیے جھکا جس نے اس کو
صَوَّرَهٗ وَشَقَّ سَمْعَهٗ وَبَصَرَهٗ	پیدا کیا اور اس کی صورت بنائی اور اسے شنوائی
بِحَوْلِهٖ وَقُوَّتِهٖ فَتَبَارَكَ	اور بینائی بخشی اپنی طاقت و قوت سے۔ پس خدا
اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ۔	بڑی برکت والا ہے اور بہتر بنانے والا ہے۔

سجدہ کے بعد (۴) بیٹھ کر (۵) سلام پھیریں ان پانچوں رکنوں کو ترتیب سے ادا کریں۔ نماز میں ادائے سجدہ تلاوت کے صرف دو رکن ہیں (۱) دل سے نیت کرنا (اگر نیت کے الفاظ زبان سے کہے تو نماز باطل ہو گی) (۲) سجدہ کرنا۔ سجدۂ تلاوت یا سجدۂ شکر اسی طرح تحیۃ المسجد کی نماز کسی مصروفیت کی وجہ سے ادا نہ کر سکیں تو چار مرتبہ یہ تسبیح پڑھیں۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ (ترجمہ) پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ کے لیے ہے اور نہیں ہے کوئی معبود برحق مگر اللہ اور وہ سب سے بڑا ہے اور نہیں ہے پھرنا بدی سے اور نہ قوت نیکی کی مگر اللہ بزرگ و برتر سے۔

سجدہ شکر

انسان کو جس وقت کوئی نعمت غیر مترقبہ حاصل ہو جائے یا رنج دور ہو یا کوئی مصیبت سر سے ٹل جائے تو اس وقت سجدۂ شکر کرنا مستحب ہے۔

سورہ ص میں وَخَرَّ رَاکِعًا وَّ اَنَابَ پر سجدۂ شکر ہے اور وہ بیرون نماز مستحب ہے۔ نماز میں جائز نہیں، اگر کوئی شافعی حنفی امام کی اقتدار کرے اور حنفی امام آیت مذکورہ پر سجدہ کرے تو شافعی مقتدی سجدہ نہ کرے خاموش کھڑا رہے یا امام سے مفارقت کرے اور اپنی نماز علیحدہ تمام کرے لیکن پہلی صورت (یعنی خاموش کھڑے رہنا) اولیٰ ہے۔ سجدۂ شکر کے شروط وہی ہیں جو تلاوت میں گذر چکے اور سجدہ میں وہی مذکور دعاء پڑھے۔

(تنبیہ) سجدوں کی شرعی صورتیں چار ہیں۔ نماز کا سجدہ، سجدۂ سہو، سجدۂ تلاوت، سجدۂ شکر، جن کی تفصیل گذر چکی ہے۔ ان سجدوں کے سوا دوسرا کوئی سجدہ کسی بھی نیت سے ہو جائز نہیں (ممنوع ہے)

جماعت

حدیث میں ہے:

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ صَلٰوۃُ الْجَمَاعَۃِ اَفْضَلُ مِنْ صَلٰوۃِ الْفَذِّ بِسَبْعٍ وَّعِشْرِیْنَ دَرَجَۃً (متفق علیہ)	(ترجمہ) ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جماعت سے نماز پڑھنا تنہا نماز پڑھنے سے ستائیس درجہ ثواب زیادہ ہے (بخاریؒ اور مسلمؒ نے روایت کیا ہے)

اس حدیث میں جماعت سے نماز ادا کرنے کی فضیلت بیان کی گئی ہے، مردوں کے لیے پنج وقتہ فرض نماز جماعت سے پڑھنا فرض کفایہ ہے، البتہ جمعہ کی نماز جماعت سے پڑھنا فرض عین ہے۔

جماعت سے نماز پڑھنے کی شرطیں اور مسائل

(۱) مقتدی امام کی اقتدار کی نیت کرے (۲) مقتدی کو امام کے انتقالات یعنی رکوع، اعتدال، سجدوں، قعدوں وغیرہ کا علم برابر ہوتا رہے اور وہ علم دیکھ کر یا اس امام کی آواز یا کسی مکبّر کی آواز سن کر یا کسی مقتدی کو دیکھ کر ہو جانا کافی ہے (۳) امام اور مقتدی کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو (۴) مقتدی امام سے آگے نہ ہو (۵) اگر امام مسجد میں ہو اور مقتدی مسجد سے باہر ہو تو دونوں کے درمیان تقریباً تین سو ہاتھ سے زیادہ فاصلہ نہ ہو۔

مسئلہ: امام محی الدین نووی رحمہ اللہ نے امام محقق شیخ ابو اسحاق شیرازی رحمہ اللہ ورضی اللہ عنہ کی کتاب المہذب کی شرح المجموع میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص مسجد میں داخل ہوا امام نماز شروع کر چکا ہو۔ اب یہ خیال کرتا ہے کہ اگر آگے جا کر اول صف میں ملوں گا تو رکعت جاتی رہیگی اور مسجد کے پچھلے حصہ میں کھڑا ہو جاؤں گا تو پوری رکعت مل جائے گی تو اس صورت میں کیا کرنا چاہیئے۔ امام محی الدین نووی رحمہ اللہ نے کتاب مذکور (المجموع شرح المہذب) میں لکھا ہے کہ اس مسئلہ میں مجھے کوئی نقل نہیں ملی مگر ظاہر یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اسے صف اول میں پہونچنا چاہیئے۔ ہاں پچھلی رکعت کے جانے کا خوف ہو تو اس وقت صفِ اول میں ملنے کی کوشش نہ کرے۔

(تنبیہ) بعض لوگ جب تکبیر سنتے یا امام کو رکوع میں جاتے ہوئے دیکھتے ہیں تو بے تحاشا بھاگتے ہیں کہ رکعت نہ چلی جائے۔ اس طرح کرنے سے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے اور آہستہ چلنے کا حکم کیا ہے بخاری شریف میں ہے۔

اذا سمعتم الاقامة فامشوا الی الصلوٰۃ وعلیکم بالسکینۃ والوقار ولا تسرعوا (ترجمہ) جب تم اقامت سنو تو نماز کے لیئے چلو اور تم پر لازم ہے کہ سکون اور وقار کے ساتھ چلو جلدی نہ کرو۔

امامت کا بیان

امامت کے لیئے بہترین شخص کا انتخاب ہونا چاہیئے جو صحیح پڑھنے والا اور مسائل کو اچھی طرح جاننے والا ہو فاسق و بدعتی نہ ہو (۱) آزاد آدمی غلام کی اقتدا کرسکتا ہے (۲) بالغ آدمی کو عقل و تمیز والے نابالغ کی اقتدا جائز ہے (۳) مرد کو عورت اور خنثیٰ کی اقتدا جائز نہیں (۴) قاری (صحیح پڑھنے والے) کو اُمّی (جو صحیح نہیں پڑھ سکتا ہے) کی اقتدا جائز نہیں۔

نمازِ قصر

وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِی الْاَرْضِ فَلَیْسَ عَلَیْکُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوۃِ (سورۃ النساء) (ترجمہ) جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر کوئی گناہ نہیں۔ اگر تم کم کرو (یعنی قصر کرو) نماز میں۔

قصر کے معنی لغت میں کم کرنے کے ہیں اور شریعت میں چار رکعتوں والی فرض نمازوں کو دو رکعت پڑھنے کو کہتے ہیں۔ مسافر کے لیئے ظہر و عصر اور عشاء (یعنی چار رکعتوں والی نماز) کو بجائے چار رکعت کے دو رکعت پڑھنا سات شرطوں کے ساتھ جائز ہے۔ سفر کی مسافت سولہ فرسخ (یعنی ۴۸ میل ہاشمی) ہو، انگریزی میل کے حساب سے تقریباً پچاسی میل ہوتے ہیں۔ یہ مسافت ہاتھوں کے حساب سے دو لاکھ اٹھاسی ہزار ہاتھ ہوتے

ہیں (۲) سفر مباح کام کے لیئے ہو کسی گناہ کے لیئے نہ ہو (۳) ایک معیّن جگہ جانے کا قصد ہو اگر جانے کی جگہ متعیّن نہیں ہے تو قصر جائز نہیں (۴) ادا نماز ہو (۵) سلام پھیرنے تک حالت سفر باقی رہے (۶) پوری نماز پڑھنے والے کی اقتدا نہ کی ہو (۷) آخر نماز تک دل میں قصر کی نیت رہے پوری نماز کی نیت یا تردد دل میں نہ ہو۔

دو نمازوں کو جمع کرکے پڑھنے کا بیان

مسافر کے لیئے جائز ہے کہ ظہر اور عصر یا مغرب اور عشاء کی نمازوں کو ایک ساتھ ملا کر دونوں میں سے کسی ایک کے وقت پر جمع کر کے پڑھے اور اسی طرح مقیم کے لیئے بھی جائز ہے۔ جب کبھی بارش وغیرہ لگاتار برس رہی ہو تو ظہر کے ساتھ عصر کو اور مغرب کے ساتھ عشاء کو یعنی پہلی نماز کے وقت میں ملا کر پڑھے۔

حالتِ خوف کی نماز

وَاِذَا کُنْتَ فِیْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ الخ (سورة النساء) (ترجمہ) اور جب تم ان کے درمیان ہو تو قائم رکھو ان کی نماز کو۔

نماز خوف کی تین صورتیں ہیں (۱) جب دشمن قبلہ کے جانب نہ ہو بلکہ کسی دوسری جانب ہو تو امام کو چاہیئے کہ نمازیوں کی دو جماعتیں بنائیں۔ ایک جماعت دشمن کے مقابلہ میں نماز پڑھنے والوں کی حفاظت کے لیئے کھڑی رہے اور دوسری جماعت امام کے پیچھے نماز شروع کرے اور امام کے ساتھ ایک رکعت پڑھ کر باقی دوسری رکعت تنہا ادا کر کے حفاظت کرنے

والوں کی جگہ جا کر حفاظتی امور میں لگ جائے اور جو جماعت دشمن کے مقابلہ میں کھڑی تھی وہ آئے اور امام کی دوسری رکعت میں شامل ہو جائے اور ایک رکعت ادا کرے اور جب امام تشہد کے لیئے بیٹھے تو یہ جماعت امام سے جلسہ میں علیٰحدہ ہو کر دوسری رکعت کے لیئے اٹھ کھڑی ہو جب دوسری رکعت پوری کر کے تشہد پڑھ لے اس وقت تک امام انتظار میں بیٹھا رہے اور پچھلی جماعت کے ساتھ سلام پھیرے (۲) جب دشمن قبلہ کی جانب ہو تو امام نمازیوں کی دو صفیں بنائے اور دونوں صفیں مل کر امام کے ساتھ نماز شروع کریں جب امام پہلی رکعت میں سجدہ کرے تو صرف ایک صف امام کے ساتھ سجدہ کرے اور دوسری صف برابر کھڑی رہ کر دشمن کی روک تھام میں مصروف رہے جب امام سجدہ کر کے اٹھے تو دوسری صف سجدہ کرے اور امام کے ساتھ مل جائے اسی طرح امام دونوں رکعتیں ان سے پوری کرا کے تشہد کے بعد سب کے ساتھ سلام پھیر لے (۳) جب دشمن قریب ہو اور سخت گھمسان کی لڑائی شروع ہو جائے تو جس طرح بن پڑے نماز پڑھ لے۔ سواری پر ہو یا پیدل قبلہ کی طرف منہ رہے یا نہ رہے۔ کیونکہ ایسے وقت میں روبقبلہ ہونا بھی شرط نہیں نیز اس وقت عملِ کثیر سے بھی نماز باطل نہیں ہوتی۔

نمازِ جمعہ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نُودِيَ لِلصَّلٰوةِ مِن يَوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا إِلَىٰ ذِكْرِ اللَّهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ

(ترجمہ) اے ایمان والو! جب نماز جمعہ کے لیئے اذان کہی جاوے تو تم لوگ اللہ کے ذکر کی طرف دوڑو اور خرید و فروخت چھوڑ دو یہ تمہارے لیئے بہتر ہے اگر تم جانو۔

لَّكُمْ إِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُونَ (سورۂ جمعہ)

اس آیت مبارکہ میں ذکر سے مراد نماز جمعہ اور اس کا خطبہ ہے اور دوڑنے سے مقصود نہایت اہتمام سے جانا ہے۔ اس آیت میں تاکید کی گئی ہے کہ جمعہ کی اذان سنیں تو تمام کاروبار دنیوی چھوڑ کر فوراً خطبہ اور نماز کے لیے مسجد میں حاضر ہو جائیں۔ اور یہ (یعنی جمعہ) شعائر اسلام سے ہے اس کا انکار کرنے والا کافر اور بغیر عذر چھوڑنے والا فاسق ہے۔ حدیث میں ہے جس کو امام احمدؒ اور امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

لَقَدْ هَمَمْتُ أَنْ آمُرَ رَجُلًا يُصَلِّيْ بِالنَّاسِ ثُمَّ أُحَرِّقَ عَلٰى رِجَالٍ يَتَخَلَّفُوْنَ مِنَ الْجُمُعَةِ بُيُوْتَهُمْ۔	(ترجمہ) میرا جی چاہتا ہے کہ میں اپنی جگہ کسی کو نماز پڑھانے کے لیے کھڑا کر جاؤں اور ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جمعہ کی نماز کے لیے نہیں آتے۔

دوسری حدیث میں ہے جس کو امام شافعی رحمہ اللہ نے روایت کیا جیسا کہ مشکوٰۃ میں ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مَنْ تَرَكَ الْجُمُعَةَ مِنْ غَيْرِ ضَرُوْرَةٍ كُتِبَ مُنَافِقًا فِيْ كِتَابٍ لَا يُمْحٰى وَلَا يُبَدَّلُ	(ترجمہ) ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے کسی عذر کے بغیر جمعہ ترک کیا تو اس کا نام ایسی کتاب (دفتر) میں منافق لکھا جائے گا جو نہ مٹائی جائے گی اور نہ بدلی جائے گی۔

تیسری حدیث جس کو امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے۔

عَنْ أَبِيْ هُرَيْرَةَ وَابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا أَنَّهُمَا سَمِعَا رَسُوْلَ	(ترجمہ) ابوہریرۃ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ان دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ

اللہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ عَلٰی اَعْوَادِ مِنْبَرِہٖ لَيَنْتَهِيَنَّ اَقْوَامٌ عَنْ وَدْعِهِمُ الْجُمُعَاتِ اَوْ لَيَخْتِمَنَّ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ ثُمَّ لَيَكُوْنُنَّ مِنَ الْغَافِلِيْنَ (رَوَاهُ مُسْلِمٌ)

علیہ وسلم کو منبر پر فرماتے سنا کہ ضرور باز رہیں گے لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ لوگ غفلت میں مبتلا ہو کر رہیں گے۔

جمعہ کی نماز فرض عین ہے۔ اس کے وجوب کے لیے سات شرائط ہیں (۱) مسلمان ہونا (۲) بلوغ (۳) عقل (۴) آزادی (۵) ذکوریت (مرد ہونا) (۶) صحت (یعنی تندرستی) (۷) اقامت (مقیم ہونا)۔ غرض نابالغ، دیوانہ، غلام، عورت، بیمار، مسافر پر جمعہ فرض نہیں۔ اگر یہ لوگ اور لوگوں کیساتھ حاضر ہو کر جمعہ کی نماز پڑھیں تو نماز ہو جائے گی اور ظہر ان کے ذمہ سے ساقط ہو جائے گی۔

نماز جمعہ صحیح ہونے کیلئے سات شرطیں ہیں

(۱) ایسا شہر یا قصبہ ہو جس میں آزاد مکلف چالیس آدمی رہتے ہوں یعنی ان کے مستقل رہائشی مکانات ہوں گرمی یا جاڑے میں بدلتے نہ ہوں۔ (۲) نماز جمعہ پڑھنے والے چالیس سے کم نہ ہوں (۳) ظہر کا وقت ہو (۴) نماز سے پہلے دو خطبے ہوں (۵) نماز جمعہ کی دو رکعتیں پڑھنا اور اس نماز کا جماعت کے ساتھ ادا ہونا (۶) آخر تک چالیس آدمیوں کی تعداد پوری رہنا (۷) شہر یا قصبہ میں ایک مقام پر جمعہ کی نماز پڑھی جائے۔ اگر ایک ہی شہر میں دو جگہ جمعہ کی نماز پڑھی جائے تو جس امام کی تکبیر تحریمہ پہلے ہو گی اس کا جمعہ صحیح ہو گا۔

خواہ وہ قدیم جمعہ ہو یا جدید اور دوسرا جمعہ باطل ہوگا اور ان پر ظہر کی نماز کا اعادہ لازم ہے۔ اگر ایک مسجد شہر کے پورے مجمع کے لیئے کافی نہ ہو تو اس صورت میں بقدر ضرورت متعدد جگہوں میں جمعہ کی نماز پڑھی جا سکتی ہے

دونوں خطبوں میں پانچ ارکان ہیں

(۱) اللہ کی حمد کرنا یعنی اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ کہنا۔ (۲) حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا اسم ظاہر کے ساتھ یعنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام مبارک لے کر مثلاً اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہنا یا صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّدٍ کہنا اس کے بجائے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلَیْہِ یا صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ کہے تو کافی نہیں (۳) دونوں خطبوں میں تقویٰ یعنی لوگوں کو خدا سے ڈرنے اور پرہیزگار بننے کی نصیحت کرنا (۴) دونوں خطبوں میں سے کسی ایک خطبہ میں قرآن شریف کی ایک آیت پڑھنا لیکن پہلے خطبے میں پڑھنا افضل ہے (۵) دوسرے خطبہ میں مؤمنین و مومنات کے لیئے مغفرت کی دعا کرنا جیسے اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ کہنا اس دعا کو پہلے خطبہ میں پڑھا جائے تو شمار نہ ہوگا۔

خطبے کی شرائط

(۱) دونوں خطبے عربی زبان میں ہوں (۲) ظہر کے وقت پڑھے جائیں اور نماز سے پہلے ہوں (۳) دونوں خطبوں کو کھڑے ہو کر پڑھنا مگر عذر کی حالت میں (کھڑے ہو کر پڑھنا شرط نہیں) بیٹھ کر پڑھنا جائز ہے (۴) پہلا خطبہ پڑھ کر کم سے کم بقدر طمانینت ٹھہرنا بیٹھنا چاہیئے اور اکمل یہ ہے کہ سورۂ اخلاص پڑھنے کی مقدار ٹھہرنا چاہیئے۔ اگر نہ بیٹھے تو دونوں خطبے ایک ہی

خطبہ شمار ہوں گے۔ پھر دوسرا خطبہ پڑھنا ضروری ہوگا۔ (۵) خطبہ اتنی بلند آواز سے پڑھا جائے کہ جن لوگوں پر جمعہ واجب ہے ان میں سے کم از چالیس آدمی دونوں خطبوں کے ارکان سن سکیں (۶) دونوں خطبوں کے درمیان موالات ہونا چاہیئے اور وہ اس طرح پے در پے پڑھے جائیں کہ ان کے درمیان زیادہ فصل نہ ہو (۷) خطیب حدثِ اصغر اور حدثِ اکبر دونوں سے پاک ہو (۸) کپڑا اور خطبہ کی جگہ پاک ہو (۹) ستر عورت

خطبہ کے آداب اور جمعہ کی سنتیں

خطیب دونوں خطبے منبر پر کھڑا ہو کر پڑھے اگر منبر نہ ہو تو کسی اونچی جگہ کھڑا ہو کر پڑھے اور جب منبر کے پاس پہنچے تو سامنے بیٹھے ہوئے لوگوں کو سلام کرے پھر منبر پر کھڑا ہو کر ان کی طرف منہ کر کے اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کر بیٹھ جائے۔ مؤذن اس کے سامنے اذان جب مؤذن اذان سے فارغ ہو جائے تو خطیب مصلیوں کی طرف رخ کر کے کھڑا ہو جائے اور خطبہ پڑھے، خطبے کے وقت اپنے بائیں ہاتھ میں عصا (لاٹھی) یا تلوار رکھے اور دایاں ہاتھ منبر پر رکھے خطبہ نہایت بلیغ اور ایسا عام فہم ہو کہ جو ذرہ بھر بھی عربی جانتا ہو تو اس کی سمجھ میں آسکے نیز خطبہ مختصر بھی ہو طویل نہ ہو حدیث شریف میں ہے۔

عَنْ عَمَّارِ بْنِ یَاسِرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ طُوْلَ صَلٰوۃِ الرَّجُلِ وَقِصَرَ

(ترجمہ) عمار بن یاسرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ سنا میں نے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے نماز کا طول دینا اور خطبہ کو مختصر کرنا انسان کی سمجھ کی نشانی ہے

خُطْبَتِهِ مَئِنَّةٌ مِنْ فِقْهِهِ

(رواہ مسلم) (امام مسلم نے روایت کیا ہے)

نیز دوسری روایت ہے جس کو امام مسلم ہی نے روایت کیا ہے۔

اَطِيْلُوا الصَّلٰوةَ وَاَقْصِرُوا الْخُطْبَةَ (ترجمہ، نماز کو طول دو اور خطبہ کو مختصر کرو۔

جمعہ کی پہلی رکعت میں (سورہ فاتحہ کے بعد) سورۃ الجمعہ یا سورۃ الاعلیٰ اور دوسری رکعت میں (سورۃ فاتحہ کے بعد) سورۃ المنافقون یا سورۃ الغاشیہ پڑھنا سنت ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ يَقْرَأُ فِيْ صَلٰوةِ الْجُمُعَةِ سُوْرَةَ الْجُمُعَةِ وَالْمُنَافِقِيْنَ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) عبد اللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کی نماز میں سورۃ جمعہ اور سورۃ منافقون پڑھتے تھے۔ (امام مسلم نے روایت کیا ہے)

اور امام مسلمؒ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔

عَنِ النُّعْمَانِ ابْنِ بَشِيْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ يَقْرَأُ فِي الْعِيْدَيْنِ وَفِي الْجُمُعَةِ بِسَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى وَهَلْ اَتَاكَ حَدِيْثُ الْغَاشِيَةِ۔

(ترجمہ) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) عیدین اور جمعہ کی نماز میں سبح اسم ربک الاعلیٰ اور ہل اتاک حدیث الغاشیہ پڑھتے تھے۔

ظہر کے برخلاف جمعہ کی نماز میں قرأت جہراً پڑھنا چاہیئے۔ خطبہ کے وقت سامعین کا خاموش رہنا مستحب ہے اور بات کرنا مکروہ ہے (ائمہ ثلاثہ حضرت امام ابوحنیفہ، امام مالک اور امام احمد ابن حنبل رحمہم اللہ کے نزدیک خطبہ کے وقت بات کرنا حرام ہے) مسجد میں داخل ہوتے وقت

خطبہ ہو رہا ہو تو صرف تحیۃ المسجد کی دو رکعتیں پڑھ لے حدیث میں ہے جس کو امام احمد، امام مسلم اور ابو داؤد نے روایت کیا ہے۔

إِذَا جَاءَ أَحَدُكُمْ يَوْمَ الْجُمُعَةِ وَالْإِمَامُ يَخْطُبُ فَلْيَرْكَعْ رَكْعَتَيْنِ وَلْيَتَجَوَّزْ فِيهِمَا

(ترجمہ) جب تم میں سے کوئی آجائے جمعہ کے دن اور امام خطبہ پڑھ رہا ہو تو دو رکعتیں تحیۃ المسجد پڑھ لے اور اس میں اختصار اور تخفیف کرے۔

امام بخاری رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں۔

عَنْ جَابِرِ بْنِ عَبْدِ اللهِ قَالَ جَاءَ رَجُلٌ وَالنَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَخْطُبُ النَّاسَ يَوْمَ الْجُمُعَةِ فَقَالَ أَصَلَّيْتَ يَا فُلَانُ قَالَ لَا قَالَ قُمْ فَارْكَعْ

(ترجمہ) جابر بن عبد اللہ سے مروی ہے کہ انہوں نے کہا آیا ایک شخص جمعہ کے دن اور (حضرت) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے آپ نے (اس آنے والے سے) پوچھا اے فلاں تو نے نماز (تحیۃ المسجد) پڑھی، کہا نہیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اٹھ دو رکعتیں پڑھ۔

دو رکعت تحیۃ المسجد کے سوا دوسری کوئی نماز (خواہ وہ فائتہ نماز ہو یا اور کوئی) خطبہ کے وقت پڑھنا جائز نہیں اگر کسی نے پڑھا تو صحیح نہ ہوگی جمعہ کے لیے اچھے کپڑے پہننا، سفید ہوں تو افضل ہے۔ جس شخص پر جمعہ فرض ہو تو اسے جمعہ کی فجر کے بعد سے اختتامِ نمازِ جمعہ تک سفر کرنا حرام ہے لیکن اگر اسے یقین ہو کہ راستے میں کسی جگہ جمعہ پڑھ سکے گا یا اسے اس دن سفر نہ کرنے کی وجہ سے سخت ضرر پہنچنے کا خوف ہو یا اپنے رفیقوں سے پیچھے رہ جانے کی وجہ سے وحشت اور تنہائی کا اندیشہ ہو تو ایسی صورت میں سفر کرنا جائز ہے۔ جمعہ کے فجر کی نماز کی پہلی رکعت میں سورۃ الٓمٓ تنزیل السَّجْدَة اور دوسری رکعت میں سورۃ هَلْ أَتٰى عَلَى الْإِنْسَانِ (یعنی سورۂ دہر)

پڑھنا مستحب ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ كَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقْرَاُ فِی الْجُمُعَةِ فِیْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ الٓمّٓ تَنْزِیْلُ السَّجْدَةِ وَهَلْ اَتٰی عَلَی الْاِنْسَانِ (متفق علیہ)

(ترجمہ) ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمعہ کے دن فجر کی نماز میں الم تنزیل السجدۃ اور دوسری رکعت میں ہل اتی علی الانسان (یعنی سورہ دہر) پڑھتے تھے۔ (اس حدیث کو امام بخاری اور مسلم رحمہا اللہ نے روایت کیا ہے)

عیدین کی نماز

عیدین کے لیے مسواک کرنا، غسل کرنا، عمدہ لباس پہننا (افضل لباس سفید ہے)، خوشبو لگانا سنت ہے۔ عیدین کے غسل کا وقت نصف شب کے بعد سے شروع ہوتا ہے۔ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی نماز دو دو رکعتیں ہیں۔ ان دونوں عیدوں کی نمازیں سنت مؤکدہ (اور حنفی مذہب میں واجب) ہیں ان نمازوں کا وقت طلوع آفتاب کے بعد سے زوال تک ہے۔ لیکن آفتاب ایک نیزہ (دیکھنے میں سات گز) کے برابر بلند ہونے کے بعد یعنی طلوعِ آفتاب کے بیس منٹ بعد پڑھنا افضل ہے اور عیدین کی نماز مسجد میں ادا کرنا مسنون ہے۔ اگر مسجد اتنی وسیع نہ ہو جو شہر بھر کے نمازیوں کے لیے کافی ہو سکے تو صحرا (عیدگاہ) افضل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ منورہ میں تشریف آوری کے بعد مسجد نبوی میں (اس وقت) جگہ ناکافی ہونے یا بارش کی وجہ سے ایک مرتبہ کے سوا ہمیشہ کے لیے میدان میں نماز عیدین ادا کی گئی۔ نماز عید الفطر کی نسبت نماز عید الاضحیٰ کچھ جلد پڑھنا بہتر ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ

مرسلاً روایت کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے عمر بن حزم کو جب کہ وہ نجران میں تھے لکھا تھا عَجِّلِ الْاَضْحٰی وَ اَخِّرِ الْفِطْرَ وَ ذَکِّرِ النَّاسَ (عید الاضحیٰ میں جلدی کرو اور عید الفطر میں تاخیر کرو اور لوگوں کو نصیحت کرو) نماز سے فارغ ہو کر وسعت ہو تو قربانی کرنا سنت مؤکدہ ہے۔ قربانی کا وقت آفتاب طلوع ہو کر دو رکعت نماز عید اور دو خطبے پڑھے جتنا وقت گذرنے کے بعد سے شروع ہو کر آخر ایام تشریق (یعنی تیرہ ذی الحجہ) کے دن غروب آفتاب تک ہے اور سنت ہے اپنی قربانی کا جانور خود ذبح کرنا اور اس کے جگر کا کچھ حصہ کھانا اور نماز عید الفطر میں تھوڑی تاخیر کرنا اور نماز سے قبل کچھ میٹھا کھا لینا سنت ہے۔ اور عید الاضحیٰ میں جلدی کرنا بہتر ہے۔ مسجد یا عیدگاہ کو آنے اور جانے میں راستہ بدلنا یعنی جانے کے وقت دور کے راستہ پیادہ جانا اور آنے کے وقت نزدیک کے راستے سے واپس ہونا مسنون ہے۔ اس لیئے کہ ہر طرف اسلام کی شان و شوکت کا اظہار ہو۔ عید کی نماز کے لیئے نہ اذان ہے نہ اقامت اس لیئے کہ نماز عید آبادی کے باہر میدان میں ہوتی ہے۔ وہاں اذان کی ضرورت نہیں پڑتی اور وہاں پر آگے سے لوگ جمع رہتے ہیں اس لیئے اقامت کی بھی ضرورت نہیں۔ غسل کر کے صبح سویرے عید کے مقام پر پہنچ جانا اور نماز کے لیئے انتظار کرنا مسنون ہے لیکن امام کا نماز کے وقت آنا۔ عید کے آگے یا پیچھے کوئی سنت نماز نہیں۔ امام کے لیئے نفل پڑھنا مکروہ ہے اور مقتدی جو پہلے سے آکر بیٹھے رہتے ہیں نفل پڑھیں تو مکروہ نہیں۔ اس لیئے کہ اس کی ممانعت کی کوئی خاص دلیل نہیں۔ عید الفطر کی نماز کے لیئے نیت اس طرح کرے۔

اُصَلِّیْ سُنَّۃَ عِیْدِ الْفِطْرِ رَکْعَتَیْنِ اَدَاءً لِلّٰہِ تَعَالٰی مَعَ الْاِمَامِ (ترجمہ) عید الفطر کی دو رکعت سنت نماز ادا پڑھتا ہوں امام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لیئے اللہ اکبر۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ

عیدالاضحیٰ کی نماز کی نیت میں عیدالفطر کی جگہ عیدالاضحیٰ کہے اور دونوں نمازوں کی پہلی رکعت میں تکبیر تحریمہ کے بعد سات تکبیریں اس طرح کہے کہ ہر تکبیر میں ہاتھوں کو اٹھا کر سینے کے نیچے باندھے اور کہے۔

سُبْحَانَ اللّٰہِ وَ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اللّٰہُ اَکْبَرُ (ترجمہ) پاک ہے اللہ اور سب تعریف اللہ کے لیئے ہے اور نہیں ہے کوئی معبود برحق۔ مگر اللہ اور اللہ سب سے بڑا ہے۔

اور دوسری رکعت میں قیام کے بعد پانچ تکبیر کہے۔ پہلی رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ ق یا سورۃ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّکَ الْاَعْلٰی اور دوسری رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ اِقْتَرَبَتْ یا سورۃ غَاشِیَہ پڑھے اس لیئے کہ ان چاروں سورتوں میں مبدأ (انسان کی پیدائش کا آغاز اور معاد) (قیامت کے دن) خدا کے یہاں واپسی، حساب، اعمال، گناہوں اور نافرمانیوں پر خدا کی گرفت کی سختی اور دوزخ کا ذکر ہے، طاعت و ذکر الٰہی پر ثواب و درجات اور جنت کا بیان یہ تمام امور مجمع عظیم میں سناکر ان کے دلوں میں اللہ کا خوف اور اس کی طرف شوق پیدا کرنے کے لیئے بے حد مفید ہیں، نماز کے بعد خطیب دو خطبے پڑھے، پہلا خطبہ نو تکبیریں کہہ کر اور دوسرا خطبہ سات تکبیریں کہہ کر شروع کرے۔ عیدالفطر میں زکوٰۃ فطرہ کے احکام اور عیدالاضحیٰ میں قربانی کے احکام بیان کرے اور دونوں عید کی راتوں میں غروب آفتاب کے بعد سے لیکر عید کی نماز شروع ہونے تک ہر شخص گھر میں مسجد میں، راستوں میں، بازاروں میں جمع ہو کر یا تنہا بھی مسافر ہو یا مقیم، جس حال میں بھی جس مقام پر بھی ہو بلند آواز سے تکبیر پڑھتا

رہے لیکن حاجیوں کے لیے ان کا ذکر تلبیہ (یعنی لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ الخ) پکارنا ہے اور عید الاضحیٰ میں نویں تاریخ ذی الحجہ کی صبح کی نماز کے بعد سے پانچویں روز کی (یعنی ۱۳ ماہ ذی الحجہ کی) عصر تک ہر نماز کے بعد تکبیر کہنا سنت ہے۔ تکبیر یہ ہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

(ترجمہ) اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اسی کے لیے ہے سب تعریف۔

اگر زیادہ کہنا چاہے تو یہ کہے۔

اَللّٰہُ اَکْبَرُ کَبِیْرًا وَّالْحَمْدُ لِلّٰہِ کَثِیْرًا وَّسُبْحَانَ اللّٰہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِیَّاہُ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ وَلَوْ کَرِہَ الْکَافِرُوْنَ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ صَدَقَ وَعْدَہٗ وَنَصَرَ عَبْدَہٗ وَاَعَزَّ جُنْدَہٗ وَھَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ

(ترجمہ) اللہ سب سے بڑا ہے بزرگی میں اور ہر قسم کی ستائش اللہ کے لیے ہے اور میں پاکی بیان کرتا ہوں پاکی بیان کرنے کے طور پر صبح و شام (و ہر وقت) کہ نہیں ہے کوئی معبود بندگی کے قابل اللہ کے سوا، اور ہم نہیں بندگی کرتے مگر اس کی سچے دل سے فرمانبردار ہو کر اگرچہ کہ کافروں کو ناگوار گذرے، نہیں ہے کوئی لائق بندگی سوا اللہ کے وہ ایک ہے اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور مدد کی اپنے بندے کی اور عزت بخشی غالب کیا اپنے لشکر کو، تنہا اس نے شکست دی کافروں کی فوجوں کو نہیں کوئی لائق بندگی کے سوا اللہ کے، وہ سب سے بزرگ ہے، اللہ سب سے بڑا ہے اور اسی کو سزاوار ہے ہر قسم کی ستائش

کسوف وخسوف

حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ چاند اور سورج دونوں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔ کسی کے مرنے یا جینے سے ان کو گرہن نہیں ہوتے جب ان کو گرہن لگے تو تم اللہ سے دعا کرو اور نماز پڑھو یہاں تک کہ وہ صاف ہو جائیں آفتاب کو یا چاند کو گرہن لگے تو دو رکعت پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ ہر رکعت میں دو مرتبہ قیام اور دو مرتبہ رکوع اور لمبی سورتیں پڑھے۔ رکوع و سجود میں دیر تک تسبیح پڑھے چاند گرہن کی نماز بآواز بلند اور سورج گرہن کی نماز آہستہ پڑھے۔ اس کی نیت یہ ہے۔

أُصَلِّي سُنَّةَ كُسُوْفِ الشَّمْسِ رَكْعَتَيْنِ لِلّٰهِ تَعَالٰى مَعَ الْإِمَامِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ

(ترجمہ) میں آفتاب گرہن کی دو رکعت سنت نماز پڑھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے امام کے ساتھ اللہ اکبر۔

اگر چاند گرہن کی نماز ہو تو مذکورہ نیت میں (کسوف الشمس کے بجائے) خُسُوْفِ الْقَمَرِ کہے اور اردو میں آفتاب گرہن کے بجائے چاند گرہن کہے باقی الفاظ دونوں کے یکساں ہوں۔ چاند گرہن ہو یا آفتاب گرہن نماز سے فارغ ہونے کے بعد امام عیدین کی طرح دو خطبے پڑھے۔ امام محی الدین نووی رحمہ اللہ نے المجموع شرح المہذب میں لکھا ہے کہ سورج اور چاند گرہن کی نماز استسقاء کی نماز سے افضل ہے۔ کیونکہ استسقاء کی نماز طلب رزق کے لیے ہوا کرتی ہے اور یہ نمازیں خاص خدائے تعالیٰ کیلئے پڑھی جاتی ہیں۔

نمازِ استسقاء

طلب بارش کی نماز سنت مؤکدہ ہے۔ جب بارش نہ برسے تو مسنون ہے کہ حاکم یا قاضی سب مقامی مسلمانوں کو توبہ و استغفار اور باہمی حقوق (یعنی کسی کا حق کسی کے ذمہ میں ہو تو) ادا کرنے اور تین روز تک روزہ رکھنے کا حکم دے۔ چوتھے روز سب مقامی مسلمان نماز کے لیئے شہر سے باہر نکلیں۔ حاکم یا قاضی سب کو لے کر عید کی طرح دو رکعت نماز پڑھے۔ نماز سے فارغ ہو کر امام دو خطبے پڑھے لیکن ہر خطبہ میں تکبیر کے بجائے اَسْتَغْفِرُ اللّٰہ کہے۔

جنازہ

جب کوئی مسلمان مرجائے تو اس کو نہلانا، کفنانا، نمازِ جنازہ پڑھنا اور دفن کرنا۔ یہ چار چیزیں فرض کفایہ ہیں۔ جب کسی انسان کی روح نکلنے کے قریب پہنچے یعنی ساعت مقررہ آجائے جو سب کو پیش آنے والی ہے تو وہ وقت بڑا نازک ہوتا ہے۔ انسان کو تھوڑی سی تکلیف ہوتی ہے تو پریشان ہوتا ہے۔ یہ تو جان نکلنے کا وقت ہے۔ ایسے وقت میں سمجھدار آدمی پاس ہونا چاہیئے تاکہ مرنے والے کی حالت سمجھے اور مرنے والے کو داہنی کروٹ پر لٹا کر اس کا منہ قبلہ کی طرف کر دے اور تھوڑا تھوڑا پانی اس کے منہ میں ڈالے۔ مرنے والا جتنا ہو سکے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کہتا رہے اگر وہ نہ کہے تو حاضرین میں سے کوئی ایک اس کو یاد دلا کر آہستہ اور نرمی سے تلقین کرتا رہے اس لیئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

مَنْ کَانَ اٰخِرُ کَلَامِہٖ لَا اِلٰہَ اِلَّا (ترجمہ) جس کا آخر کلام لا الٰہ الا اللہ ہوگا وہ جنت

اللہ دَخَلَ الْجَنَّۃَ (رواہ احمد) میں داخل ہوگا۔ (امام احمد رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے)

دوسری ایک حدیث میں آیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا۔

لَقِّنُوْا مَوْتَاکُمْ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ (رواہ مسلم) (ترجمہ) تم اپنے مرنے والوں کو لا الٰہ الا اللہ کی تلقین کرو۔ (امام مسلمؒ نے روایت کیا ہے)

اگر اس کی زبان سے کلمہ نہ نکلے دل میں تلقین کا اثر ضرور ہوگا۔ اگر ایک مرتبہ اس نے کلمہ پڑھ لیا تو پھر خاموش رہو کلمہ پر خاتمہ ہونے کے لیئے یہی کافی ہے۔ البتہ اگر کلمہ پڑھنے کے بعد کچھ دنیاوی بات کرے تو پھر اس کے پاس بیٹھ کر کلمہ پڑھاؤ، جب وہ پڑھے تو خاموش ہو جاؤ اس لیئے کہ آخر کلام اس کے منہ سے کلمہ نکلے اور کوئی حاضرین میں سے اس کے پاس بیٹھ کر سورۂ یٰسین اور سورۂ رعد پڑھے اس لیئے کہ ان سورتوں کے پڑھنے سے مرنے والے کی روح نکلنے میں آسانی ہو جاتی ہے۔ مرنے والا جب مرجائے تو اس کی آنکھیں بند کر دی جائیں اور کپڑے کی چوڑی پٹی لے کر اس کے منہ کو ٹھوڑی کے نیچے باندھ دے تاکہ اس کا منہ کھلا نہ رہ جائے اور اس کے ہر جوڑ کو ہلا کر نرم کر دے تاکہ نہلانے اور کفنانے میں آسانی ہو اس لیئے کہ روح نکلنے کے بعد بدن میں کسی قدر گرمی رہتی ہے۔ اعضا اس وقت نرم کر دیئے گئے تو نرم ہو جاتے ہیں ورنہ بعد میں نرم کرنا مشکل ہو جاتا ہے اور جن کپڑوں میں موت واقع ہوئی ہے ان کپڑوں کو اتار دے اور ہلکا کوئی کپڑا اس پر اس طرح اوڑھا دے کہ ایک سرا اس کے سر کے نیچے ہو اور دوسرا سرا اس کے پیروں کے نیچے تاکہ اس کے بدن کا کوئی حصہ کھلا نہ رہے، پھر کفن و دفن کے سامان میں جلدی کرے۔ اگر میت پر قرض ہو تو اس کی ادائیگی میں جلدی کی جائے۔ ترمذیؒ نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت

کیا ہے کہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

نَفْسُ الْمُؤْمِنِ مُعَلَّقَةٌ بِدَيْنِهِ حَتّٰى يُقْضٰى عَنْهُ (ترجمہ) مومن کی روح اس کے قرض کے ساتھ معلق رہتی ہے یہاں تک کہ اس کا قرض اس کی طرف سے ادا کیا جائے۔

یعنی قرضدار کی روح جنت میں داخل نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس کا قرض اس کی طرف سے ادا کر دیا جائے۔

غسل میت

میت کا اقل غسل یہ ہے کہ میت کے بدن پر نجاست ہو تو دور کی جائے اور اس کا سارا بدن ایک بار پانی سے دھو دیا جائے۔ سنت یہ ہے کہ میت کو نہلانے والا نیت کرے۔ نیت یہ ہے کہ میں نیت کرتا ہوں اس میت کے غسل کی ادائیگی کی نَوَيْتُ اَدَاءَ الْغُسْلِ عَنْ هٰذَا الْمَيِّتِ۔ غسل خلوت میں دیا جائے۔ غسل دینے والا اور اس کو مدد دینے والا میت کے ولی کے سوا بغیر ضرورت کے دوسرا کوئی وہاں پر نہ رہے۔

میت کو غسل دینے کا طریقہ

غاسل (نہلانے والا) میت کو کسی اونچی جگہ اس طرح بٹھائے کہ میت اپنے پیچھے کی جانب جھکی ہوئی ہو اور اپنا دایاں ہاتھ میت کے دونوں کندھوں کے درمیان اس طرح رکھے کہ انگوٹھا میت کی گدی کے پیچھے ہو پھر اپنے بائیں ہاتھ سے اس کے پیٹ کو کئی بار اس طرح ملے کہ اگر اس میں فضلہ ہو تو نکل جائے۔ پھر اسے چت لٹائے اور اپنے بائیں ہاتھ پر کپڑا لپیٹ کر اس

کی دونوں شرمگاہوں کو دھوئے اور اس کپڑے کو پھینک کر اپنے ہاتھ کو اچھی طرح دھو ڈالے، پھر اسی ہاتھ پر دوسرا کپڑا لپیٹ لے اور اپنی شہادت کی انگلی سے اس کے دانتوں اور ناک کو صاف کرلے، اگر میت کے ناخن کے نیچے اور کان وغیرہ کے سوراخوں میں کچھ میل نظر آتا ہو تو اس کو تنکوں وغیرہ سے دور کرے پھر میت کو وضو کرائے۔ میت کو وضو کرانے کیلئے غاسل کو نیت کرنا واجب ہے نیت یہ ہے نَوَیْتُ الْوُضُوْءَ الْمَسْنُوْنَ لِهٰذَا الْمَیِّتِ (ترجمہ میں اس میت کو وضوء مسنون کرانے کی نیت کرتا ہوں) نیت کے بعد میت کا آدھا بدن دائیں جانب کا گردن سے قدموں تک، پھر بائیں طرف کا آدھا بدن گردن سے قدموں تک دھوئے، پھر میت کو بائیں طرف پھرا کر اس کی دائیں جانب گردن اور پیٹھ کے پیچھے سے پاؤں تک دھوئے، پھر میت کو پھرا کر بائیں طرف کا بدن اسی طرح دھوئے۔ یہ سب ایک مرتبہ ہوا اس طرح میت کو تین مرتبہ نہلانا سنت ہے۔ پہلی مرتبہ دھونے میں بیری کے پتے استعمال کرے، پھر سادہ پانی سے تین بار سر سے پاؤں تک دھوئے، آخر میں خالص پانی سے (جس میں تھوڑا سا کافور ملایا گیا ہو) میت کے سارے جسم کو دھوئے۔ شیخ المذہب امام محی الدین نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب منہاج الطالبین میں لکھا ہے کہ غسل دینے والا امانت دار ہو۔ اگر میت میں کوئی اچھی نشانی دیکھے تو اسے بیان کرے۔ اگر کوئی بری نشانی دیکھے تو پردہ پوشی کرے۔ البتہ اگر اس کے اظہار میں کوئی مصلحت ہو مثلاً وہ بدعتی ہو یا ظالم تو غسل دینے والے کو روا ہے کہ ایسی میت کی آنکھوں کا کرنجی ہونا یا چہرہ کا سیاہ ہونا یا اسی قسم کی نشانی جو دیکھی ہو اس کا لوگوں میں چرچا کرے تاکہ دوسروں کو بدعت اور ظلم سے عبرت ہو۔

کفن پہنانا

زندگی میں جن کپڑوں کا پہننا جائز ہے انہی کپڑوں میں کفنانا جائز ہے لیکن سفید کپڑا مستحب ہے اور دھویا ہوا سوتی کپڑا افضل ہے۔ کم سے کم کفن ایک ایسا کپڑا ہے جو سارے بدن کو ڈھانک سکے اور اکمل کفن مرد کیلئے تین لفافے (چادریں) ہیں جو میت کے سارے جسم کو چھپادیں۔ امام بخاری و مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا ہے، حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

كُفِّنَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي ثَلَاثَةِ أَثْوَابٍ بِيضٍ سُحُولِيَّةٍ مِنْ كُرْسُفٍ لَيْسَ فِيهَا قَمِيصٌ وَلَا عِمَامَةٌ" (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(ترجمہ) کفن دیا گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تین سفید کپڑوں میں نہ اس میں قمیص تھی اور نہ عمامہ (پگڑی) (متفق علیہ)

مرد کے لیے قمیص اور عمامہ زائد کریں تو جائز ہے اور عورت کے لیے پانچ کپڑے یعنی دو چادریں ایک ازار (تہبند) ایک اوڑھنی اور ایک قمیص (کفنی) چاہیئے۔ کفن پہنانے کی ترکیب یہ ہے کہ اگر میت مرد کی ہو تو اول ایک چادر بچھائیں اور اس پر خوشبو چھڑکیں، پھر اس پر دوسری اور تیسری چادر بچھا کر ہر ایک پر کافور چھڑکیں، اس کے بعد میت کو اس پر لٹا کر ہر ایک چادر کو پہلے میت کے بائیں جانب سے لپیٹ لیں پھر دائیں جانب سے، اس کے بعد کفن کے دونوں سرے باندھ دیں اور اگر میت عورت کی ہو تو اسے پہلے تہبند باندھیں اور کفنی پہنائیں پھر سر کے بالوں کو دو حصوں میں تقسیم کر کے اوڑھنی پہنائیں، اس کے بعد مذکورہ ترتیب سے دونوں چادریں لپیٹ دیں اور کفن

کے دونوں سرے کس کر باندھیں، سینے پر چوڑا بند باندھا جائے، البتہ ضرورت کے موقع پر جیسا بھی کپڑا میسر آجائے وہی کفن ہو سکتا ہے۔

نمازِ جنازہ

جنازہ کی نماز ہجرت کے پہلے سال مدینہ طیبہ میں شروع کی گئی۔ نمازِ جنازہ کے سات رکن ہیں: (۱) نیت کرنا اس طرح کہ میں فرض نمازِ جنازہ پڑھتا ہوں اس میت پر چار تکبیروں سے امام کے ساتھ اَللّٰہُ اَکْبَرُ عربی میں اس طرح نیت کرے۔ اُصَلِّیْ فَرْضَ صَلٰوۃِ الْجَنَازَۃِ عَلٰی ھٰذَا الْمَیِّتِ بِاَرْبَعِ تَکْبِیْرَاتٍ مَعَ الْاِمَامِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ۔ نیت میں فرض کا ذکر کرنا ضروری ہے۔ کفایہ کا ذکر کرنا لازمی نہیں ہے میت موجود ہو تو اس کا نام لے کر تعین کرنا ضروری نہیں اور نہ میت کو پہچاننا ضروری ہے بلکہ معمولی تمیز کافی ہے (۲) قیام یعنی کھڑا ہو سکنے والے پر کھڑا ہونا فرض ہے (۳) چار بار تکبیر کہنا۔ سنّت ہے ہر تکبیر پہ رفع یدین کرے، چار مرتبہ سے زیادہ تکبیر کہی تو نماز باطل نہ ہوگی عمداً کہے یا سہواً۔ اگر امام زیادہ تکبیر مثلاً پانچ یا چھ مرتبہ کہے تو مقتدی ان زیادہ تکبیروں میں اس کی اقتدا نہ کرے بلکہ سلام پھیرے یا اس کا انتظار کرے۔ زائد تکبیرات میں اقتدا کرنے سے مقتدی کی نماز باطل نہیں ہوگی (۴) سورۂ فاتحہ چاروں تکبیروں میں سے کسی ایک تکبیر کے بعد پڑھنا، لیکن افضل یہ ہے کہ پہلی تکبیر کے بعد سورۂ فاتحہ پڑھے۔ سورۂ فاتحہ سے پہلے تعوذ پڑھے (۵) دوسری تکبیر کے درود پڑھے۔ اور کم سے کم درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ اور اکمل درود اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا اِبْرَاھِیْمَ وَبَارِکْ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ

وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى آلِ سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ۔ (۶) تیسری تکبیر کے بعد میت کے لیے کم سے کم اتنی دعاء کرنا چاہیے جس پر دعاء کا اطلاق ہو سکے جیسے اَللّٰهُمَّ ارْحَمْهُ (یا اللہ اس پر رحم فرما) یا اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهٗ (یا اللہ اس کی مغفرت فرما)

اور مکمل دعاء یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لِحَيِّنَا وَمَيِّتِنَا وَشَاهِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِيْرِنَا وَكَبِيْرِنَا وَذَكَرِنَا وَاُنْثَانَا اَللّٰهُمَّ مَنْ اَحْيَيْتَهٗ مِنَّا فَاَحْيِهٖ عَلَى الْاِسْلَامِ وَمَنْ تَوَفَّيْتَهٗ مِنَّا فَتَوَفَّهٗ عَلَى الْاِيْمَانِ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلَهَا وَارْحَمْهَا وَعَافِهَا وَاعْفُ عَنْهَا وَاَكْرِمْ نُزُلَهَا وَوَسِّعْ مُدْخَلَهَا وَاغْسِلْهَا بِالْمَاءِ وَالثَّلْجِ وَالْبَرَدِ وَنَقِّهَا مِنَ الْخَطَايَا كَمَا يُنَقَّى الثَّوْبُ الْاَبْيَضُ مِنَ الدَّنَسِ وَاَبْدِلْهَا دَارًا خَيْرًا مِّنْ دَارِهَا وَاَهْلًا خَيْرًا مِّنْ اَهْلِهَا وَزَوْجًا خَيْرًا مِّنْ زَوْجِهَا وَاَدْخِلْهُ الْجَنَّةَ وَاَعِذْهُ مِنْ عَذَابِ

(ترجمہ) اے اللہ ان کی مغفرت فرما جو ہم میں سے زندہ ہیں اور جو ہم میں سے مر گئے ہیں اور جو ہم میں سے حاضر ہیں اور جو ہم میں سے غائب ہیں اور جو ہم میں سے چھوٹے ہیں اور جو ہم میں سے بڑے ہیں اور جو ہم میں سے مرد ہیں اور جو ہم میں سے عورتیں ہیں۔ اے اللہ! تو ہم میں سے جس کو زندہ رکھنا چاہے اسے اسلام پر زندہ رکھ اور ہم میں سے جسے موت دینا چاہے ایمان پر موت دے۔ اے اللہ اس کو بخش دے اور اس پر رحم فرما اس کو عذاب سے معاف رکھ اور اس کے گناہ معاف فرما اور اس کی اچھی مہمانی کر اور اس کے داخل ہونے کی جگہ وسیع کر دے اور اس کے گناہوں کو پانی اور برف اور اولوں سے دھو ڈال۔ اور اس کو تمام خطاؤں سے پاک وصاف کر جس طرح سفید کپڑا میل کچیل سے صاف کیا جاتا ہے اور اس کے گھر سے بہتر گھر عطا فرما اور ایسے اہل (احباب)

الْقَبْرِ وَمِنْ عَذَابِ النَّارِ	جو اس کے اہل سے اچھے ہوں اور ایسی بیوی جو اس کی بیوی سے اچھی ہو عطا فرما اور اس کو جنت میں داخل کر اور اس کو قبر کے عذاب سے اور دوزخ کے عذاب سے محفوظ رکھ۔

صحیح مسلم میں عوف ابن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک جنازہ کی نماز پڑھائی تو مجھ کو دعا حضرت کو پڑھتے سن کر میں نے تمنا کی کاش یہ میت میں ہوتا۔ پھر یہ دعا پڑھے

اَللّٰهُمَّ هٰذَا عَبْدُكَ وَابْنُ عَبْدَيْكَ خَرَجَ مِنْ رَوْحِ الدُّنْيَا وَسَعَتِهَا وَمَحْبُوبُهُ وَاَحِبَّائُهُ فِيْهَا اِلٰى ظُلْمَةِ الْقَبْرِ وَمَا هُوَ لَاقِيْهِ كَانَ يَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ وَحْدَكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ وَاَنَّ سَيِّدَنَا مُحَمَّدًا عَبْدُكَ وَرَسُوْلُكَ وَاَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ اَللّٰهُمَّ اِنَّهٗ نَزَلَ بِكَ وَاَنْتَ خَيْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ وَاَصْبَحَ فَقِيْرًا اِلٰى رَحْمَتِكَ وَاَنْتَ غَنِيٌّ عَنْ عَذَابِهٖ وَقَدْ جِئْنَاكَ رَاغِبِيْنَ اِلَيْكَ شُفَعَاءَ لَهٗ اَللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ مُحْسِنًا	(ترجمہ) اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندوں کا بیٹا ہے۔ دنیا کی راحت اور پھیلاؤ سے نکلا حالانکہ اس کی محبوب چیزیں اور اس کے احباب دنیا میں موجود ہیں۔ قبر کی تاریکی کی طرف اور جو کچھ قبر میں پیش آنے والا ہے۔ یہ شخص گواہی دیتا تھا کہ سوائے تیرے کوئی معبود نہیں تنہا تو ہی معبود ہے۔ تیرا کوئی شریک نہیں اور ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، تیرے بندے اور رسول ہیں۔ اور تو اس میت سے زیادہ واقف ہے۔ اے اللہ یہ تیرے پاس بطور مہمان آیا ہے اور تو بہترین ذات ہے کہ جہاں اترا جائے (یعنی تو بہترین میزبان ہے) اس لیے تیری رحمت کی طرف محتاج ہو کر آیا ہے اور تو بے نیاز ہے اس کے عذاب سے اور تجھ سے امید لگا کر اس کے سفارشی بن کر آئے ہیں۔ اے اللہ اگر وہ نیک تھا تو اس کی

فَزِدْ فِیْ اِحْسَانِهٖ وَاِنْ کَانَ	نیکیوں میں اضافہ کر اور اگر یہ بدکار تھا تو اس سے
مُسِیْئًا فَتَجَاوَزْ عَنْهُ وَلَقِّهٖ	درگذر فرما، اور ملا اس کو بسبب اپنی رحمت کے اپنی
بِرَحْمَتِكَ رِضَاكَ وَقِهٖ فِتْنَةَ	رضا سے اور بچا اس کو قبر کے فتنے اور قبر کے عذاب
الْقَبْرِ وَعَذَابَهٗ وَافْسَحْ لَهٗ	سے اور اس کے لیے قبر میں کشادہ کر اور اس کے
فِیْ قَبْرِهٖ وَجَافِ الْاَرْضَ عَنْ	دونوں پہلو سے زمین کو دور کر اور بسبب اپنی رحمت
جَنْبَیْهِ وَلَقِّهٖ بِرَحْمَتِكَ	کے اپنے عذاب سے امن دے۔ یہاں تک کہ تو اپنی
الْاَمْنَ مِنْ عَذَابِكَ حَتّٰی	رحمت سے اٹھا کر تیری جنت میں لے جائے۔ اے
تَبْعَثَهٗ اٰمِنًا اِلٰی جَنَّتِكَ	سب سے زیادہ رحم کرنے والے۔
بِرَحْمَتِكَ یَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ	

یہ دعا، بالغ مردوں کے لیئے ہے اگر میت عورت ہو تو بجائے عبد کے لفظ امۃ کہنا چاہیئے اور جتنی ضمیریں مذکر کی ہیں ان کو مؤنث کی ضمیر (ل) کے ساتھ پڑھنا چاہیئے۔ ہاں جو ضمیریں اللہ کی طرف راجع ہیں اس دعا میں ان کو بدستور مذکر ہی رکھنا چاہیئے۔ چنانچہ وَاَنْتَ خَیْرُ مَنْزُوْلٍ بِهٖ اسی طرح رہے گا خواہ جنازہ مرد کا ہو یا عورت کا کیونکہ اس جگہ ضمیر اللہ کی طرف راجع ہے۔ اس کو مؤنث کی ضمیر (یعنی اَنْتِ سے) ہرگز نہ پڑھے اگر معنی جان کر عمدًا اس کو مؤنث کی ضمیر سے پڑھے تو کافر ہو جاتا ہے۔ اگر جنازہ کسی خنثیٰ کا ہے تو بجائے لفظ عبد یا امۃ کے لفظ مملوك استعمال کرنا چاہیئے۔ اگر جنازہ مذکر کا ہے یا مؤنث کا ہے معلوم نہ ہو تو بھی مملوك کا لفظ استعمال کیا جا سکتا ہے۔ اگر کئی جنازوں کی نماز ایک ساتھ ادا کرنا ہو تو جمع کے مناسب لفظ استعمال کرے۔ نابالغ لڑکے کیلئے یہ دعا، پڑھے۔

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطًا	(ترجمہ) اے اللہ کر اس کو منزل پر پہنچ کر اس کے

لِاَبَوَيْهِ وَسَلَفًا وَّذُخْرًا وَّعِظَةً وَّاِعْتِبَارًا وَّ شَفِيْعًا (شَفِيْعَةً) وَّثَقِّلْ بِهٖ (بِهَا) مَوَازِيْنَهُمَا وَ اَفْرِغِ الصَّبْرَ عَلٰى قُلُوْبِهِمَا وَلَا تَفْتِنْهُمَا بَعْدَهٗ (بَعْدَهَا) وَلَا تَحْرِمْهُمَا اَجْرَهٗ (اَجْرَهَا)	اس کے والدین کے لیے اسباب تیار کرنے والا اور انتظام کے لیے آگے گیا ہوا اور اس کو توشہ اور نصیحت اور عبرت اور سفارش کرنے والا (کرنے والی) اور بھاری کر اس کے سبب سے وزن ان کی نیکیوں کے اور ڈال دے ان کے دلوں میں صبر اور نہ مصیبت میں ڈال ان کو اس کے بعد اور نہ محروم کر ان کو اس کے اجر سے۔

لڑکی کی میت میں بھی یہ دعاء پڑھے مگر ہٖ کی جگہ ھا اور شفیعًا کے بجائے شفیعۃ پڑھنا چاہیے اور دعاؤں سے صرف اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا الخ پڑھا اور دوسری دعاؤں میں سے کوئی دعا نہیں پڑھی تو کافی نہیں اس لیے کہ یہ عام دعاء ہے، ضروری ہے کہ میت کے لیے خاص دعاء کی جائے، البتہ بچے کی دعاء میں اَللّٰھُمَّ اجْعَلْهُ فَرَطًا لِاَبَوَیْهِ پڑھ دیا اور دوسری کوئی دعاء نہیں پڑھی تو کافی ہے، کیونکہ یہ دعا نص سے ثابت ہے جیسا کہ علامہ نورالدین شبراملسی رحمہ اللہ نے اپنے حاشیہ شرح منہاج رملی میں تصریح کیا ہے (۲) چوتھی تکبیر کے بعد سلام پھیرنا اور نمازوں کی طرح چوتھی تکبیر اور سلام کے درمیان اور تکبیروں کے درمیان جتنا ٹھہرا تھا اتنا وقفہ کرے اور اس میں یہ دعا پڑھنا مسنون ہے

اَللّٰھُمَّ لَا تَحْرِمْنَا اَجْرَهٗ (اَجْرَهَا) وَلَا تَفْتِنَّا بَعْدَهٗ (بَعْدَهَا) وَاغْفِرْ لَنَا وَلَهٗ (وَلَهَا)	(ترجمہ) اے اللہ ہم کو اس کے ثواب سے محروم نہ کر اور ہم کو اس کے بعد فتنہ میں نہ ڈال اور ہم کو اور اس کو بخش دے

نماز جنازہ مسجد میں پڑھنا اولیٰ ہے۔ صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے مروی ہے

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا	(ترجمہ) عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے، حضرت عمرؓ

قَالَتْ وَاللّٰهِ لَقَدْ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ عَلٰی اِبْنَیْ بَیْضَآءَ فِی الْمَسْجِدِ سُهَیْلٍ وَاَخِیْهِ

نے کہا کہ خدا کی قسم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسجد میں نماز پڑھائی بیضاء کے دونوں بیٹے سہیل اور ان کے بھائی (سہیل) پر۔

نیز حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما پر مسجد میں نماز پڑھی گئی۔ آج بھی حرمین شریفین میں یہی رواج ہے کہ جنازہ مسجد میں لاتے ہیں اور مسجد میں نماز پڑھی جاتی ہے۔ سنن ابوداؤد میں ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَا شَیْءَ لَہٗ جو شخص جنازہ پر مسجد میں نماز پڑھے اس کے لیے کچھ نہیں (یعنی اس کو کچھ ثواب نہیں) یہ حدیث ضعیف ہے ابوداؤد وغیرہ کی دوسری روایت میں فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ ہے یعنی اس پر کوئی گناہ نہیں فرض نماز یا جمعہ کی نماز سے پہلے مسجد میں جنازہ آوے تو جنازے کی نماز پہلے پڑھی جائے اگر جنازہ مرد کا ہے تو امام اور منفرد نماز کے لیے میت کے سر کے مقابل کھڑا رہے اگر جنازہ عورت کا ہے تو کمر کے مقابل کھڑا رہے جنازہ مسجد میں رکھنے کے وقت میت مرد کی ہے تو اس کا سرہانا بائیں جانب اور پیر داہنی جانب رکھے اگر عورت کی میت ہو تو اس کا سرہانہ داہنی جانب اور پیر بائیں جانب کر کے رکھے جیسا کہ کتب فقہ میں تصریح کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔ مسند امام احمد ابن حنبل اور سنن ترمذی و ابن ماجہ میں ابو غالبؒ سے روایت ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے ایک مرد کے جنازہ کی نماز پڑھی تو اس کے سر کے مقابل کھڑے ہوئے اور جب وہ جنازہ اٹھایا گیا تو ایک عورت کا جنازہ لایا گیا۔ پس اس پر حضرت انس رضی اللہ عنہ نے جو اس جنازہ کی نماز پڑھی تو اس میت کے بیچ کھڑے ہوئے اور ہم لوگوں

میں علا ابن زیاد بھی تھے انہوں نے جب یہ فرق دیکھا تو کہا اے ابو حمزہ! کیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرد اور عورت کے جنازہ میں کھڑے ہوتے تھے، جیسے آپ کھڑے ہوئے۔ حضرت انسؓ نے فرمایا "ہاں"۔ اس حدیث کو امام ترمذی نے حسن کہا ہے۔ صحیح بخاری میں سمرۃ بن جندبؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے ایک عورت پر جنازہ کی نماز پڑھی جو اپنے نفاس میں مرگئی تھی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میت کے درمیان کھڑے ہوئے۔ میت کو غسل دینے سے پہلے نماز پڑھنا جائز نہیں اور کفن پہنانے سے پہلے پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ اس میں میت کی ایک قسم کی توہین ہے۔ اگر مقتدی امام سے کسی تکبیر میں بلا عذر اس قدر پیچھے رہ جائے یہاں تک کہ امام نے دوسری تکبیر شروع کر دی تو مقتدی کی نماز باطل ہو جائے گی۔ میت پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا درست ہے۔ کیونکہ جس دن حبشہ میں نجاشی نے وفات پائی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں ان کی نماز پڑھی جیسا کہ امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے روایت کی ہے۔ یہ واقعہ رجب ۹ھ کا ہے۔ نہایت متاخر واقعہ ہے، اس کے نسخ کا شبہ بھی نہیں ہوسکتا۔ جنازے کی نماز اگرچہ کچھ لوگوں کے پڑھ لینے کی وجہ سے یہ فرض دوسروں کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہے لیکن مصلیوں کا کثرت سے ہونا مستحب ہے۔ جنازہ کے ساتھ جا کر نماز میں شریک نہ ہونا مسجد کے باہر کھڑا رہنا یہ بری عادت ہے۔ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے میت کا ولی یعنی اس کا باپ سب سے زیادہ مستحق ہے، پھر دادا پھر بیٹا پھر پوتا پھر سگا بھائی پھر سوتیلا بھائی پھر باقی عصبہ وارث ہونے کی ترتیب کے موافق مستحق نماز ہوتے ہیں پھر

بادشاہ پھر قاضی پھر ذوی الارحام۔ ذوی الارحام سے نانا سب سے زیادہ مقدم ہے پھر اخیافی (ماں شریک) چچا بعض فقہاء نے اخیافی (ماں شریک) بھائی پر نواسوں کو مقدم کیا ہے اور اس کی وجہ یہ بتلائی ہے کہ بیٹے پنے کی قرابت بھائی پنے کی قرابت سے زیادہ قوی ہے اس ترتیب سے کرنا مسنون ہے۔ اگرچہ میّت اس کے خلاف وصیت کرے کیونکہ امامت کا حق ولی کو ہے لیکن وصیّت کرنے کی صورت میں اولیٰ یہ ہے کہ ولی وصیّت والے کو نماز پڑھانے کی اجازت دیدے۔ میّت کے ولی کی اجازت سے کوئی دوسرا شخص بھی امامت کرلے تو جائز ہے۔ ساقط شدہ حمل میں (۱) زندگی کے آثار پائے جائیں مثلاً بچہ پیدا ہونے کے بعد روئے یا حرکت کرے تو وہ بڑی میّت کے حکم میں ہے اس کو غسل دیا جائے اور کفن پہنا کر اس پر نماز پڑھی جائے اور دفن کیا جائے (۲) اگر اس میں زندگی کے آثار نہ پائے جائیں صرف خِلقت (یعنی شکل وصورت) انسان کی سی دکھائی دے اور حمل چار ماہ سے زیادہ کا ہو، تو اس کو کفن پہنانے کے بعد دفن کرنا واجب ہے لیکن اگر اس میں نہ زندگی کی علامتیں ظاہر ہوں اور نہ خلقت پوری طرح ظاہر ہو تو اس میں کوئی چیز واجب نہیں صرف کپڑے میں لپیٹ کر دفن کرنا مسنون ہے۔ کافروں کی جنگ میں قتل کئے گئے شہید کو غسل دینا اور اس کی جنازہ کی نماز پڑھنا جائز نہیں۔ اُس کے پہنے ہوئے کپڑوں میں اس کو دفن کرنا چاہیئے البتہ وہ کپڑے کافی نہ ہوں تو کوئی اور کپڑا زیادہ کیا جائے۔ جنازہ کو قبرستان کی طرف کسی قدر تیزی کے ساتھ لیجانا مستحب ہے اور لوگوں کا پیچھے چلنے کے بجائے آگے چلنا افضل ہے۔ جنازہ کے ساتھ جاتے وقت خاموش رہے اور فضول باتوں سے بچے۔ قرأت یا ذکر بھی بلند آواز سے نہ پڑھے، اس لیئے کہ خاموشی کی حالت میں دل کو اطمینان اور یکسوئی زیادہ

ہوتی ہے جس سے انسان زندگی اور موت پر غور وفکر کرسکتا ہے۔ سلف صالحین یہی مسلک تھا جنازہ کو راستے میں گذرتے ہوئے دیکھ کر کھڑا ہونا مستحب ہے

دفن میّت

میت کو دفن کرنا واجب ہے، اسے کسی مقام پر دفن کرنے سے قبرستان میں دفن کرنا افضل ہے۔ نماز سے پہلے دفن کرنا حرام ہے۔ دفن کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ قبر قدِ آدم (یعنی ساڑھے چار ہاتھ) گہری ہو اور لحد یعنی قبلہ کی جانب محراب کے طور پر کشادہ (جس کو اردو میں بغلی کہا جاتا ہے) بنائی جائے، اگر زمین زیادہ نرم ہو تو اس کے درمیان شق یعنی نہر کے طور پر (صندوق نما) کھودی جائے میت کا سر قبر کے پائتی رکھ کر دو تین آدمی قبر میں اتر کر آہستہ سے اس کو اٹھا کر سر کی جانب سے بِسْمِ اللّٰهِ وَعَلٰى مِلَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (اللہ کے نام سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذہب پر رکھ رہا ہوں) کہتے ہوئے قبر میں اتاریں۔ اتارتے وقت سر اونچا اور پاؤں نیچے رہیں۔ سر کو نیچے کرکے میت کو قبر میں اتارنا حرام ہے۔ قبر میں میت کو اتارتے وقت کپڑوں سے آڑ کرنا مستحب ہے (خواہ مرد کی میت ہو یا عورت کی) اور میت کو دائیں پہلو پر رو بقبلہ لٹائیں اور دایاں رخسارہ زمین سے لگائیں اور کفن کے بند کھولے جائیں۔ میت کا چہرہ قبلہ کی طرف رہنا واجب ہے۔ میت کا چہرہ قبلہ کی جانب نہ ہو تو اس کے لیے قبر کھول کر میت کو قبلہ رو کرنا واجب ہے پھر اینٹوں یا پتھروں سے قبر بند کردی جائے جو لوگ قبر کے پاس موجود ہوں وہ تین دفعہ دونوں ہاتھ سے مٹی ڈالیں۔ پہلی مرتبہ مٹی ڈالنے لگیں تو مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ (اے انسانوں ہم نے تم کو مٹی ہی سے پیدا کیا ہے) اور دوسری دفعہ

مٹی ڈالنے لگیں تو وَ فِیْهَا نُعِیْدُکُمْ (اور اسی میں ہم تم کو لوٹا دیں گے) اور تیسری دفعہ مٹی ڈالنے لگیں تو وَ مِنْهَا نُخْرِجُکُمْ تَارَۃً اُخْرٰی (اور پھر ہم تمہیں دوبارہ قیامت کے روز اسی سے نکالیں گے) کہتے ہوئے ڈالیں۔ جب قبر بن کر تیار ہو جائے تو میت مکلف (عاقل و بالغ) کو تلقین کرنا بہتر ہے۔ میت والوں کی تعزیت کرنا سنت ہے۔ تعزیت یہ ہے کہ اہل میت کی تسلی کرے اور صبر دلانے والے کلمات کہے۔ تعزیت کرنے والا اس طرح کہے اَعْظَمَ اللّٰهُ اَجْرَکَ وَ اَحْسَنَ عَزَاکَ وَ غَفَرَ لِمَیِّتِکَ وَ اَخْلَفَ عَلَیْکَ (ترجمہ) یعنی خدا تم کو بڑا اجر دے اور تمہاری خوب دلجوئی کرے اور تمہاری میت کو بخش دے اور تمہارے لیئے قائم مقام بنادے۔

(تنبیہ) بعض جگہوں پر میت کو دیکھنے جانے کا رواج ہے رشتہ دار محرم ہوں تو جا سکتے ہیں۔ نامحرم مرد نامحرم عورت کو دیکھنا یا نامحرم عورت نامحرم مرد کو دیکھنا جس طرح حالت زندگی میں حرام تھا اسی طرح مرنے کے بعد بھی حرام ہے۔ قدرت رکھنے والوں پر لازم ہے کہ لوگوں کو اس طرح کی بری رسموں سے روک دے اور منع کرے۔

زیارت قبور

زیارت قبور مردوں کے لیئے مسنون ہے تاکہ اموات کے لیئے دعا و استغفار کیا جائے اور قبروں کو دیکھ کر عبرت حاصل ہو اور اپنی موت اور آخرت کی یاد تازہ ہو۔ عورتوں کو بھی قبروں کی زیارت کے لیئے جانا جائز ہے۔ بعض علماء نے مکروہ لکھا ہے ان کے قلب کی کمزوری کی وجہ سے اگر قبروں کے پاس اجنبی مردوں کا مجمع رہتا ہے تو اجنبی مردوں کی وجہ سے عورتوں کو زیارت کے

لیے جانا حرام ہے۔ البتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر کی زیارت عورتوں کے لیے بھی مسنون ہے۔ دن ہو یا رات جب اور جس وقت چاہے زیارت قبور کیلئے جا سکتا ہے۔ لیکن جمعہ کے دن قبروں کی زیارت کرنا بہ نسبت اور دنوں کے زیادہ افضل ہے۔ حکیم ترمذی نے ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص جمعہ کے دن اپنے والدین کی قبر کی یا ان دونوں سے، ایک کی قبر کی زیارت کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہوں کو بخش دے گا اور لکھ دے گا کہ وہ اپنے والدین کا فرمانبردار ہے۔ حاکم (صاحب مستدرک) کی ایک روایت میں ہے سیدتنا فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہر جمعہ کو (احد جاکر) حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرتی تھیں نیز حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بعض اوقات شب کے آخر حصہ میں زیارت کے لیے جنت البقیع (جو مدینہ منورہ کا قبرستان ہے) تشریف لے جاتے تھے۔ زیارت کے لیئے قبرستان پر جائے تو مستحب ہے کہ سلام کرے یعنی اس طرح کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ اَھْلَ الدِّیَارِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُسْلِمِیْنَ وَاِنَّا اِنْ شَآءَ اللّٰہُ بِکُمْ لَلَاحِقُوْنَ نَسْئَلُ اللّٰہَ لَنَا وَلَکُمُ الْعَافِیَۃَ	(ترجمہ) تم پر سلام ہو اے قبروں میں رہنے والے مومنو اور مسلمانو! ہم بھی انشاء اللہ تم سے ضرور ملنے والے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ سے طلب کرتے ہیں کہ وہ ہم کو اور تم کو عافیت میں رکھے۔

اور جتنا ہو سکے قرآن شریف پڑھے اور قبلہ رخ ہو کر میت کے لیئے دعا مغفرت کرے۔ میت کو ایصال ثواب کرنے سے فائدہ پہنچتا ہے۔ کیونکہ اموات (یعنی دنیا سے اٹھ گئے ہوئے لوگ) دعا و خیرات کے زیادہ محتاج و منتظر رہتے ہیں۔ ان کو ثواب پہنچانا در حقیقت اپنے عزیز یا دنیے

بھائی کی مدد کرتا ہے۔ اہل حق (یعنی اہل سنت والجماعت) کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ تمام بدنی و مالی عبادتیں یعنی نماز روزہ حج صدقہ اور تلاوت قرآن شریف وغیرہ کا ثواب میت کو پہنچتا ہے اس لیے ہر مسلمان کو چاہیئے کہ وہ اپنے اقارب واحباب اور اخوان مسلمین کی اس آڑے وقت میں امداد واعانت کرے اور ثواب پہنچائے

ثواب پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ انسان جو نیک کام کرتا ہے خدا کی طرف سے اس کا ثواب اس کے لیئے لکھا جاتا ہے اور اسے خدائے تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے یہ بھی اختیار دیا ہے کہ وہ اپنا ثواب جس کو پہنچانا چاہے پہنچائے صرف اس طرح کہنے سے کہ یا اللہ میرے اس عمل کے مثل یا اس صدقہ کے مثل ثواب فلاں شخص کو پہنچا دے یا میں نے اپنے اس عمل کا ثواب یا اس صدقہ کا ثواب فلاں شخص کو بخش دیا ہے۔ کہنے سے اس میت کو ثواب پہنچ جاتا ہے۔ میت کے لیئے دعا کرنا اور اس سے اس کو نفع پہنچنا قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔ سورہ حشر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ۔

(ترجمہ) اور جو لوگ (مہاجرین وانصار رضی اللہ عنہم) کے بعد آئے۔ وہ کہتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو اسی طرح ہم سے پہلے ایمان لا چکے ہیں۔

ابوداؤد اور نسائی رحمہما اللہ نے حضرت سعد ابن عبادہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ۔

اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَاتَتْ فَاَیُّ صَدَقَةٍ اَفْضَلُ قَالَ الْمَآءُ فَحَفَرَ بِئْرًا وَقَالَ هٰذِهٖ

(ترجمہ) اے رسول خدا سعد کی والدہ (یعنی میری والدہ) انتقال کر گئیں۔ پس اس کے حق میں کونسا صدقہ (جاریہ) افضل ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔

لِأُمِّ سَعْدٍ ۔ نے فرمایا پانی، پھر سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں کھدوایا اور کہا کہ یہ سعد کی والدہ کا ہے۔

صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سرورِ کائنات فخرِ موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

إِذَا مَاتَ الْإِنْسَانُ انْقَطَعَ	(ترجمہ) جب انسان مرجاتا ہے اس کا عمل منقطع ہوتا ہے
عَمَلُهُ إِلَّا مِنْ ثَلَاثٍ صَدَقَةٍ	لیکن تین چیزوں سے اس کو نفع برابر پہنچتا رہتا ہے، وہ یہ ہے
جَارِيَةٍ أَوْ عِلْمٍ يُنْتَفَعُ بِهِ أَوْ	کہ صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے یا
وَلَدٍ صَالِحٍ يَدْعُو لَهُ	ایسا نیک فرزند جو اس کے لیئے دعا کرتا ہے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے دس چیزیں بتلائی ہیں مرنے کے بعد بھی جن کا ثواب جاری رہتا ہے۔

إِذَا مَاتَ ابْنُ آدَمَ لَيْسَ يَجْرِيْ	(ترجمہ) جب آدمی مرجاتا ہے جاری نہیں رہتی اس
عَلَيْهِ مِنْ خِصَالٍ غَيْرُ عَشْرٍ	کی کوئی خصلت دس امور کے سوا۔
عُلُوْمٌ بَثَّهَا وَدُعَاءُ نَجْلٍ	علوم جو اس نے پھیلائے اور اولادِ صالح کی دعا
وَغَرْسُ النَّخْلِ وَالصَّدَقَاتُ تَجْرِيْ	اور کھجور کے درخت جو اس نے نصب کیئے اور صدقات جاریہ
وِرَاثَةُ مُصْحَفٍ وَرِبَاطُ ثَغْرٍ	(مثلاً) قرآن کریم جس کو اس نے وراثت میں چھوڑا اور
وَحَفْرُ الْبِئْرِ أَوْ إِجْرَاءُ نَهْرٍ	پل اور کنواں کھدوایا یا نہر جاری کی
وَبَيْتٌ لِلْغَرِيْبِ بَنَاهُ يَأْوِيْ	یا مسافر خانہ بنایا تاکہ مسافر اس میں پناہ لے۔
إِلَيْهِ أَوْ بِنَاءُ مَحَلِّ ذِكْرٍ	یا کوئی عمارت بنائی یادِ خدا کے لیئے (مثلاً مسجد)

بعض علماء نے ان اشعار پر ایک اور شعر کا اضافہ کیا ہے۔

وَتَعْلِيْمٌ لِقُرْآنٍ كَرِيْمٍ	اور قرآن مجید کی تعلیم
فَخُذْهَا مِنْ أَحَادِيْثَ بِحَصْرٍ	پس یہ شمار کی گئی ہیں تمام باتیں رسولِ کریم کی احادیث سے

نماز کے مذکورہ بیانات کا عقلی طریقہ اور اس کی حکمتیں

نماز:۔ معلوم ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر کوئی ایسی چیز فرض نہیں کی جس میں ان کا دینی و دنیوی فائدہ نہو. عبادت بدنیہ میں سب سے اعلیٰ و اہم نماز ہے. نماز جملہ انواع عبادات کی جامع ہے۔ توحید و رسالت کے بعد اسلام کا سب سے اہم رکن اور بنائے اسلام کا زبردست ستون نماز ہے جس طرح کسی ایک ستون کے گر جانے سے عمارت کے گر جانے کا اندیشہ ہوتا ہے اسی طرح جو شخص نماز نہیں پڑھتا اس کا دین برباد ہو جاتا ہے. نماز کے بیان سے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کے ذخائر بھرے ہوئے ہیں اَوَّلُ مَا یُحَاسَبُ بِہِ الْعَبْدُ الصَّلٰوۃُ سب سے پہلے قیامت کے دن نماز کی جانچ ہوگی. کوئی عبادت اللہ کے نزدیک نماز سے زیادہ پیاری نہیں۔ اس میں ہر قسم کی عبادتیں جیسے قیام، رکوع و سجود کا حکم ہے. یہ سب امور عجز و انکساری کو ظاہر کرتے ہیں. مصلی پہلے ہاتھ باندھ کر اپنے خالق و مالک کے سامنے ادب کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور آخر میں اپنا سر اس کے روبرو زمین پر رکھ کر اپنے کمال تذلل اور بندگی کا اظہار کرتا ہے. نماز میں دعاؤں کے پڑھنے کی تاکید اور خدا کی حمد اور تسبیح اور دل میں خشوع و خضوع پیدا کرنے والے ذکر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کا حکم وغیرہ سب موجود ہیں. جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی خاصیتیں اور اثرات جدا جدا ہیں قیام کا خاصہ کچھ اور ہے اور رکوع کا خاصہ کچھ اور، قیام کا جو خاصہ ہے وہ رکوع و سجود کا نہیں، نماز اپنے مالک و مولیٰ کی جناب میں حاضری کا ذریعہ ہے۔ حضور سید الانام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے اُعْبُدِ اللہ

كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ (تم نماز پڑھو تو اس طرح پڑھو کہ گویا تم خدائے تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور اگر تم خدائے تعالیٰ کو نہیں دیکھتے ہو تو کم از کم اس بات کا کامل یقین رکھو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے) یعنی عبادت میں اللہ کا اس طرح حضور ہونا چاہیے کہ وہ تمہارے سامنے ہے اور تم اس کو دیکھ رہے ہو اگر تمھیں یہ مرتبہ حاصل نہ ہو تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تمھیں دیکھ رہا ہے۔ بہر حال ان نمازوں کا اثر یہ ہے کہ انسان ہر قسم کی برائیوں سے بچ کر پورے طور پر خیر و بھلائی کی طرف مائل ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے نماز کا یہی فائدہ بیان فرمایا ہے اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (بلاشبہ نماز بے حیائی کے کاموں اور ناشائستہ حرکتوں سے باز رکھتی ہے) کیونکہ نمازی کے دل میں خدا کا خوف جاگزیں ہو جاتا ہے جس سے وہ گناہوں کا ارتکاب نہیں کرتا۔ کیونکہ جب کوئی گناہ کرنے کا موقع آتا ہے تو عذاب آخرت یاد آجاتا ہے اور گناہ کے ارتکاب سے باز رہتا ہے۔ نیز نماز خدا کی یاد ہے اس کی یاد سے کوئی چیز بہتر نہیں۔ نماز انسان کو اخلاقی کمزوریوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ برائیوں سے باز رکھ کر اس کا درجہ بلند کرتی ہے۔ نماز گناہوں کو دھوتی ہے۔ نماز کو باقاعدگی سے ادا کرنے سے اللہ تعالیٰ کی عظمت کا نقشہ اس کے دل پر جم جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے تقرب حاصل ہوتا ہے۔ فرض نمازوں کی نسبت حدیث قدسی میں آیا ہے کہ میرا بندہ جس قدر فرض نماز ادا کرنے سے میرا مقرب بنتا ہے اس قدر کسی شئے سے نہیں ہوتا اس سے معلوم ہوا کہ فرض بڑی شئے ہے۔ اور نوافل کے بارے میں ارشاد ہے۔

لَا يَزَالُ عَبْدِيْ يَتَقَرَّبُ اِلَيَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰى اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِيْ (ترجمہ ہمیشہ میرا بندہ نوافل سے میرا قرب تلاش کرتا ہے یہاں تک کہ میں اس کو چاہنے لگتا ہوں اور جب میں اس کو چاہتا ہوں تو میں اس کا وہ کان بن جاتا ہوں

یَسْمَعُ بِیْ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِیْ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِھَا۔ کہ وہ مجھ سے سنتا ہے اور میں اس کی وہ آنکھ بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے دیکھتا ہے اور میں اس کا وہ ہاتھ بن جاتا ہوں کہ وہ مجھ سے پکڑتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ میاں توبہ توبہ اس کا کان آنکھ، ہاتھ ہو جاتا ہے، حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ان اعضاء سے کوئی کام حق تعالیٰ جل شانہ کے خلاف مرضی سرزد نہیں ہوتا۔ نماز اعضاء و جوارح سے اللہ کی فرمانبرداری کی مشق کرنا اور اللہ کے آگے سر جھکا کر اپنے آپ کو ظاہر و باطن سے تعمیل حکم کا عادی بناتی ہے۔ ان تمام خوبیوں کے علاوہ نماز صحتِ جسمانی کے لیے بھی نہایت ہی مفید ہے۔ اس میں جتنی حرکات ہیں سب کا ریاضت جسمانی (یعنی بدنی ورزش) سے بہت بڑا تعلق ہے اس میں جسم کو ہر قسم کی حرکت پہنچتی ہے جو اعضاء کو تندرست رکھنے کے لیئے ضروری ہے، لیکن سب سے بڑی چیز جو نماز سے حاصل ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ ہم رب العزت کی بارگاہ میں سر نیاز جھکا کر اپنی بندگی کا عملی ثبوت دیتے ہیں اور اللہ کی معبودیت کا اقرار کرتے ہیں۔

نماز کے اوقات کی حکمتیں

انسان رات کو سویا ہوا صبح کو بیدار ہوتا ہے تو اس کا سارا جسم بھاری اور طبیعت سست رہتی ہے اور جب وہ صبح کی نماز کے لیئے وضو کرتا ہے تو اس کی بہت کچھ سستی دور ہو جاتی ہے اور طبیعت میں تازگی اور پھرتی پیدا ہونے لگتی ہے۔ اس کے بعد نماز میں اعضاء کی حرکات کی وجہ سے سارے بدن میں چستی پیدا ہو جاتی ہے اور دن کے تمام کاموں کے لیئے مزاج میں مستعدی آجاتی ہے۔ اور نماز کے سب سے پہلے ادا کرنے میں اس بات کی طرف

اشارہ ہے کہ دنیا کے تمام کاموں پر خدا کی یاد مقدم ہے۔ ظہر کے وقت بھی یہی حالت ہوتی ہے جو صبح کے وقت ہوا کرتی ہے۔ پس وضو اور نماز دونوں اس وقت مفید اور مناسب ہیں۔ عصر اور مغرب کا چونکہ انتہائی زوال کا وقت ہوتا ہے اس سے بھی اس بات کی طرف اشارہ ملتا ہے کہ انسان کی زندگی بھی جوانی میں عروج پاکر اور بڑھاپے میں زوال پذیر ہوکر افق موت میں غروب ہو جائے گی۔ پس زندگی کے ان مدارج میں انسان کے لیے عبادت کا ہونا ضروری ہے۔ عشاء کا وقت سونے کا ہوتا ہے اور نیند و موت کی حالت تقریباً یکساں ہے۔ ایسے وقت میں عبادت کرلینا بہت موزوں ہے اس لیئے کہ عبادت سارے کاموں کا آخری اور نہایت ہی مفید عمل ہے۔

اوقات کے تعین کا یہ فائدہ ہے کہ جب انسان کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسے کسی کام کو کرنے کے لیئے مہلت دی گئی ہے تو ہمیشہ سستی کرتا ہے اور اس کام کو وقت پر نہ کر کے دوسرے وقت پر اٹھا رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر اس کا وقت ہی گذر جاتا ہے اور وہ اس کام کو انجام نہیں دیتا۔ لیکن جب کاموں کے لیئے اوقات مقرر ہو جاتے ہیں تو وقت مقررہ ہوتے ہی وہ کام یاد آجاتا ہے اور سب کام بلاناغہ پابندی کے ساتھ انجام پاتے ہیں۔

کلماتِ اذان کی توضیح

کلمات اذان جامع ہیں۔ تمام عقائد ایمان کو سب سے پہلے مؤذن چار مرتبہ اللہ اکبر کہہ کر اثباتِ ذاتِ اللہ ذوالجلال عزاسمہ اور اس کی عظمت و بڑائی کا اظہار و اعلان کرتا ہے کہ خدائے عزوجل کی ذات سب سے بڑی ہے۔ جب اللہ عزوجل کی طرف بلایا جائے تو کوئی چیز آڑے نہ آنی چاہیئے۔ کسی چیز کی بھی

محبت نماز کے لیے مانع نہ ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد دو مرتبہ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر خدائے جل شانہ کی توحید کا اعلان کرتا ہے اور یہ بتلاتا ہے کہ توحید کے اعلان میں کسی مسلمان کو کسی بھی چیز کا خوف مانع نہ ہونا چاہیئے۔ اس توحید کے اعلان کے بعد اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ کہہ کر اثباتِ رسالت یعنی لوگوں پر ذات اطہر فخر کائنات اگلے پچھلے سب کے سردار ہمارے آقا حضرت محمد رسول اللہ (اللہ آپ پر اور آپ کے تمام آل و اصحاب پاک پر قیامت کے دن پر رحمت نازل فرمائے) کی رسالتِ مقدسہ کا اظہار کرتا ہے جن کی بدولت ہم شرک و کفر کے اندھیروں سے نکل کر ایمان کی دولت سے مالا مال ہوئے اور جو کچھ ہم کو ملا ہے اسی ذات اقدس کے صدقہ و طفیل میں ملا ہے۔ وجود باری اور توحید و رسالت کے بیان کرنے کے بعد حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہہ کر افضل ترین و اہم ترین عبادت جو نماز ہے اس کی طرف بلاتا ہے۔ اس کے بعد حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ دو دفعہ کہہ کر فلاح دائمی یعنی دنیا و آخرت کی کامیابی کا راز جس میں پوشیدہ ہے اس کی طرف دعوت دیتا ہے۔ پھر دو دفعہ اللہ اکبر کہہ کر اور ایک مرتبہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہہ کر مکرر توحید کا اعلان کرتا ہے اور یہ بتلا دیتا ہے کہ مسلمانوں کی کامیابی اسی میں ہے کہ اس کے دل میں اللہ کی عظمت قائم ہو اور تمام اعمال کا نیک نتیجہ حسن خاتمہ پر ہے اور خاتمہ بالخیر جب ہے کہ انسان توحید کے عقیدہ پر قائم رہے اور آخر میں اس کی موت اسی کلمہ توحید پر ہو۔

جماعت کی نماز کی حکمتیں

ہر روز پانچ مرتبہ ایک مقام کے سب مسلمانوں کا اکٹھا ہو کر نماز کو ادا کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دنیا کے اکثر بڑے کام جماعت کیساتھ

اکٹھے ہو کر کیے جائیں کیونکہ بہت سے آدمیوں کی دماغی اور جسمانی قوتوں سے جو اثرات اور نتائج پیدا ہو سکتے ہیں وہ صرف ایک آدمی سے وجود میں نہیں آسکتے، مثلاً ایک شخص کے پورے سرمایہ کی تجارت ایک ہزار یا اس سے زیادہ لوگوں کے پورے سرمایوں کی تجارت کے برابر نہ تو نفع آور ہو سکتی ہے اور نہ اتنے بڑے پیمانہ پر ہو سکتی ہے یا مثلاً ہزار سپاہی مل کر جس خوبی کیساتھ دشمن کا مقابلہ کر سکتے ہیں ایک دو سپاہی نہیں کر سکتے۔ جماعت کی نماز مسلمانوں کو مساوات کا درس دیتی ہے، امیر و غریب سب ایک ساتھ ایک صف میں کھڑے ہوتے ہیں۔ آپس میں ہمدردی و غمخواری کا ذریعہ بھی یہی نماز بنتی ہے، جب امیر و غریب ایک جگہ جمع ہوتے ہیں تو ایک دوسرے کے دکھ اور درد کی خبر ہوتی ہے اور اس کے دفعیہ کی صورت پیدا ہو جاتی ہے۔

قبلہ کی تعیین

اگر قبلہ کی تعیین نہیں ہوتی اور اجازت دی جاتی کہ ہر شخص جدھر چاہے نماز پڑھے تو جماعت کا شیرازہ درہم برہم ہو جاتا۔ ایک ہی مسجد میں بیک وقت کوئی مغرب کی طرف کوئی مشرق کی طرف منہ کرتا تو نظام اتحاد کے خلاف ہوتا اور نماز ایک تماشا بن جاتی۔

جمعہ، عید و بقرعید کی نمازیں

جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں جو فائدے اوپر بیان کئے جا چکے ہیں وہ سب فوائد بہت بڑے پیمانہ پر ان تینوں نمازوں کو جماعت کے ساتھ پڑھنے میں موجود ہیں۔ جمعہ کے دن سارا شہر یا قریہ ایک مرتبہ اکٹھا ہو کر نماز

پڑھتے اور خطبہ سنتے ہیں۔ عید الفطر رمضان کے تیس روزوں کے بعد فوراً متصل ہی ہوتی ہے۔ تمام لوگوں کو اہم فریضہ انجام پانے اور ادا ہونے کی بے حد خوشی رہتی ہے اس کے شکریہ میں غریبوں محتاجوں کو خیرات دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے لئے دو رکعت نماز ادا کرتے ہیں۔ اسی طرح حج کی ادائیگی کی خوشی میں دو رکعت نماز ادا کی جاتی ہے اور مسنون قربانی بھی ادا کی جاتی ہے۔ جس کو بقر عید کہتے ہیں ان نمازوں میں خطبہ بھی ہے جس کے ذریعے امام دینی و دنیوی باتیں مصلیوں کے گوش گذار کرتا ہے اور عمل کی طرف رغبت دلاتا ہے جس سے ان کے دلوں میں عمل کا شوق پیدا ہو جاتا ہے۔ اس قسم کے اجتماعوں میں انسان محسوس کرتا ہے کہ گذشتہ عیدوں کے موقع پر جو اعزہ و اقربا اس کے ساتھ نماز میں شریک تھے آج ان کا پتہ نہیں، لیکن ان کی غیر موجودگی سے جشن عید میں کوئی فرق نہیں آیا بازاروں میں وہی چہل پہل ہے۔ عیدگاہوں میں بچوں کا وہی شور ہے، نمازیں وہی تکبیریں ہیں۔ جانے والے چلے گئے لیکن محفل کی رونق میں کوئی کمی نہیں آئی۔ اس مشاہدہ سے انسان کو عبرت حاصل ہوتی ہے اور محسوس کرتا ہے کہ اُسے بھی ایک روز دنیا چھوڑ کر اپنے عزیزوں، دوستوں سے جُدا ہو کر قبر کی تنہائی میں جانا ہے۔ اس سے دنیا کی بے ثباتی کا نقشہ اس کی آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔ جس سے اس کے دل میں آخرت کی فکر پیدا ہو جاتی ہے اور وہ خدا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت و فرماں برداری پر آمادہ ہو کر دنیا و آخرت کی سعادت حاصل کرتا ہے۔

سورج گرہن، چاند گرہن اور طلب بارش کی نمازیں

چاند اور سورج کی روشنی سے ساری دنیا کو اور خصوصاً انسانوں کو بے شمار فائدے پہنچتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اتنی بڑی قدرت اور شان والا ہے کہ سورج، چاند اور زمین جیسے بڑے بڑے اجرام کو ایک دوسرے کے درمیان حائل کر کے ہم تک ان کی روشنی

پہنچنے سے باز رکھتا ہے۔ زمین والے روشنی اور گرمی سے محروم ہوتے ہیں ایسے وقت خداوند عالم کی قدرت کاملہ کو تصور کر کے اس کے سامنے جھک جانا اور نماز پڑھنے لگ جانا عبدیت اور بندگی کا بہترین اقرار ہے اس لئے دو رکعت نماز سورج گرہن یا چاند گرہن کے موقع پر سنت قرار دی گئی اسی طرح طلب بارش کی نماز ایک فطری بات ہے اور اس کی ضرورت واضح ہے کیونکہ آدمی کو کسی ایسی ضرورت پیش آتی ہے جس کی انجام دہی سے وہ عاجز ہوتا ہے تو خدا کی طرف رجوع کرتا ہے۔ بارش کے نہ ہونے سے ساری مخلوق کو تکلیف ہوتی ہے، اس لئے کہ سارے عالم کی زندگی پانی سے ہے اور اسی کی کمی اور فقدان سے تمام مخلوق کی موت ہے۔ اس لئے اس کے لئے تمام اہل شہر اور اہل قریہ شریک ہو کر جس قدر بھی نمازیں پڑھی جائیں اور دعائیں کی جائیں کم ہیں۔

سفر، خوف اور جنازہ کی نمازیں

دین میں طرح طرح کی آسانیاں ہیں چنانچہ سفر میں مشقت کے خیال سے چار رکعت والی نمازیں نصف کر دی گئیں۔ خوف کے وقت چونکہ دل و دماغ پریشان ہو جاتا ہے اور عبادت ہی سے ان میں سکون پیدا ہو سکتا ہے، اس لئے ایسے وقت میں نماز پڑھنا ضروری بتایا گیا۔ موت دراصل مخلوق سے قطع تعلق کر کے خالق سے جا کر ملنے کا نام ہے جب کوئی مرنے والا مر جاتا ہے تو اپنی روح کو اللہ کے سپرد کر دیتا ہے چونکہ انسان اشرف المخلوقات ہے اور حق تعالیٰ نے اُسے عقل جیسی نعمت دے کر تمام کائنات میں معظم و محترم بنا دیا ہے اور وہ زندگی میں ہر طرح قابل عزت و احترام رہا کرتا ہے اس لئے اس کی حرمت کا مقتضیٰ یہی ہے کہ مرنے کے بعد بھی اس کی عظمت و احترام کو برقرار رکھا جائے اور اس کے ساتھ وہی معاملہ کیا جائے جو اس کی عزت و حرمت کا باعث ہو پس ایسی صورت میں اس کے جسم بے جان کو جلا دینے یا دریا

میں بہادیتے ہے اس کی نخت توہین ہوتی ہے۔ اس لئے جب کوئی مرجاتا ہے تو اس کو ایک گھر سے جدا ہونے والے عزیز ومحترم کی طرح نہلاتے ہیں خوشبو لگاتے ہیں پھر سفید لباس پہنا کر نہایت احترام کے ساتھ مسجد لے جاتے ہیں۔ وہاں اس کو آگے رکھ کر نہایت عاجزی سے صف باندھ کر کھڑے ہوتے ہیں اور اس کے لئے خدائے تعالیٰ سے رحم ومغفرت کی دعا کرتے ہیں (اسی کو جنازہ کی نماز کہتے ہیں) کیونکہ اب وہ دنیا میں کئے ہوئے تمام نیک وبد اعمال کی جوابدہی کی منزل پر آگیا ہے اور اس کے گناہ بھی بہت ہیں جن کی مغفرت کے لئے اس کے خود کے نیک اعمال اور اس کے پسماندگان کی دعائے مغفرت کے سوا کوئی سفارشی نہیں۔ مسلمانوں کا اپنے ایک میت بھائی کے ساتھ اس طرح سلوک کرنا یہ باہمی محبت ومودت کی زبردست علامت ہے اور ایک دوسرے کی خیر خواہی پر دلالت کرتا ہے گویا وہ اپنے کسی بھائی کے لئے یہ پسند نہیں کرتے کہ اس کو کوئی تکلیف پہنچے (اور عذاب جہنم سے بڑھ کر کونسی تکلیف ہوگی) پس وہ خدائے تعالیٰ سے اس بات کی دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قبر میں اس مسافر پر رحم فرمائے اور اس کو راحت بخشے اور اس کے گناہوں کو معاف کرے اور اس کی گردن کو طوق عذاب سے آزاد کردے اور اس کی اچھی مہمانی کرے اور اس کی قبر کو وسیع کردے اور انہیں اپنے بھائی کی مغفرت سے خوش کردے۔ پس نماز جنازہ درحقیقت میت کے لئے دعا واستغفار ہے، اس لئے اس نماز میں رکوع وسجود نہیں رکھے گئے تاکہ کسی کو یہ دھوکا نہ ہو کہ یہ میت کی عبادت ہے۔ پھر نماز ودعا سے فارغ ہو کر نہایت احترام کے ساتھ اُسے اٹھا کر قبرستان لے جاتے ہیں۔ یہ اس کی آخرت کی پہلی منزل ہے جہاں اس کو قیامت تک رہنا ہے جہاں اس جیسی بہت سی مخلوق حالت وصامت (خموشی کے ساتھ) آرام میں ہے، انہیں کے قریب ایک ایسا مکان اس کے لئے تیار کیا جاتا ہے جس میں وہ اپنی موجودہ حیثیت سے آرام کرسکے۔ اس مکان میں بحفاظت اس کو رکھ دیتے ہیں اور اس غریب کی

عریانی اور اس کا جسم بوسیدہ ہو کر پارہ پارہ ہونا اور اس کے اعضا کا بدہیت ہونا اور متغیر ہونا عام نظروں سے مستور (پوشیدہ) رہے، جلا دینے یا دریا میں بہا دینے سے انسانوں کی نظروں میں اس کی جتنی سخت بے حرمتی اور سبکی ہوتی ہے وہ اس سے ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے پس میّت کو غسل دینا اور اس پر نماز پڑھنا یعنی اس کے لئے دعاء مغفرت کرنا اور اس کے بعد لے جا کر دفن کرنا بھی اسی لئے کہ بنی آدم کی حرمت وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (یعنی ہم نے بزرگ بنایا بنی آدم کو) ظاہر ہو اور دنیا سے اٹھے بھی تو ممتاز رہے اور چونکہ نماز خود کے لئے بھی عبرت ہے اس لئے اس کا ہونا ضروری ہے۔

زکوٰۃ کے احکام

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ (ترجمہ) نماز کی پابندی کرو اور زکوٰۃ ادا کرو
(البقرہ رکوع ۵)

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِیَعْبُدُوا اللّٰہَ مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ حُنَفَآءَ وَیُقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَیُؤْتُوا الزَّکٰوۃَ وَذٰلِکَ دِیْنُ الْقَیِّمَۃِ (سورۃ البینہ)

(ترجمہ) اور نہیں حکم کیے گئے مگر یہ کہ عبادت کریں اللہ کی خالص اسی کے عبادت گزار ہو کر ابراہیمی دین پر اور قائم رکھیں نماز کو اور دیں زکوٰۃ کو اور یہ صحیح دین کے احکام ہیں۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِہِمْ صَدَقَۃً تُطَہِّرُہُمْ وَتُزَکِّیْہِمْ بِہَا (التوبہ رکوع ۱۲)

(ترجمہ) اے نبی تم ان کے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لیتے رہو جو ان کو پاک کرے گا اور جس سے تم ان کو پاک کرو گے

وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ

(ترجمہ) ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام کی بنیاد

وَسَلَّمَ قَالَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰی خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ وَاِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَحَجِّ الْبَيْتِ وَصَوْمِ رَمَضَانَ (متفق علیہ)	پانچ چیزوں پہ ہے۔ گواہی دینا اس بات کی کہ سوائے خدا کے کوئی معبود برحق نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ ادا کرنا اور بیت اللہ کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔ (متفق علیہ)

اسلام کی بنا پانچ چیزوں پر منحصر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عبادت یا تو قولی ہوگی یہ شہادت ہے یا غیر قولی ترکی ہوگی اور یہ روزہ ہے یا فعلی ہے اور یہ بدنی ہوگی جیسے نماز یا مالی ہوگی جیسے زکوٰۃ یا دونوں سے مرکب یہ حج ہے زکوٰۃ اسلام کا تیسرا رکن ہے اور دین کے بنیادی اعمال میں سے ہے۔ اگر کوئی شخص فرضیت زکوٰۃ کا انکار کرے تو کافر ہے اور نہ دینے والا فاسق و مستحق عذاب ہے۔ ہر آزاد مسلمان جس کی ملکیت تام (یعنی پوری طرح اپنے مال کا مالک) ہو اس پر پانچ قسم کے مالوں میں زکوٰۃ واجب ہے: (۱) مویشی یعنی اونٹ، گائے، بھینس، بھیڑ اور بکری (۲) نقدی یعنی سونا اور چاندی (۳) غلہ (یعنی اناج) (۴) پھل (صرف کھجور اور منقی) جب کہ ان کی مقدار نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہو (۵) تجارت کا مال جب کہ ان پر کامل ایک سال گذرے، مگر اناج اور پھلوں پر ایک سال گذرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ ان کی فصل قبضے میں آنے پر فوراً زکوٰۃ نکالنی چاہیے۔

Raziyatulabrarbhatkal.blogspot.com

مویشی پر زکوٰۃ نکالنے کی تفصیل حسب ذیل ہے

نام جانور	تعداد	شرح زکوٰۃ (یعنی مقدار زکوٰۃ)
اونٹ	ایک سے چار تک	کچھ نہیں۔
"	۵ سے ۹ تک	ایک بکری دینا واجب ہے۔ مینڈھا ہو تو کامل ایک سال کا اور چھیلا ہو تو دو سال کا ہونا ضروری ہے۔ نر و مادہ ایک حکم ہے۔
"	۱۰ سے ۱۴ تک	دو بکریاں بشرط سابق
"	۱۵ " ۱۹ "	تین بکریاں "
"	۲۰ " ۲۴ "	چار بکریاں "
"	۲۵ " ۳۵ "	ایک بنت مخاض (پورے ایک سال کی عمر کا اونٹ کا بچہ)
"	۳۶ " ۴۵ "	ایک بنت لبون (پورے دو سال کا اونٹ کا بچہ (تیسری سال میں قدم رکھا ہو) (بقیہ احکام بڑی کتابوں میں دیکھ لیں)
گائے، بیل، بھینس	ایک سے ۲۹ تک	کچھ نہیں
" " "	۳۰ " ۳۹ "	ایک برس کا گوسالہ نر ہو یا مادہ
" " "	۴۰ " ۵۹ "	دو " " "

اس کے بعد ہر تیس پر ایک برس کا بچہ اور ہر چالیس پر دو سال کا بچہ کے حساب سے

زکوٰۃ ادا کی جائے۔

نام جانور	تعداد	شرح زکوٰۃ مقدار زکوٰۃ
بکری	ایک سے ۳۹ تک	کچھ نہیں (یعنی چالیس سے کم بکریوں پر زکوٰۃ نہیں)
"	۴۰ سے ۱۲۰ تک	ایک بکری مینڈھی ہو تو کامل ایک سالہ اور بکری کا ہو تو کامل دو سالہ
"	۱۲۱ سے ۲۰۰ تک	دو بکریاں بشرط سابق
"	۲۰۱ " ۳۰۰ "	تین بکریاں "
		اس کے بعد ہر سو پر ایک بکری بشرط سابق زیادہ کرے۔

مذکورہ جانوروں کی زکوٰۃ میں شرط ہے کہ (۱) نصاب کامل ہو (۲) اور ان جانوروں پر کامل ایک سال زکوٰۃ دینے والے کی ملک میں گزر جائے اور (۳) مباح چراگاہ میں چرنے والے ہوں یعنی سال بھر کے اکثر حصہ میں مفت کی مباح گھاس سے چرائے گئے ہوں اور (۴) وہ جانور جو زراعت وغیرہ کا کام کرنے والے نہ ہوں۔

مشترک مویشی کی زکوٰۃ کا حکم

دو آدمیوں کے جانور اس طرح ملے جلے ہوں :- (۱) ان کا چرواہا (۲) چراگاہ (۳) رات کو رہنے کی جگہ (۴) دودھ دوہنے کی جگہ (۵) چراگاہ کو جانے کا راستہ (۶) سانڈ (۷) پانی پلانے کی جگہ چشمہ نہر وغیرہ سب ایک ہوں تو اس صورت میں ایک شخص کے جانوروں کی مجموعی تعداد کے حساب سے زکوٰۃ دیں۔

نقد (سونا، چاندی) کی زکوٰۃ کے احکام کا نقشہ

جن اشیا میں زکوٰۃ واجب ہے	نصاب زکوٰۃ	وہ حصہ جو زکوٰۃ میں دینا چاہئے	مقدار زکوٰۃ
(۱) سونا	بیس مثقال یا ۷½ تولے خالص	چالیسواں حصہ	نصف مثقال (دو ماشہ دو رتی)
(۲) چاندی	دو سو درہم (یا ۵۲½) ″	″	ایک تولہ پونے چار ماشے
(۳) مال تجارت	چاندی یا سونے کے نصاب کی قیمت کا ہو۔	″	چالیسواں حصہ کی قیمت۔ تجارت کے مال کے علاوہ باقی مالوں کی زکوٰۃ میں قیمت دینا جائز نہیں۔
(۴) اناج، کھجور، منقیٰ	۵ وسق (تین سو صاع)	دسواں حصہ	۳۰ صاع (ایک صاع اسّی تولہ وزن کے سیر ہوتے ہیں)

معدن اور دفینہ کی زکوٰۃ

معدن (کان) سے جس قدر سونا اور چاندی برآمد ہو اس کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے۔ جاہلیت کے سونے چاندی کا دفینہ اگر مل جائے تو پانچواں حصہ زکوٰۃ میں دیدینا چاہیے۔ اس میں خمس (یعنی پانچواں حصہ) اس لئے ہے کہ یہ بغیر محنت و مشقت کے ہاتھ لگ گیا ہے۔

عورت کے زیورات

سونے چاندی کے وہ معمولی زیورات جن کا پہننا عورتوں کے لئے شرعاً

جائز ہے ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔ ہاں اگر وہ تجارت کے لئے بنائے گئے ہیں یا بجائے پہننے کے بطور مال وجائداد کے زیورات بنا کر محفوظ رکھنے کے لئے تو ان پر زیورات پر زکوٰۃ واجب ہے ۔سونا اور چاندی کے سوا موتیوں کے ہار یاقوت زبرجد وغیرہ دوسرے جواہرات پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

اناج اور پھلوں کی زکوٰۃ

اناج کے کھیتوں اور پھلوں کے درختوں کی بلا مشقت مینھ کے پانی یا تالاب یا نہر کے پانی سے آبیاری کی گئی ہو یا زمین کی تری سے وہ تیار ہوتے ہوں تو ان کا دسواں حصہ زکوٰۃ میں دے دینا چاہیے چونکہ ان میں محنت بھی نہیں کرنی پڑی ہے صرف تخم ریزی اور دو تین ماہ دیکھ بھال کرنے پر معاملہ ختم ہو گیا ہے اس لئے شرعی محصول زیادہ قرار پایا ہے۔ اگر کھیتی کنوئیں یا تالاب کے پانی سے مزدوری کے ذریعے کرنی پڑی ہے۔ اس لئے بیسواں حصہ غریبوں کا رکھ دیا گیا ہے جن غلوں اور پھلوں کو غذا کے طور پر استعمال کرتے ہیں اُن میں زکوٰۃ واجب ہے جیسے گیہوں، چاول، جَو اور جوار وغیرہ ، اور پھلوں میں صرف کھجور اور منقّی میں زکوٰۃ واجب ہے۔ اناج اور پھلوں کا نصاب پانچ وسق ہے اور ایک وسق کے ساٹھ صاع ہوتے ہیں اور ایک صاع کے اسی تولہ وزن کے سیر سے تین سیر ہوتے ہیں۔ پانچ وسق کے نو سو سیر تین سو صاع یا چھے سو مدراسی پلڑی ہوتے ہیں۔

مالِ تجارت

جو مال بیچنے اور فائدہ کمانے کے لئے جمع کیا گیا ہو تو وہ مال تجارت

کہلاتا ہے۔ خواہ وہ کسی قسم کا مال ہو اناج، کپڑا، زیور، جانور، جائداد، مکانات وغیرہ سب تجارتی مال ہے، تجارتی مال پر ایک سال گذر جانے کے بعد سونے یا چاندی سے اس کی قیمت ٹھہرائی جائے، اگر اس کی قیمت سونے یا چاندی کے نصاب کو پہنچتی ہو تو قیمت کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دینا واجب ہے جس شخص کے پاس نصاب کے برابر یا اُس سے زیادہ مال ہو اور اس کے ذمہ کسی کا قرض بھی ہو خواہ اس قرض کی ادائگی فوراً لازم ہو یا تاخیر سے خواہ قرض، اللہ تعالیٰ کا (جیسے زکوٰۃ) ہو یا کسی آدمی کا ہر حالت میں اس کے پاس جو مال ہے اس میں اظہر (معتمد) قول کے مطابق زکوٰۃ واجب ہے (یعنی قرض وجوب زکوٰۃ کو مانع نہیں) بعض فقہاءؒ کے نزدیک قرض کی رقم منہا کرنے کے بعد بھی اگر وہ نصاب کا مالک ہو تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے ورنہ نہیں۔

مصارفِ زکوٰۃ

مال کی زکوٰۃ جن مستحقین کو شرعاً دینی چاہیے (یعنی جن لوگوں کو زکوٰۃ دینے سے زکوٰۃ ادا ہوتی ہے) وہ لوگ مصارف زکوٰۃ کہلاتے ہیں۔ آٹھ قسم کے لوگ زکوٰۃ کے مستحق ہیں ان کا ذکر اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی اس آیت شریفہ میں کیا ہے۔

إِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ	(ترجمہ) مال زکوٰۃ صرف فقیروں اور مسکینوں کے
وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا	لیے اور عملہ زکوٰۃ (جو زکوٰۃ وصول کرنے پر متعین
وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ	ہوں) اور جن کی دلجوئی منظور ہے اور (قید غلامی
وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللَّهِ	سے غلاموں کی) گردنوں کے چھڑانے میں اور قرض
وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِّنَ اللَّهِ	داروں کے قرض ادا کرنے میں اور جہاد کرنے والے

وَاللّٰہُ عَلِیۡمٌ حَکِیۡمٌ۔ ساز و سامان میں اور مسافروں کی امداد میں۔ یہ حکم اللہ کی طرف سے مقرر ہے اور اللہ بڑا علم و حکمت والا ہے

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے آٹھ قسم کے لوگوں کو زکوٰۃ کا مستحق بتایا ہے (۱) فقیر۔ فقیر وہ ہے جس کے پاس نہ مال ہو نہ کمانے کی طاقت رکھتا ہوں یعنی وہ اپنی عاجزی اور کمزوری کی وجہ سے نہ محنت و مزدوری کے قابل ہو اور نہ کوئی کام کر سکتا ہو اور نہ اس کو کسی ایسے آدمی کا سہارا ہو جس پر اس کا نفقہ واجب ہو۔ عام طور پر جن لوگوں کو فقیر کہا جاتا ہے اور گھر گھر بھیک مانگتے پھرتے ہیں ایسے پیشہ ور بھیک مانگنے والے اگر قوی ہوں اور کسب کر سکتے ہوں یعنی ہاتھ پاؤں سے درست اور کسب معاش پر قدرت رکھتے ہوں اور تلاش کرنے پر لائق خدمت (نوکری) ملتی ہو تو ایسے سائلوں کو مانگنا بھی حرام اور دینا بھی حرام ہے (۲) مسکین۔ مسکین وہ ہے جس کا ضروری خرچ اس کی آمدنی سے زیادہ ہو اور برتنے کے سامان کے سوا اس کے پاس کوئی مال نہ ہو (۳) عامل۔ عامل وہ آدمی ہے جس کو حاکم نے لوگوں سے زکوٰۃ وصول کرنے اور تقسیم کرنے کے لئے مقرر کیا ہو اس کو اس کام کے مطابق زکوٰۃ میں سے اُجرت دی جائے (۴) مُولفۃ القلوب یعنی وہ نو مسلم جس کے دل میں اسلام اچھی طرح سے جاگزیں نہیں ہوا ہو انہیں اس غرض سے زکوٰۃ دی جائے تاکہ ان کے دل میں اسلام کی محبت مستحکم ہو جائے (۵) مکاتب وہ غلام یا لونڈی ہے جس کے آقا نے لکھدیا ہو اگر تو اتنا مال ادا کرے تو آزاد ہے پس اس کی آزادی کے لئے زکوٰۃ مال اس کو دینا درست ہے مکاتب کے سوا دوسرے غلام یا لونڈی کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں (۶) قرضدار۔ جو دوسرے کا مقروض ہو اس کو اپنا قرض ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ دی جائے (خواہ قرض اپنے لئے لیا ہو یا قومی کسی کام کے لئے لیا ہو) (۷) اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے

بشرطیکہ اس بادشاہ کی طرف سے خرچ نہ ملتا ہو (۸) مسافر جو حالت سفر میں محتاج ہو جائے، مثلاً ایک آدمی اپنے گھر کا مالدار ہے لیکن کہیں سفر میں اتفاق ہوا کہ اس کے پاس کچھ نہیں رہا سارا مال صرف ہو گیا یا چوری ہو گیا یا کوئی ایسی وجہ ہو گئی اب اس کے پاس گھر تک پہنچنے کا بھی خرچ نہیں ہے۔ اب اس کو ضرورت ہے۔ تو اس کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔ اگرچہ وہ اپنے گھر میں مالدار کیوں نہ ہو۔ زکوٰۃ کا مال تقسیم کرنے میں ضروری ہے کہ اقسام مذکورہ میں سے سوا عامل کے ہر ایک قسم میں سے کم سے کم تین اشخاص کو زکوٰۃ دینا البتہ عامل ایک ہو تو ایک ہی کو زکوٰۃ دینا جائز ہے اگر آٹھوں قسم کے تمام لوگ نہ ملیں تو جتنے قسم کے لوگ مل سکیں انہیں کو زکوٰۃ دی جائے۔ ہاں صدقہ فطر ایک ہی آدمی کو دیا جائے تو جائز ہے لیکن اولیٰ اور احتیاط اس میں ہے کہ اپنا فطرہ تین مسکینوں کو دے۔ بہتر یہ ہے کہ زکوٰۃ اپنے محتاج رشتہ داروں کو دی جائے پھر محتاج پڑوسیوں کو پھر اپنے شہر والوں کو دی جائے، امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ اگر زکوٰۃ دینے والا کئی گنا ثواب چاہے تو زکوٰۃ ان پانچ قسم کے اشخاص کو تلاش کر کے دے (۱) متقی یعنی پرہیزگار (۲) طالب العلم یعنی علم دین سیکھنے والا (۳) سفید پوش تنگ دست (۴) بیمار عیالدار (۵) قرابت دار زکوٰۃ لینے والا جتنا بزرگ یا حاجت مند ہو گا اتنا ہی دینے والا مستحق ثواب ہو گا۔ زکوٰۃ یا صدقۂ فطر نکالتے وقت اس کی نیت کرنا فرض ہے یعنی یہ میرے مال کی زکوٰۃ ہے یا یہ میرا صدقۂ فطر ہے۔

چھ قسم کے لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں (۱) ایک وہ شخص جو مال یا کسب کے ذریعہ اپنی ضرورتیں پوری کر سکتا ہو (۲) غلام اور لونڈی (۳) کافر یعنی کسی غیر مسلم کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں۔ اگر دیں گے تو زکوٰۃ ادا نہ ہو گی (۴) وہ شخص جو بنی ہاشم و بنی مطلب کے خاندان سے ہو البتہ صدقات نافلہ یعنی خیرات مسنون ہے ان کو دینا جائز

ہے (۵) بیوی اور نابالغ اولاد (۶) وہ لوگ جو زکوٰۃ کا مال لے کر فسق و فجور و معصیت کے کاموں میں صرف کرتے ہیں اسی طرح مسجد، مدارس، مسافر خانے، اسپتال پل، سراتے، کنویں اور حوض وغیرہ کی تعمیر میں یا مدرسین یا ملازمین کی اجرت میں یا میت کی تجہیز و تکفین کے لئے زکوٰۃ کے مال سے صرف کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح کسی ادارہ کو دینا جائز نہیں، ہاں غریب طلباء کو (جو علم دین کی تحصیل کرنے میں مشغول رہتے ہیں) دے سکتے ہیں بلکہ وہ بہتر مصرف ہیں۔

صدقۂ فطر

صدقۂ فطر (یعنی رمضان شریف کے روزے ختم ہونے کی خوشی کا صدقہ) ہر عاقل و بالغ پر واجب ہے کہ اپنا، اپنی بیوی، بچوں اور والدین کی طرف سے جن کا نفقہ اس کے ذمہ ہو صدقۂ فطر ادا کرے۔ بشرطیکہ اس کے پاس عید کی رات اور عید کے دن کے لئے اپنے اور اپنے بال بچوں کے ضروری کھانے پینے کے خرچ سے زیادہ بچا ہوا مال ہو۔ صدقۂ فطر کی مقدار ایک صاع ہے اور ایک صاع اسی تولہ وزن کے سیر سے تین سیر ہوتے ہیں۔ اناج ہر ایک کی طرف سے نکالے چاہے چھوٹا ہو یا بڑا اناج ایسا ہو جو اس جگہ کے لوگوں کی عام خوراک ہو، جیسے چاول، گیہوں، جوار، باجرا، مکئی، چنا، مونگ اور جو وغیرہ، صدقۂ رمضان رمضان شریف کے آخری دن عید کی رات کو آفتاب غروب ہونے کے بعد واجب ہوتا ہے۔ لیکن رمضان کی پہلی تاریخ سے بھی ادا کرنا جائز ہے اور عید کی فجر تک تاخیر کرنا مستحب ہے اور عید کی نماز سے پہلے ادا کرنا سنت ہے۔ عید کے دن سے بلا عذر تاخیر کرنا حرام ہے۔ سب کی طرف سے اُس میں (دینے) کی استطاعت نہ ہو تو جتنوں کی طرف سے دے سکتا ہے ادا کرے۔

زکوٰۃ کے فائدے اور اس کی حکمتیں

میرے دینی بھائیو!

ہر شخص جانتا ہے اور مانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم حکمت و مصلحت سے خالی نہیں فطرتِ انسانی بیحد لالچی اور بخیل واقع ہوئی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ دونوں صفتیں (یعنی بخل و لالچ) نہایت ہی بری اور قبیح ہیں۔ حُبِّ مال انسان کے لئے مہلک شئی ہے۔ جس شخص کے دل میں حُبِّ مال کا غلبہ ہوتا ہے وہ ہر طرح اپنی ہی بھلائی چاہتا ہے اگرچہ دوسروں کا نقصان ہی کیوں نہ ہو چنانچہ بہت سے لوگ غریبوں کے حقوق دبا لیتے ہیں اور ان کے مال و جائداد پر غاصبانہ قبضہ کر لیتے ہیں اور اس کا ظلم و قبیح ہونا ہر عاقل پر ظاہر ہے۔ **لہٰذا** اس کے علاج کے لئے مفید اور نافع طریقہ یہ ہے کہ اپنی خواہش کے خلاف وقتاً فوقتاً کچھ حصہ اپنے مال سے جدا کرتا رہے۔ تاکہ حرصِ مال اور بخل کی صفت اس سے زائل ہو جائے۔ قرآن مجید ایسی آیتوں سے بھرا ہوا ہے جو زکوٰۃ دینے کی ترغیب دیتی ہیں بلکہ یوں سمجھئے کہ سوائے نماز کے کسی رکن کے لئے زکوٰۃ سے زیادہ آیتیں قرآن مجید میں نہیں ہیں۔ شاید ہی کوئی سورہ ایسی ہو جس میں زکوٰۃ کے متعلق کچھ نہ کچھ فرمایا گیا ہو، بسا اوقات جہاں جہاں نماز کا ذکر آیا ہے اُسی کے ساتھ ہی ساتھ ادائے زکوٰۃ کی بھی ترغیب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ انسان مال کو بہت پسند کرتا ہے، چنانچہ فرمایا ہے۔

وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا — تم لوگ مال کو بہت پسند کرتے ہو

(سورۃ الفجر)

وَإِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ — بے شک انسان سختی کے ساتھ مال کو پسند کرتا ہے

(سورۃ العدیت)

اور اس کے برعکس اللہ تعالیٰ یہ بھی جانتا ہے کہ آدمیوں کی جبلت اور فطرت میں بخل بھرا ہوا ہے۔ جیسے کہ فرمایا ہے۔

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ — (ترجمہ) اور جو بچایا گیا اپنے جی کے لالچ سے تو وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

(سورۃ الحشر)

(یعنی بڑے کامیاب اور بامراد وہ لوگ ہیں جن کو اللہ کی توفیق و دستگیری نے ان کے دل کو لالچ اور حرص و بخل سے محفوظ رکھا) اسی تئے قرآن پاک میں صدقہ کی بہت زیادہ آیتیں آئی ہیں تاکہ وہ نفوس کے بخل کا علاج بن جائے اور مال خرچ کرنے کی ترغیب کے ساتھ ہی خرچ کرنے کی تعریف بھی آئی ہے اور صدقہ کی ضروری بھی قرار دیا گیا ہے اور بتلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ خرچ کرنے والے کو جتنا کہ وہ خرچ کیا ہے اتنا تو اُس کو دے ہی دیتا ہے بلکہ اور کتنی گُنا زیادہ دیتا ہے۔ حتیٰ کہ سات سو گنا تک بلکہ جس کے لئے چاہتا ہے اس کو اور بھی بڑھا کر دیتا ہے (سچ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی داد و دہش بے انتہا بڑھی ہوئی ہے) چنانچہ فرمایا ہے۔

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ مِّائَةُ حَبَّةٍ ۭ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ — (ترجمہ) مثال ان لوگوں کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال کو اللہ کے راستے میں مانند ایسے دانے کے ہے جس کی سات بالیں نکلیں۔ ہر بالی میں سو دانے اور اللہ تعالیٰ اور بھی زیادہ کر دیتا ہے جس کے لیے بھی چاہتا ہے

اور اللہ تعالیٰ بڑا وسعت دینے والا اور بڑا علم رکھنے والا ہے۔ (پارہ ۳ رکوع ۴)

اور جس طرح کہ زکوٰۃ کی ترغیب دی اور تعریف کی اسی طرح اس کے برعکس اور مخالف صورت یعنی بخل کرنے والے کے لئے سخت سے سخت عذاب بھی رکھا ہے چنانچہ فرمایا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ يَوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوْبُهُمْ وَظُهُوْرُهُمْ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِاَنْفُسِكُمْ فَذُوْقُوْا مَا كُنْتُمْ تَكْنِزُوْنَ (سورۃ التوبہ رکوع ۵)

(ترجمہ) جو لوگ سونا اور چاندی جمع کرتے ہیں اور اس کو اللہ کی راہ میں نہیں خرچ کرتے تو تم (اے نبی) ان کو دردناک عذاب کی بشارت دے دو، جس دن ان کی دولت دوزخ کی آگ میں گرم کی جائے گی اور پھر اس سے جمع کرنے والے کی پیشانی اور پہلو کو داغا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ وہ چیز ہے جس کو تم اپنے لیے اکٹھا کرتے تھے۔ پس چکھو مزا جس کو تم جمع کرتے رہے تھے۔

پس ایسا کون احمق غبی اور کند ذہن ہوگا۔ جو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی نفع بخش نعمت سے بجائے فائدہ اٹھانے کے اس کو بدل کر اپنے لئے دردناک عذاب بنائے گا۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَخَلَقَ لَكُمْ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا۔

(ترجمہ) تم سب کے لیے (کیا غریب کیا امیر) دنیا کی سب چیزیں پیدا کی ہیں۔

یعنی دنیا کے سب لوگ سب نعمتوں سے فائدہ اٹھانے میں ایک دوسرے کے شریک ہیں۔ پس مستحق کو اس کا حق نہ دیکر خود اپنے پاس

اکٹھا کر کے رکھنا اور حصہ دار کو اس کا حصہ نہ دینا بالکل ایسا ہے جیسے ایک شریک دوسرے شریک سے خیانت کر بیٹھتا ہے۔ پس اے مسلمانو! اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے مال میں برکت ہو اور اس میں اضافہ ہوئے تو ضروری یہ ہے کہ تم زکوٰۃ ادا کرتے رہو اور ظاہر ہے کہ زکوٰۃ کے ذریعہ مال اللہ کی حفاظت میں رکھا جائے گا تو تلف نہ ہوگا اور نہ چوری جائے گا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ الخ — (ترجمہ: اے نبی تم انکے مالوں میں سے صدقہ (زکوٰۃ) لیتے رہو یہ ان کو پاک کرے گا۔

(التوبہ رکوع ۱۲)

اور اس کے ذریعہ وہ ستھرے ہو جائیں گے نیز رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مال کہیں بھی ضائع نہیں ہوتا نہ تو خشکی میں اور نہ تری میں۔ البتہ زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے ضائع ہو جاتا ہے۔ پس زکوٰۃ کو جس پہلو سے دیکھو اور غور کرو ہر پہلو سے اچھا ہی اچھا ہے بلکہ بہت ہی اچھا اور خوبصورت ہے کیونکہ یہ (یعنی زکوٰۃ دینا) بقیہ مال کو پاک کرتا ہے نفس کو خرچ اور سخاوت کی طرف مائل کرتا ہے اور سنوارتا ہے۔ دوسروں کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرتا ہے زندگی کو رونق بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو راضی اور خوش کرتا ہے۔ جنت سے نزدیک اور آتش دوزخ سے دور کرتا ہے۔ زکوٰۃ کی برکتوں میں سے یہ بھی ہے زکوٰۃ دینے والے کی ذات اور اس کے بال بچے امراض کی برائیوں سے بچے رہتے ہیں اور انسان صحت و عافیت میں رہتا ہے اور اگر اس کے پاس جانور اور چوپائے ہوں تو ان میں برکت ہوتا ہے۔ ان کی نسل بڑھتی ہے جانوروں کے دودھ میں کثرت ہوتی ہے۔ کاشتکاری، تجارت اور پیداوار نقصان سے بچتے رہتے ہیں اور ہر قسم کی نیکیوں کے کرنے کی توفیق ہوتی ہے۔

پس اے مسلمانو! اپنے غریب بھائیوں کا حق ادا کرتے رہو اور ان کو بھوک کی سختی میں نہ مبتلا رہنے دو، خاص کر ایسے وقت میں جب کہ تم خود اللہ کے دیئے ہوئے مال سے فائدہ اٹھا رہے ہو اور ایسے حال میں کہ وہ ٹوٹے ہوئے دل اور آنکھوں میں آنسو بھر کر تمہاری طرف تکتے ہیں اور بسا اوقات ہو سکتا ہے کہ وہ غریب تمہارے کوئی رشتہ دار ہوں یا بھائی یا پڑوسی ہوں جن کا حصّہ حق تعالیٰ نے تمہارے مال میں رکھا ہے تو وہی لوگ تمہارے قریبی اور اہل ہو جائیں گے اور تمہاری بھلائی کے خواہاں رہیں گے اور امید رکھیں گے کہ تم کو اور زیادہ عطا رہے اور ساتھ ہی ساتھ یہ بات ذہن نشین کر لو کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تم کو غنی اور ان کو فقیر بنایا ہے اور اپنے فضل سے یہ مال تم کو دیا اور تمہاری روزی میں کشادگی دی اور وہی ہے جو اب تم کو حکم دیتا ہے کہ تم اپنے مال میں سے غریبوں کا حق ادا کرتے رہو اور ان کے ساتھ بخل نہ کرو کیونکہ زکوٰۃ واجب کر کے اللہ تعالیٰ نے تم کو کوئی تکلیف نہیں دی بلکہ ایک تھوڑی سی رقم تم پر فرض کی ہے جو چالیسواں حصہ ہوتا ہے۔ یہ مقدار نہایت ہی کم ہے لیکن برائیوں پر آمادہ کرنے والا نفس امارہ اور شیطان خرچ کرنے پر غریب ہو جانے کا اندیشہ دلاتا ہے اور بخل کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور اس چھوٹے اور تھوڑے مال زکوٰۃ کو خیال دلاتا ہے کہ بہت ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اَلشَّیْطٰنُ یَعِدُکُمُ الْفَقْرَ وَ یَاْمُرُکُمْ بِالْفَحْشَآءِ وَ اللّٰہُ یَعِدُکُمْ مَّغْفِرَۃً مِّنْہُ وَ فَضْلًا (پارہ ۳ رکوع ۴)

(ترجمہ) شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو فقر کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا۔ اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو بخشش کا اپنی طرف سے اور فضل کا

وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (پارہ ۲۸ رکوع ۴) (ترجمہ، جو بچا لیا گیا اپنے جی کے لالچ سے وہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی سے جرائم کم ہوتے ہیں

میرے عزیز بھائیو! اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کو پڑھو۔

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ (پارہ ۱۴، رکوع ۱۵) (ترجمہ، اللہ تعالیٰ نے روزی کے معاملہ میں تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔

پس کسی کو غنی بنا دیا اور کسی کو فقیر تاکہ نظام زندگی برقرار رکھے اور گڑبڑی نہ پڑے، اور بہت سی آیتوں کے ذریعہ ابھارا اور اکسایا گیا ہے کہ ان فقیروں کے لیئے اغنیاء کے مالوں میں کچھ حق ہے۔ اور مال داروں کو بھی سخت عذاب سے ڈرایا گیا تاکہ وہ بخل نہ کریں اور فقیروں کو ان کا حق دینے سے نہ رکیں۔ اگر ان کو ان کا حق (زکوٰۃ) نہ دیا جائے تو ان کا پیٹ خالی رہ کر جلا کرے گا اور ان کا دل مال داروں کی طرف سے کینہ اور دشمنی سے بھرا رہے گا۔ پس یہ غرباء امنِ عامہ کو خطرہ میں ڈالیں گے اور مال داروں اور دولت مندوں کی بدبختی کی بنیاد بن جائیں گے۔ جس سے زمین پر فساد پھیلنے لگ جائے گا۔ پس اس کے رد کرنے کا کوئی ذریعہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ وہ مال دار جو ان پر ظلم کرتے ہیں اور ان کے حقوق کو روکتے ہیں اور اپنے خالق رزاق کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔ وہ لوگ شریعت کے مطابق زکوٰۃ ادا کرنے لگ جائیں، کیونکہ مال دار جب تک بخیل بنا رہے گا اس وقت تک غریب بھوکا رہے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو عالم الغیب ہے ان باتوں کو خوب جانتے ہوئے مال داروں کے مال میں غریب کے لیئے

ضرورت بھر تھوڑا سا بطور زکوٰۃ دینے کے لیے ساری دنیا پر قیامت تک کے لیے فرض کر دیا۔ غرض عقل و نقل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ زکوٰۃ نہایت اہم اور ضروری چیز ہے تاکہ سب لوگ حسب حیثیت اللہ کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں۔

روزے کے احکام

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ أَيَّامًا مَّعْدُودَاتٍ

(ترجمہ) اے مسلمانو! تم پر روزے فرض کیے گئے جس طرح تم سے پہلے امتوں اور قوموں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم میں تقویٰ پیدا ہو گنتی کے کئے دن۔

(پارہ ۲ رکوع ۶)

فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (پارہ ۲ رکوع ۶)

(ترجمہ) پس جو اس مہینے میں زندہ (موجود) رہے روزہ رکھے۔

صوم (روزہ) کے معنی لغت میں امساک یعنی رکنے یا روکے رکھنے کے ہیں اور اصطلاح شریعت میں روزے کی نیت کے ساتھ صبح صادق سے لے کر سورج غروب ہونے تک کھانے پینے اور ان تمام چیزوں سے رکے رہنے کے ہیں جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔ روزہ اسلام کا چوتھا رکن ہے، جو شخص اس کا انکار کرے وہ مسلمان نہیں رہتا اور جو بغیر کسی عذر کے روزہ نہ رکھے وہ سخت گناہ گار اور فاسق ہوتا ہے۔ بچہ جب سات برس کا ہو جائے اور اس کو روزہ رکھنے کی طاقت ہو تو اس کے ولی (یعنی سرپرست) کو چاہیئے کہ اس کو روزہ رکھنے کا حکم (تاکید)

کرے اور دس برس گذرنے کے بعد طاقت کے ہونے کے باوجود روزہ نہ رکھے تو اس کو مارے۔ بالغ ہونے کے بعد ہی سب احکام شروع ہوں تو زیادہ بوجھ معلوم ہوگا۔ اس لیئے شریعت نے پہلے سے عادت ڈالنے اور خوگر بنانے کے لیئے یہ حکم دیا ہے۔ رمضان شریف کے دنوں میں راستوں بازاروں میں اور مکانوں میں کھلم کھلا کھانا پینا بڑا ظلم ہے، ایسا کرنا خدا سے بغاوت کرنا ہے اور ان ظالموں کے لیئے سوء خاتمہ کا بڑا خطرہ ہے (نعوذ باللہ منہ) یہی حال ان دکانداروں ہوٹلوں کے مالکوں اور نوکروں کا ہے جو ظالموں کو کھلاتے اور پلاتے ہیں کیونکہ باغیوں کی مدد کرنے والا بھی بغاوت میں شریک سمجھا جاتا ہے۔ رمضان کا چاند دیکھنے سے روزہ فرض ہوتا ہے۔ چاہیئے کہ شعبان کا چاند خوب غور و تلاش کر کے دیکھنے کی کوشش کریں اور تاریخ کی تحقیق کرلیں تاکہ رمضان کے چاند کے دیکھنے کے لیئے آسانی ہو۔ شعبان کی انتیسویں کی شام کو خوب غور سے چاند دیکھیں۔ اگر نظر آجائے تو اگلے روز روزہ رکھیں اور اگر نہ آئے تو شعبان کے تیس دن پورے کریں۔ پھر رمضان کے روزے شروع کریں۔ حدیث میں آیا ہے۔

عن ابی هریرة رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال صوموا لرؤیتہ وافطروا لرؤیتہ فان غبی علیکم فاکملوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثلاثین (متفق علیہ وہٰذا لفظ البخاری)

(ترجمہ) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رمضان کے ہلال کو دیکھ کر روزہ رکھو اور شوال کے ہلال کو دیکھ کر افطار کرو۔ اگر تم پر ابر وغیرہ سے ہلال چھپا یا جائے تو شعبان کے تیس دن پورے کرو۔

وَفِي رِوَايَةٍ مُسْلِمٍ فَإِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَصُوْمُوْا ثَلٰثِيْنَ يَوْمًا۔ (ترجمہ) اور مسلم کی روایت میں ہے اگر تم پر ابر ہو جائے تو تیس ۳۰ دن روزے رکھے۔

شعبان کی انتیسویں ۲۹ کو ایک عادل شخص بھی رویت ہلال کا اقرار کرے اور حاکم مسلم (یا قاضی اسلام) کے روبرو شہادت دے تو اس سے رویت ہلال ثابت ہو جائے گی اور قاضی کے اعلان کرنے سے روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا۔ رمضان کے سوا اور گیارہ مہینوں میں رویت ہلال کے ثبوت کے لیئے قاضی کے پاس دو عادل آدمیوں کا شہادت دینا ضروری ہے۔ ایک آدمی کی گواہی سے چاند ثابت نہ ہوگا۔ گواہوں میں اسلام عقل اور بلوغ کے سوا عدالت (یعنی گواہوں کا عادل ہونا) بھی شرط ہے۔ فاسق کی گواہی قبول نہیں۔ عدالت سے مراد یہ ہے کہ گواہ کا گناہ کبیرہ سے پرہیز کرنے والا ہونا اور صغیرہ گناہوں پر اصرار (ہمیشگی) کرنے والے نہ ہونا نیز خلاف مروت کرنے سے بچنے والا ہونا چاہیئے۔ تار، ٹیلیفون، خط اور وائرلیس کی خبر نہ ہلال رمضان میں معتبر ہے اور نہ ہلال عیدین وغیرہ میں اور وہ اس لیئے کہ یہ سب خبریں ہیں اور ثبوتِ ہلال کے لیئے شہادت کا ہونا ضروری ہے۔ البتہ جس شخص کو ایسی خبروں پر اعتماد ہو تو صرف وہ شخص اپنے طور پر ان خبروں پر عمل کر سکتا ہے۔ اسی طرح تخمینی باتوں کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔ مثلاً رجب کی چوتھی غرہ (یکم) رمضان کے مطابق ہونا، چاند کا بڑا ہونا، دیر تک ٹھہرنا، یا اونچا ہونا، یا جنتری میں ۲۹ یا ۳۰ لکھا رہنا وغیرہ یہ سب شرع میں غیر معتبر ہیں۔ (مسئلہ) ایک شہر کے قاضی کا خط دوسرے شہر کے قاضی کے پاس آئے تو اس کے ثبوت کے واسطے خط کے ساتھ دو عادل گواہوں کا آنا بھی ضروری ہے۔ ان کو شہود طریق کہتے ہیں راستے کے

گواہ، اور وہ اس بات کی گواہی دیں کہ یہ خط اسی قاضی کا ہے ہم کو مجلس قضاء میں دیا ہے۔ قاضی کا خط صرف ایک آدمی لاوے تو ثبوت کے لیے کافی نہیں قاضی اس پر عمل پیرا ہو کر احکام جاری نہیں کر سکتا اور ہلال ثابت ہونے کا اعلان نہیں کر سکتا۔

روزہ فرض ہونے کے لیے چار شرطیں ہیں

(۱) مسلمان ہونا۔ کافر یا مرتد پر روزہ فرض نہیں (۲) عاقل ہونا مجنون یعنی دیوانہ پر روزہ فرض نہیں (۳) بالغ ہونا، نابالغ لڑکے یا لڑکی پر روزہ فرض نہیں (۴) روزہ رکھنے کی طاقت ہونا۔ ضعیفی یا بیماری یا بڑھاپے کی وجہ سے جس شخص میں اس کی طاقت نہ ہو اس پر روزہ فرض نہیں۔

روزہ صحیح ہونے کی شرطیں

(۱) مسلمان ہونا (۲) عاقل ہونا (۳) عورت ہو تو حیض و نفاس سے پاک ہونا (۴) روزے کا وقت ہو۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق یعنی ذی الحجہ کی گیارہویں، بارہویں یا تیرہویں میں سے کسی روز کا نہ ہونا کیونکہ ان دنوں میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

روزے کے ارکان (فرائض) چار ہیں

(۱) نیت کرنا۔ زبان سے کہے یا نہ کہے، لیکن زبان سے بھی کہنا بہتر ہے۔ اور اگر روزے کی نیت نہ کی اور تمام دن کچھ کھایا پیا نہیں تو وہ روزہ نہ ہوگا (۲) تبییت یعنی فرض یا نذر کے روزے کی نیت رات میں (یعنی

غروب آفتاب کے بعد سے صبح صادق کے پہلے (کسی وقت کرنا۔ اگر نیت رات کو کرنا بھول گیا تو روزہ صحیح نہیں ہوتا۔ فرض روزے کی نیت میں تعین کرنا بھی لازم ہے روزہ کی نیت یہ ہے نَوَیْتُ صَوْمَ غَدٍ عَنْ اَدَاءِ فَرْضِ رَمَضَانَ هٰذِهِ السَّنَةِ لِلّٰهِ تَعَالٰی (میں نیت کرتا ہوں اس رمضان کے کل کے فرض روزہ ادا کرنے کی)۔ (۳) عمداً کھانے اور پینے سے پرہیز کرنا، بھول کر کھائے یا پیئے تو روزہ باطل نہیں ہوتا۔ (۴) عمداً قے کرنے سے بچنا۔

روزے کے مستحبات

(۱) آفتاب غروب ہو جانے کے بعد روزہ افطار کرنے میں تاخیر نہ کرنا، البتہ غروب میں شک ہو ابر کی وجہ سے تو احتیاط کے لیئے ذرہ دیر کرے جلدی نہ کرے تاکہ روزہ فاسد نہ ہو۔ اگر کسی نے جلدی کی اور غروب سے ایک منٹ بھی پہلے افطار کیا تو اس کا روزہ صحیح نہ ہوگا۔ (۲) کھجور سے روزہ افطار کرنا (۳) افطار کرنے کے وقت یہ دعا پڑھنا مستحب ہے۔

اَللّٰهُمَّ لَكَ صُمْنَا وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْنَا فَتَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(ترجمہ) اے اللہ ہم نے تیرے ہی لئے روزہ رکھا اور تیرے ہی رزق سے روزہ افطار کیا تو ہمارے روزے قبول فرما۔ بے شک تو بڑا سننے اور بڑا جاننے والا ہے۔

افضل ہے کہ یہ دعا بھی زیادہ کرے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جب افطار کرتے تو یہ دعا پڑھا کرتے۔

ذَهَبَ الظَّمَأُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْأَجْرُ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ تَعَالٰی (رواہ ابوداؤد والنسائی والحاکم)

(ترجمہ) پیاس جاتی رہی اور رگیں تروتازہ ہو گئیں اور اجر ثابت ہوا اگر اللہ نے چاہا (روایت کیا ابوداؤد اور نسائی اور حاکم صاحب مستدرک نے)

(۴) روزے کے لیے سحری کھانا مسنون اور باعث ثواب ہے۔

عَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَةً۔ (متفق علیہ)

(ترجمہ) انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہا انہوں نے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کھایا کرو کیونکہ سحری کے کھانے میں برکت ہے بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے

اس مفید سنت کو ہرگز ترک نہ کرنا چاہیئے کیونکہ سحری کھانے سے روزے میں قوت وتسلی رہتی ہے اور سنت رسول ادا ہوتی ہے۔ حدیث میں ہے۔

عن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فصل ما بین صیامنا وصیام اھل الکتاب اُکْلَةُ السَّحَرِ (رواہ مسلم)

(ترجمہ) عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہمارے اور اہل کتاب کے روزوں میں سحر کے کھانے کا فرق ہے۔ (امام مسلم رحمہ اللہ نے اس حدیث کو روایت کیا ہے)

یعنی ہم سحر کو کھانا کھاتے ہیں وہ نہیں کھاتے۔ یہ ضروری نہیں کہ خوب پیٹ بھر کر کھائے بلکہ ایک دو لقمہ کھانے سے بھی سنت کا ثواب حاصل ہوگا۔ سحری کا وقت آدھی رات کے بعد سے شروع ہوتا ہے اس سے پہلے کھانے سے سحری کی فضیلت حاصل نہیں ہوتی اور سحری کا افضل وبہتر وقت رات کا آخری حصہ ہے (صبح صادق سے ذرا پہلے کھا پی لے۔ (۵) تلاوت قرآن زیادہ کرے نوافل میں سب سے بڑھ کر تلاوت قرآن ہے (۶) صدقات

بہ کثرت دے۔

روزے کے مکروہات

(۱) روزہ افطار کرنے میں تاخیر کرنا یا اس کو افضل سمجھنا، اگر افطاری کے لیے کسی چیز کے نہ ملنے کی وجہ سے، یا کسی آنے والے کے انتظار میں تاخیر کرے تو مکروہ نہیں (۲) کسی چیز کو چبانا یا نمک وغیرہ چکھ کر تھوک دینا۔ لیکن ضرورت پڑنے پر بچے کے لیے کسی چیز کا چبانا مکروہ نہیں۔ (۳) عورت کا بوسہ لینا اور معانقہ کرنا حرام ہے (۴) روزہ دار کو زوال کے بعد مسواک کرنا (۵) کلی اور ناک میں پانی لینے میں زیادتی کرنا۔ (۶) پچھنے لگوانا یہ سب چیزیں مکروہ ہیں (۷) جھوٹ بولنا (۸) غیبت کرنا ہمیشہ حرام ہے اور روزے کی حالت میں اور زیادہ گناہ ہے۔ حدیث میں ہے جس کو دیلمیؒ نے روایت کیا ہے۔

اَلصَّائِمُ فِیْ عِبَادَۃٍ حِیْنَ یُصْبِحُ اِلٰی اَنْ یُّمْسِیَ فَاِذَا اغْتَابَ خَرَقَ صَوْمَہٗ	(ترجمہ) روزہ دار صبح سے شام تک عبادت میں ہے جبتک کسی کی برائی نہ کرے اور جب برائی کرتا ہے تو وہ اپنے روزے کو پھاڑ ڈالتا ہے۔

اگرچہ ان باتوں سے روزہ فاسد نہیں ہوتا لیکن روزہ قبول نہ ہونے کا خطرہ رہتا ہے۔ روزہ دار کو چاہیے کہ اپنی زبان و اعضاء کو ہر قسم کے خلاف شرع کام گالی گلوچ جھگڑا وغیرہ بے ہودہ گوئی اور تمام گناہوں (کبائر و صغائر) سے بچائے۔ حدیث میں ہے

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ	(ترجمہ) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا انہوں نے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے

وَسَلَّمَ اِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ صَائِمٌ مَرَّتَیْنِ	فرمایا ہے جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو فحش نہ بولے اور شور نہ کرے اور اگر کوئی اس کو گالی دے یا اس سے جھگڑا کرے تو اس کو دوبار کہے کہ میں روزے سے ہوں۔
(متفق علیہ)	(امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے)

اگر کوئی تم سے لڑے تو اپنے دل میں یہ خیال کرو کہ ہم روزے سے ہیں ہم کو لڑنا نہیں چاہیئے۔ اس لڑنے والے سے کہہ دو کہ ہم روزے سے ہیں تم کو جواب نہیں دے سکتے۔ جو لوگ محض کھانے پینے اور مباشرت کرنے سے پرہیز کرتے ہیں اور حلال و حرام کا خیال نہیں رکھتے اور برے افعال سے پرہیز نہیں کرتے ان کے لیئے حدیث میں اس طرح وعید آئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ	(ترجمہ) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص (روزے کی حالت میں) بے ہودہ باتوں کو ترک نہ کرے اور برے کاموں کے کرنے سے باز نہ آوے اللہ تعالیٰ کو اس کی کچھ پرواہ نہیں کہ وہ کھانا پینا چھوڑ دے۔
(رواہ البخاریؒ)	

دوسری حدیث میں ہے جس کو امام بیہقی رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے۔ روزہ صرف کھانے پینے سے پرہیز کرنے کا نام نہیں بلکہ بیہودہ اور لغو کاموں سے بچنے کا نام ہے۔

روزہ توڑنے والی چیزیں

(۱) قصداً کھانا پینا (۲) عمداً قے کرنا (۳) قصداً کنکری یا پتھر نگل جانا (۴) ناس سونگھنا (۵) بیڑی یا سگریٹ یا حقہ وغیرہ پینا (۶) بدن کے کسی سوراخ میں کسی خارجی چیز کو داخل کرنا (۷) جماع (ہمبستری) کرنا (۸) منی کا ارادہ سے نکالنا (احتلام سے روزہ باطل نہیں ہوتا)۔ (۹) جنون دیوانگی اگرچہ وہ صرف ایک لحظہ کے لیے کیوں نہ ہو (۱۰) دن بھر کی بیہوشی اور نشہ (۱۱) مرتد ہو جانا (یعنی دین اسلام سے نکل جانا)۔ (۱۲) حیض ونفاس کا جاری ہونا

اباحت فطر (یعنی روزہ نہ رکھنے کی اجازت)

(۱) مریض کے لیئے (۲) ایسے مسافر کے لیئے جو جائز سفر میں ہو (۳) ایسی حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کے لیئے جسے روزہ رکھنے کی وجہ سے اپنی یا اپنے بچے کی جان کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو یا حمل کو نقصان پہنچنے کا خطرہ ہو (۴) ایسا بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت جو روزہ نہ رکھ سکے ان سب کو روزہ نہ رکھنا مباح ہے۔ فرض روزے کو بلا کسی شدید اور قوی عذر کے توڑنا جائز نہیں۔ پس اگر ایسا سخت بیمار ہو گیا کہ روزہ نہ توڑے تو جان کا اندیشہ غالب ہے یا بیماری بڑھ جانے کا قوی اندیشہ ہے تو روزہ توڑ سکتا ہے۔

وجوب قضا

مذکورہ بالا عذروں کی وجہ سے روزہ نہ رکھنے والے کے جتنے روزے قضا ہو گئے ہوں جب عذر جاتا رہے تو اتنے ہی روزے قضا کیے جائیں جہاں تک ہو سکے قضا روزوں کے ادا کرنے میں جلدی کریں کیونکہ زندگی کا بھروسہ نہیں کیا خبر ہے کہ کل موت آجائے اور فرض ذمہ میں باقی رہے حاملہ عورت جس کو سقوط حمل کا اور دودھ پلانے والی عورت جس کو دودھ کم ہو جانے کا خوف ہو تو وہ چھوٹے ہوئے روزوں میں سے ہر ایک کے بدلے ایک مُدّ (بارہ چھٹانک یعنی تین پاؤ) غلہ ایسی جنس سے دیا جائے جو فطرہ میں دیتے ہیں۔ کسی غریب کو دے دیں اور عذر دور ہو جانے کے بعد اتنے روزے قضا رکھے۔ بوڑھا مرد یا بوڑھی عورت یا ایسا مریض جس کو صحت کی امید نہ ہو ہر روزے کے بدلے ایک مُدّ (بارہ چھٹانک یعنی تین پاؤ) اسی دن بعد طلوع فجر کسی غریب کو دے۔ جماع سے روزہ توڑ دینے پر قضا کے ساتھ کفارہ بھی ادا کرنا ضروری ہوتا ہے۔

کفارہ یہ ہے: ایک مسلمان غلام کو آزاد کرنا۔ یہ نہ ہو سکے تو پے در پے دو مہینے کے روزے رکھنا، یہ بھی نہ ہو سکے تو ساٹھ فقیر یا مسکینوں کو کھانا کھلانا اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو کفارہ اس کے ذمہ باقی رہے گا جب کبھی قدرت ہو جائے تو ادا کرے۔ عید الفطر، عید الاضحیٰ اور اس کے بعد تین روز تک کے دن یعنی شعبان کی تیسویں تاریخ جبکہ انتیسویں کو آسمان پہ بادل یا گرد و غبار چھا جانے کی وجہ سے چاند نہ دکھائی دے یا از روئے شریعت ثبوت کافی نہ ہونے کی وجہ سے چاند کا اعتبار نہ کیا گیا ہو، ان دنوں

میں روزہ رکھنا منع ہے۔

میت کے ذمہ کا روزہ

جس نے بلا عذر رمضان کے روزے نہ رکھے اور مر گیا تو اس کے وارثوں کو چاہیئے کہ ہر روزے کے عوض ایک مسکین کو دو وقت اتنا کھانا کھلائے کہ وہ سیر ہو جائے یا ایک مُد گیہوں یا اس قسم کا دوسرا غلہ جس کو قوت کر کے کھاتے ہیں اس کو دیدے لیکن میت کے ولی کو میت کی طرف سے روزہ رکھنا مستحب ہے اس کی دلیل بخاری و مسلم رحمہما اللہ کی یہ حدیث ہے۔

عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمَا عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ مَاتَ وَعَلَیْهِ صَوْمٌ صَامَ عَنْهُ وَلِیُّهٗ

(ترجمہ) حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ کوئی شخص مر جائے اور اس کے ذمہ روزہ ہو تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔

اگر مرنے والا کسی اجنبی کو اپنی طرف سے وصیت کر گیا ہو تو اس اجنبی کو اجرت لے کر یا بلا اجرت میت کی طرف سے روزہ رکھنا جائز ہے

سنت روزے

ان ایام میں روزے رکھنا سنت ہے:۔ (۱) عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کے روزے۔ البتہ حاجی کے لیئے عرفہ کے دن روزہ مسنون نہیں (۲) محرم کی نویں یا دسویں یا دسویں اور گیارہویں تاریخ کو (۳) ایام البیض یعنی ہر ماہ کی تیرہویں، چودھویں، پندرہویں کو البتہ ذی الحجہ کے مہینے میں تیرہویں کے

بجائے سولہویں تاریخ کو روزہ رکھیں (۴) شوال یعنی عید الفطر کے دوسرے دن سے مسلسل اور متصل چھ روزے۔ حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ اَتْبَعَہٗ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ کَانَ کَصِیَامِ الدَّھْرِ (رَوَاہُ مُسْلِمٌ)	(ترجمہ) ابو ایوب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جس نے رمضان کے روزے رکھے پھر اس کے متصل شوال کے چھ روزے تو گویا اس نے ہمیشہ روزہ رکھا۔ (مسلم نے روایت کیا ہے)

سنت روزوں کے لیئے رات کو نیت کرنا بھول جائے تو اس دن اگر زوال سے پہلے نیت کرلے تو جائز ہے۔ سنت روزہ بضرورت توڑا بھی جاسکتا ہے۔

احکام اعتکاف

اعتکاف کا معنی کسی بات پر مداومت کرنے اور قائم رہنے کے ہیں شرع میں عبادت کی نیت سے مسجد میں ٹھہرنے کو اعتکاف کہتے ہیں مستحب ہے کہ ٹھہرنا پورے ایک دن سے کم نہ ہو۔ اعتکاف ہر وقت کرسکتے ہیں۔ رات یا دن اسی طرح رمضان یا غیر رمضان کی قید نہیں، روزے کے ساتھ ہی ہونا کوئی ضروری نہیں، جب کبھی مسجد میں جائے تو نَوَیْتُ الْاِعْتِکَافَ یا نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَافِ کہہ کر نیت کرے۔ اعتکاف درست ہونے کے لیئے تین شرطیں ہیں۔ (۱) اسلام (۲) عقل یعنی تمیز و شعور کا ہونا۔ (۳) حدث اکبر سے پاک ہونا۔

اعتکاف کی تین قسمیں ہیں:۔ (۱) واجب جیسے نذر کا اعتکاف۔

(۲) سنّت موکدہ جیسے رمضان شریف کے آخری عشرہ کا اعتکاف (۳) مستحب یعنی واجب اور سنّت کے سوا سب اعتکاف۔ اعتکاف کے ارکان تین ہیں۔ (۱) نیت کرنا (۲) مسجد میں اعتکاف کرنا (۳) ٹھہرا رہنا خواہ تھوڑی ہی دیر ہو۔ اعتکاف کو فاسد کرنے والے اسباب پانچ ہیں۔ (۱) بلا عذر مسجد سے نکلنا (۲) مرتد ہو جانا (نعوذ باللہ) ؛ (۳) بیہوشی طاری ہونا (۴) جماع کرنا، قصداً بوس و کنار سے منی نکالنا یا کسی اور طرح سے منی کا اخراج کرنا، عورت ہو تو حیض و نفاس کی حالت پیش آجانا۔ اعتکاف کی حالت میں مسجد میں کھانا پینا، سونا، حجامت بنوانا، خوشبو لگانا، نکاح کرنا، سینا اور لکھنا وغیرہ یہ سب امور جائز ہیں۔ رمضان شریف کے آخری دس دنوں میں شب قدر پانے کے ارادہ سے اعتکاف بیٹھنا زیادہ فضیلت رکھتا ہے اس لیے کہ احادیث میں شب قدر کی بڑی فضیلتیں وارد ہوئی ہیں۔ غروب آفتاب سے لے کر صبح صادق تک انوار الٰہی کی بارش ہوتی رہتی ہے۔ اس رات میں عبادت کرنا ہزار مہینوں کی عبادت سے بہتر ہے۔ اس رات میں جو شخص عبادت سے محروم رہا وہ بڑی نعمتوں سے محروم رہا۔ اس رات کی فضیلت میں اللہ تعالیٰ نے یہ سورت نازل کی ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ	(ترجمہ) شروع کرتا ہوں میں اللہ کے نام سے
اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ فِيْ لَيْلَةِ الْقَدْرِ	(جو) بخشش کرنے والا مہربان ہے۔ بے شک
وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ	ہم نے اس (قرآن مجید) کو اتارا شب قدر میں
لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ	تم نے کیا جانا شب قدر کیا ہے۔ شب قدر ہزار
شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ	مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں فرشتے اور جبرئیل
فِيْهَا بِاِذْنِ رَبِّهِمْ مِّنْ كُلِّ اَمْرٍ	اترتے ہیں اپنے رب کے حکم سے ہر کام کے

سَلٰمٌ هِيَ حَتّٰى مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۔ یہ وہ سلامتی ہے صبح طلوع ہونے تک۔

حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا اگر میں شبِ قدر پاؤں تو کیا کروں آپ نے فرمایا یہ دعا مانگنا۔

اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَ فَاعْفُ عَنِّيْ ۔ (ترجمہ) اے اللہ تو بڑا معاف فرمانے والا ہے اور عفو کو پسند فرماتا ہے تو مجھ سے درگذر فرما۔

چونکہ حضرت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا اس رات کی تعیین میں کوئی قول فیصل نہیں اس لیئے علماء کے درمیان اس رات کے متعلق اختلاف ہے اکثر علماء یہ کہتے ہیں کہ شبِ قدر رمضان کی ستائیسویں شب ہے اور اسی پر عمل درآمد ہے، لیکن حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک تمام روایتوں سے قوی یہ روایت ہے کہ وہ رمضان کی اکیسویں یا تیئیسویں شب ہے۔ رمضان کی آخری دس راتوں میں سے کسی طاق رات میں یعنی ۲۱-۲۳-۲۵-۲۷-یا ۲۹ میں ہونے کا احتمال ہے۔ ان راتوں میں کوشش کے ساتھ عبادت میں مشغول رہنا چاہیئے۔ نفل نمازیں پڑھے، قرآن مجید کی تلاوت کرے، تسبیح وتہلیل واستغفار و توبہ بکثرت کرے، چونکہ اس امت کی عمریں بہت چھوٹی ہوتی ہیں اس لیئے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایک رات ایسی مقرر فرمادی ہے کہ جس میں عبادت کرنے کا ثواب ایک ہزار مہینوں کی عبادت سے بھی زیادہ ہے (ہزار مہینے کے تراسی برس چار مہینے ہوتے ہیں) اس مبارک رات میں حضرت جبرئیل علیہ السلام آسمان سے اترتے ہیں ان کے ساتھ ملائکہ مقربین کی ایک جماعت رہتی ہے جو لوگ اس مبارک شب میں عبادتِ الٰہی میں مشغول رہتے ہیں ان کے حق میں دعاءِ مغفرت

کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی دعا قبول فرماتا ہے اور مسلمانوں کے تمام گناہ بخش دیتا ہے۔ اس رات میں کسی تعجب انگیز چیز کا دکھائی دینا ضروری نہیں۔ البتہ کوئی نور یا تجلی نظر آئے تو یہ امر امکان سے بعید بھی نہیں۔

روزے کے فوائد اور اس کی حکمتیں

روزہ اسلام کے پانچ مشہور ارکان میں سے ایک رکن ہے۔ مسلمانوں پر روزہ سنہ ہجری کے دوسرے سال شعبان کے مہینے میں فرض ہوا اس رکن کے فرض ہونے کے لیئے بہ نسبت اور ارکان کے تاخیر اس لیئے ہوئی کہ یہ ایک مشکل اور بھاری عبادتوں میں سے ہے۔ کیونکہ اس سے نفس کو اس کی پسندیدہ چیزوں سے رکنا پڑتا ہے اور شروع شروع میں بھاری اور مشکل کام اختیار کرنے میں ڈر ہے کہ کہیں اس کام سے نفرت نہ پیدا ہو جائے لہٰذا جب توحید دلوں میں خوب بیٹھ گئی اور احکام کے بجالانے اور ممنوعات سے بچنے کی عادت ہو گئی اور کچھ اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی زبان مبارک سے سکھاتا رہا، اس میں تھوڑی تھوڑی ترقی ہوتی گئی۔

اللہ تعالیٰ نے روزہ رکھنے کے لیئے حکم دیا تاکہ اس کا قبول کرنا نفسوں پر آسان ہو جائے، روزہ ایسے اچھے آداب اسلامیہ سے ہے کہ اس میں دکھاوے یا ریاکاری کی بالکل گنجائش نہیں، کیونکہ تنہا اللہ تعالیٰ ہی جو تمام چھپی ہوئی باتوں کا جاننے والا ہے روزہ دار کے روزہ کی خبر رکھ سکتا ہے چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ	(ترجمہ) ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے
قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ	کہ کہا انہوں نے فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ كُلُّ عَمَلِ ابْنِ اٰدَمَ لَهٗ اِلَّا الصِّيَامُ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَالصِّيَامُ جُنَّةٌ فَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّيْ صَائِمٌ وَالَّذِيْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَخُلُوْفُ فَمِ الصَّائِمِ اَطْيَبُ عِنْدَ اللّٰهِ مِنْ رِيْحِ الْمِسْكِ لِلصَّائِمِ فَرْحَتَانِ يَفْرَحُهُمَا اِذَا اَفْطَرَ فَرِحَ بِفِطْرِهٖ وَاِذَا لَقِيَ رَبَّهٗ فَرِحَ بِصَوْمِهٖ

(مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

نے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے آدمی کا ہر عمل اس کے لیے ہے، مگر روزہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا اجر دوں گا اور روزے سپر ہیں جب تم میں سے کسی کے روزے کا دن ہو تو فحش نہ بولے اور نہ بیہودہ گوئی میں شور و غوغا کرے اگر کوئی اس کو برا کہے یا لڑائی کا ارادہ کرے تو اس کو کہے کہ میں روزہ دار ہوں، قسم ہے اس ذات پاک کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی بو سے زیادہ خوشبودار ہے۔ روزہ دار کو دو خوشیاں ہیں ایک جب روزہ کھولتا ہے تو اس کو بسبب روزہ کھولنے کے خوشی ہوتی ہے اور ایک جب اپنے رب کی ملاقات کرے گا۔ اس کو بسبب روزے کے خوشی ہوگی۔

وَهٰذَا لَفْظُ الْبُخَارِيْ وَفِيْ رِوَايَةٍ لَهٗ يَتْرُكُ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ وَشَهْوَتَهٗ مِنْ اَجْلِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ وَالْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا

اس حدیث کو بخاریؒ و مسلمؒ نے روایت کیا ہے اور یہ بخاریؒ کی ایک روایت کے الفاظ ہیں اور بخاری کی دوسری روایت میں ہے کہ کھانا پینا اور شہوت میرے لیے چھوڑتا ہے اور میں اس کی جزا دوں گا اور نیکی کی جزا دس گنی ہوگی۔

روزہ بدن کے لیے بہت مفید ہے۔ یہ بدن کو تندرست اور صحیح وسالم رکھتا ہے، روزہ رکھنے سے شہوت اور غضب کی قوتیں اعتدال پر آجاتی

ہیں۔ شہوتوں پر قابو حاصل ہوتا ہے۔ نفس کی تیزی اور تندی کم ہو جاتی ہے صبر و استقلال کی عادت ہوتی ہے۔ غمخواری اور ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ نفسانی خواہشات پر غلبہ حاصل ہوتا ہے۔ بدچلنی سے باز آتا ہے۔ اس کے اخلاق پر عمدہ اثر پڑتا ہے۔ خیالات میں صفائی پیدا کرتا ہے۔ اندرونی ملکات کو ابھارتا ہے۔ بصیرت کو بڑھاتا ہے۔ نفس کو روشن کرتا ہے تاکہ وہ اللہ کے پاک و مبارک انعامات کو قبول کر سکے اور خداوندی روشنیوں کو حاصل کر سکے اور انہیں لطیف مقاصد کی بنا پر اہل علم نے اس بات کو ناپسند فرمایا ہے کہ دن بھر روزے اور بھوک کے درمیان جو فائدے صوم (روزے) کے حاصل ہوتے ہیں وہ پیٹ بھر کر شام کو کھا کر ضائع کر دیا جائے کیونکہ پیٹ بھر کر کھانے سے دماغ کند ہو جاتا ہے اور ایک طرح دل اندھا سا ہو جاتا ہے اور دماغ سے معدے کی طرف ایک طرح کا بخار بلند ہوتا ہے جو دماغ کی فکر یہ قوتوں پر چھا جاتا ہے اور اس کی ساری تیزی فنا ہو جاتی ہے۔ چنانچہ بچوں میں اس کا تجربہ بھی کیا گیا ہے جب وہ خوب کھانا کھاتے ہیں تو ان کا حافظہ کمزور پڑ جاتا ہے اور ذہن کند ہو جاتا ہے۔ نیز روزے سے یہ فائدہ ہے کہ نفس کو احساس ہوتا رہتا ہے کہ بھوک کی تکلیف سے کہیں زیادہ گناہوں کے عذاب کی تکلیف ہے پس وہ گناہوں سے نیز دوسروں کی ایذا رسانی سے بچنے لگتا ہے بلکہ ایسے امور کی طرف مائل ہونے لگتا ہے جس سے پہلے کے ہو چکے ہوئے گناہ بھی معاف اور کم ہو جائیں اور اس کی ذات سے کسی دوسرے کو تکلیف نہ پہنچے، حدیث میں ہے۔

مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ

(ترجمہ) جس نے رمضان کے روزے ایمان واحتساب (نیکی) کے ساتھ رکھے اس کے

مِنْ ذَنْبِہٖ (رواہ البخاری)　　　　اگلے گناہ معاف ہوتے ہیں۔

ایک بڑا فائدہ یہ بھی ہے کہ روزہ دار کو صبر اور سختی میں پڑے ہوئے فقراء اور مساکین کا احساس ہونے لگتا ہے اور غریبوں و مسکینوں کی بھوک پیاس کا مل اندازہ ہو جاتا ہے اور اسے ان پر رحم آتا ہے۔ چنانچہ ان کے ساتھ ہمدردی کرنے لگتا ہے۔ یہ روزانہ ان کے پاس آنے جانے لگتا ہے اور جو حالت ان پر گذرتی ہے اس کو معلوم ہو جاتی ہے۔ نیز روزہ دار میں ایک قسم کی بزرگی اور فضیلت آجاتی ہے جو دوسروں میں نہیں پائی جاتی، اس بزرگی کو ہم تقویٰ (پرہیزگاری) کہہ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کی فضیلت میں لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ فرمایا ہے تاکہ تم بچتے رہو یعنی ہر قسم کی برائیوں اور گناہوں سے، فی الواقع روزے میں ایک ایسی طاقت ہے جو انسان کو اعلیٰ درجے کا متقی بنا سکتی ہے۔ جب انسان حلال اور محبوب چیزوں پر پوری طرح قادر ہونے کے باوجود احکم الحاکمین کی تعمیل کے لیے اس کے استعمال سے رکے رہنے کی کامل مہارت پیدا کر لیتا ہے تو اس کے لیے بہت آسان ہے کہ منہیات سے باز رہے اور تمام حرام کاموں سے بچے ان وجوہات کی بنا پر شریعت اسلامیہ نے سال میں ایک مہینے کا روزہ مقرر کیا ہے کہ انسان تندرست بھی رہے اور مزید برآں حکم خداوندی کے بجا لانے کا بے انتہا ثواب بھی حاصل کر لے۔ اب دیکھنا اور غور کرنا یہ ہے کہ رمضان شریف کے ساتھ قرآن شریف کو کیا خصوصیت ہے جو رمضان ہی کے مہینے میں قرآن لوح محفوظ سے آسمان دنیا پر اتارا گیا۔ کیوں نہ کسی اور ماہ میں علاوہ رمضان کے قرآن نہیں اترا؟ ۔ تو غور سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے شروع پہلی سطر میں فرمایا ہے

(قرآن ڈرنے والوں کے لیے ہدایت ہے) یعنی پہلے انسان متقی اور خدا سے ڈرنے والا بن لے تب اس کو قرآن ہدایت کرے گا۔ متقی بننے کا ذریعہ روزہ رکھنا ہے۔ کیونکہ روزہ رکھنے کا فائدہ اللہ تعالیٰ نے لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ فرمایا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ روزہ اور قرآن ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم ہیں۔ پس اب بات سمجھ میں آگئی کہ اس وجہ سے قرآن شریف کا نزول رمضان ہی میں ہوا۔

حج کے احکام

وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا (سورہ آل عمران رکوع ۱۰)

(ترجمہ) اللہ کی عبادت کے لیے لوگوں پر خانہ کعبہ کا حج فرض کیا گیا۔ اس شخص پر جو وہاں سے پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو۔

حدیث میں ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ حَجَّ فَلَمْ يَرْفُثْ وَلَمْ يَفْسُقْ رَجَعَ كَيَوْمٍ وَلَدَتْهُ اُمُّهٗ۔ (مُتَّفَقٌ عَلَيْهِ)

(ترجمہ) ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انہوں نے کہا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا جو شخص حج کرے اس میں اپنی عورت سے صحبت نہ کرے اور فسق نہ کرے (یعنی کسی کو گالی نہ دے اور جھگڑا نہ کرے) تو وہ پاک ہو کر ایسا لوٹتا ہے جیسا کہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہونے کے روز تھا۔ (بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کیا ہے)

دوسری حدیث میں ہے جس کو ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے روایت کیا ہے

اَلْحَجُّ الْمَبْرُوْرُ لَیْسَ لَہٗ جَزَآءٌ اِلَّا الْجَنَّۃُ (حج مقبول کی جزا جنت ہی ہے)
حج کے معنی لغت میں محض قصد وارادہ کے ہیں اور شرع شریف میں ماہ ذی الحجہ کی خاص تاریخوں میں ایک خاص قسم کی عبادت کی ادائیگی کی غرض سے خانہ کا قصد کرنے کو حج کہتے ہیں۔ حج اسلام کا پانچواں رکن ہے ہجرت کے بعد چھٹے سال فرض ہوا۔ بعضوں نے کہا ساتویں سال اور بعضوں نے کہا فتح مکہ کے بعد ۸ھ میں پہلا قول اصح (یعنی زیادہ صحیح) ہے۔ ساری عمر میں ایک مرتبہ ہر اس شخص پر فرض عین ہے جو آزاد عاقل و بالغ اور تندرست ہو اور اس کے پاس اس قدر سرمایہ ہو جو اس کی ضرورتوں کو پورا کرے اور ادائے قرض سے فاضل (زیادہ) ہو اور اپنے اہل و عیال کے لیے نان ونفقہ کے سوا اتنا زیادہ ہو کہ سفر حج سے واپس آنے تک اس کے سفر اخراجات کے لیے کافی ہو سکے۔ حج کی فرضیت کا منکر دائرہ اسلام سے خارج ہوتا ہے۔

حج فرض ہونے کی شرطیں

(۱) اسلام (۲) بلوغ (۳) عقل (۴) حریت (یعنی آزاد ہونا) (۵) استطاعت یعنی زادراہ وغیرہ ضروریاتِ سفر کا موجود ہونا (۶) راستہ میں ٹھہرنے کے مقامات میں مفت یا مناسب قیمت پر پانی اور دیگر ضروریات زندگی بہم پہنچنا۔ (۷) سواری کی ضرورت ہو تو اس کا انتظام (۸) راستہ کا پرامن ہونا۔ (۹) سفر میں چلنے کی صلاحیت اور طاقت ہونا۔ امراض اور عوارض سے محفوظ ہونا۔ ان سب چیزوں پر قدرت حاصل ہونے کے بعد اتنی مدت کا ملنا کہ ایام حج سے پہلے مکہ معظمہ تک جا سکے۔ اور عورت کے لیے شوہر یا کوئی محرم یا قابل اطمینان چند معتبر عورتوں کا ساتھ ہونا ضروری ہے۔ جبتک ان میں سے

کوئی ساتھ نہ ہو تو اس پر حج فرض نہیں، اگر ایک ہی عورت معتبر اس کو ساتھ جانے کے لیے مل جائے تو وہ جاسکتی ہے لیکن اس پر واجب نہیں اور یہی صحیح قول ہے۔

حج کے ارکان چھ ہیں

ان میں سے کوئی رکن چھوٹ جائے (یعنی ادا ہونے سے رہ جائے) تو حج نہیں ہوتا (۱) احرام یعنی نیت کر کے حج میں داخل ہونا۔ نیت یہ ہے نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِہٖ لِلّٰہِ تَعَالٰی (میں حج کی نیت کرتا ہوں اور حج کا احرام باندھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے) اور اگر عمرہ کی نیت کرنا ہے تو اس طرح کرے۔ نَوَیْتُ الْعُمْرَۃَ وَاَحْرَمْتُ بِھَا لِلّٰہِ تَعَالٰی (میں عمرہ کی نیت کرتا اور عمرہ کا احرام باندھتا ہوں اللہ تعالیٰ کے لیے) پس حج ہو یا عمرہ بغیر احرام کے درست نہیں (۲) وقوفِ عرفات (یعنی عرفات کے میدان میں ٹھہرنا) یعنی نویں ذالحجہ کے دن زوال کے بعد کم سے کم ایک لحظہ کی حاضری عرفات کے میدان میں ضروری ہے۔ وقوف کا وقت دسویں ذی الحجہ (یعنی یوم نحر) کی صبح صادق تک باقی رہتا ہے عرفات مکہ مکرمہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے۔ میدان عرفات میں جہاں بھی ٹھہرے فریضہ وقوف ادا ہوتا ہے۔ (۳) طواف افاضہ یعنی خانہ کعبہ کے ارد گرد سات مرتبہ گھومنا (۴) صفا اور مروہ کی پہاڑیوں کے درمیان سعی کرنا یعنی سات پھیرے کرنا۔ اس طرح پر کہ پہلے صفا سے شروع کرے، مروہ کی طرف اپنی چال سے چلے جب سبز کھمبوں کے قریب پہنچے تو تیزی سے قدم نزدیک نزدیک رکھ کر چلے یہاں تک کر آگے کے دو سبز کھمبوں کے قریب پہنچے تو پھر وہاں سے مروہ

پہاڑی پر پہنچنے تک اپنی معمولی چال سے چلے۔ یہ ایک پھیرا ہوا۔ پھر لوٹ کر اسی طرح صفا کی طرف آئے تو دوسرا پھیرا شمار ہوگا۔ اسی طرح ساتواں پھیرا مروہ پر ختم ہوگا۔ پورے سات مرتبہ سعی کرے، اگر اس میں تھوڑی ذرّہ بھر بھی کمی ہو جائے تو سعی صحیح نہ ہوگی۔ جملہ سات سعی ایک میل چھ فرلانگ ہوگی۔ (۵) سعی کے بعد سر کے بال منڈوانا یا کتروانا کم سے کم سر کے تین بال کسی طرح نکالے (۶) ترتیب اکثر ارکان میں۔

وجوبِ عمرہ

عمرہ کے معنی لغت میں مطلق زیارت کرنے کے ہیں۔ اور اصطلاحِ شریعت میں عبادت کی غرض سے خانۂ کعبہ کی زیارت کرنے کو کہتے ہیں۔ عمرہ بھی تمام عمر میں ایک مرتبہ فرض ہے۔ اس کی شرطیں اور ارکان حج کے جیسے ہیں مگر اس میں عرفات میں ٹھہرنا نہیں ہے۔ عمرہ کی نیت کا بیان حج فرض ہونے کی شرطوں کے بیان میں گذر چکا ہے۔ عمرہ کی ادائیگی کے لیے کوئی خاص مہینہ یا کوئی خاص دن مقرر نہیں۔ وہ حج کے پہلے یا حج کے بعد یا سال بھر میں حج کے دنوں کے علاوہ کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے۔

حج کے واجبات پانچ ہیں

(۱) میقات سے احرام باندھنا (۲) مزدلفہ میں رات گذارنا (۳) منیٰ میں تینوں جمروں کو کنکریاں مارنا (۴) ایام تشریق کی راتیں منیٰ میں گذارنا (۵) طواف وداع یعنی مکہ سے رخصت ہونے کے وقت طواف کرنا۔

میقات کی تشریح

احرام باندھنے کے مقامات کو میقات کہا جاتا ہے۔ میقات کی دو قسمیں ہیں۔ زمانی اور مکانی۔ زمانی شوال، ذی قعدہ اور ذالحجہ کی دس راتیں اور عمرہ کا احرام باندھنے کے لیئے وقت سال بھر ہے۔ مگر حاجی کے لیئے حج کے احرام سے حلال ہو کر جبتک رمی کے لیئے منیٰ میں مقیم ہے عمرہ کا احرام باندھنا صحیح نہیں۔ میقات مکانی مکہ مکرمہ کے باہر سے جداگانہ سمتوں (اطراف) سے آنے والوں کے لیئے علیٰحدہ علیٰحدہ مقرر ہے (۱) مدینہ منورہ سے آنے والوں کے لیئے ذوالحلیفہ کا مقام ہے جو بیر علی کے نام سے مشہور ہے۔ یہ مقام مدینہ منورہ سے تقریباً نومیل کے فاصلہ پر ہے (۲) مصروشام اور مغرب کی طرف سے آنے والوں کے لیئے میقات جحفہ ہے جو رابغ کے قریب ہے (۳) نجد کی طرف سے آنے والوں کے لیئے میقات قرن ہے (۴) عراق سے آنے والوں کے لیئے ذات عرق ہے (۵) ہندوستان پاکستان اور ان کے مضافات اور جاوہ وغیرہ سے بحری راستوں سے جانے والوں کی اور یمن والوں کی میقات یلملم ہے یلملم ایک پہاڑی ہے۔ جو یمن کی سرزمین پر واقع ہے۔ جس کو جبل سعدیہ کہتے ہیں اگرچہ یہ پہاڑی حاجیوں کو نظر نہیں آتی لیکن جب جہاز یلملم کے محاذات (مقابل) سے گذرتے ہیں تو جہاز والے سیٹی دے کر حاجیوں کو خبردار کرتے ہیں کہ احرام باندھ لیں۔ یلملم آنے سے پہلے بھی احرام باندھنا جائز ہے بلکہ اچھا ہے۔ حاجی کے لیئے بغیر احرام کے میقات سے گذرنا جائز نہیں۔ اگر کوئی حج یا عمرہ کرنے والا بغیر احرام کے میقات سے گذرے تو اس کو واپس میقات پر آکر احرام باندھ کر گذرنا چاہیئے اگر

واپس آکر احرام نہیں باندھا اور اسی مقام سے احرام باندھا تو دم (یعنی قربانی دینا) واجب ہوگا میقات پر احرام باندھنے کا تو اوّل حجامت بنواؤ، زیر ناف کے بال دور کرو اور سر منڈوالو اگر سر منڈوانے کی عادت نہ ہو تو کنگھی سے بال درست کرلو اور بعد میں احرام کی نیت سے غسل کرلو۔ اگر کسی وجہ سے غسل نہ کر سکو تو وضو کرلو۔ سیئے ہوئے پہنے ہوئے کپڑے، خف اور جوتے وغیرہ اتار دو، صرف دو کپڑے، ایک تہمد باندھو اور چادر اوڑھ کر دو رکعت سنت احرام ادا کرو اس کے بعد حج کی نیت کرو، اگر عمرہ کرنا ہو تو عمرہ کی نیت کرو۔ نیت کے ساتھ ہی تلبیہ کہو، مکہ میں رہنے والا (خواہ وہاں کا باشندہ ہو یا باہر سے آیا ہو) اس کے لیے میقات نفس مکہ ہے۔

حج کی سنتیں بہت ہیں (۱) حج کو عمرہ سے پہلے ادا کرنا (۲) تلبیہ پکار کر کہنا تلبیہ یہ ہے۔

لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ لَبَّيْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ	(ترجمہ) میں حاضر ہوں اے پروردگار میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں سب تعریفیں تیرے لیے زیبا ہیں اور سب نعمتیں تیری عطا کی ہوئی ہیں اور ملک بھی تیرے ہی لیے ہے تیرا کوئی شریک نہیں۔

(۳) طواف قدوم کرنا (۴) طواف کے بعد مقام سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دو رکعت طواف کی (سنت) نماز پڑھنا (۵) عرفات کی شب منیٰ میں گذارنا۔
(۶) سفید تہمد پہننا اور سفید چادر اوڑھنا۔

محرماتِ احرام

احرام کی حالت میں دس چیزیں حرام ہیں۔ (۱) مرد کو سیئے ہوئے کپڑے پہننا (۲) مرد کو سر اور عورت کو چہرہ اور دونوں ہاتھ ڈھانکنا (۳) بالوں میں تیل وغیرہ لگانا (۴) سر منڈوانا۔ (۵) ناخن کٹوانا۔ (۶) بدن یا کپڑوں میں خوشبو لگانا۔ (۷) خشکی کے حلال جانوروں کا شکار کرنا۔ (۸) نکاح کرنا۔ (۹) جماع کرنا (۱۰) دواعی جماع (مثلاً بوس و کنار وغیرہ کرنا) مذکورہ بالا محرمات میں سے کسی ایک کے کرنے سے ایک بکری ذبح کرنا یا تین روزے رکھنا یا چھ مسکینوں کو تین صاع کھانا دینا فدیہ کے طور پر واجب ہو جاتا ہے۔ مگر عقد نکاح کی وجہ سے کوئی فدیہ واجب نہیں ہوتا کیونکہ حالت احرام میں نکاح سرے سے درست ہی نہیں ہوتا اور جماع اور شکار کا حکم آئندہ بیان کیا جائے گا۔ حج یا عمرہ کے ارکان میں کوئی رکن چھوٹ جائے تو محرم احرام سے خارج نہیں ہوگا بلکہ جو رکن چھوٹ گیا یا فاسد ہو گیا تو اس کو ادا کرے۔ ہاں اگر وقوفِ عرفات چھوٹ جائے تو حج کی نیت کو عمرہ کی نیت سے بدل دے اور اس کو پورا کرے۔ لیکن اس صورت میں اس پر حج قضا کرنا اور ایک قربانی دینا لازم ہے۔ جس نے کوئی واجب چھوڑ دیا تو اس پر ایک بکری ذبح کرنا واجب ہے۔ اگر مفلسی کی وجہ سے بکری ذبح نہیں کر سکتا وہیں تین روزے رکھے اور وطن واپس آ کر سات روزے رکھے البتہ کسی سنت کے چھوٹ جانے سے کچھ لازم نہیں آتا۔

احصار:۔ اگر کوئی حج کرنے والا ہر طرف سے سختی کے ساتھ حج یا عمرے کی ادائیگی سے باز رکھا جائے اور وہ کسی طرح بیت اللہ نہ پہنچ سکے یا کسی اور سبب سے رکا رہ جائے تو اس پر ضروری ہے کہ حج سے علیحدگی کے ارادہ

سے حلال ہو جائے (یعنی احرام کھول دے) اور اسی مقام پر ایک بکری کی قربانی دے کر سر منڈوا لے۔

حج کا فاسد ہونا: احرام کی حالت میں جان بوجھ کر اپنے اختیار سے جماع کرنے سے حج فاسد ہو جاتا ہے پھر بھی اس شخص پر لازم ہے کہ (۱) اس حج کے باقی اعمال کو پورا کرے اور پھر (۲) اس حج کو قضا کرے اور ایک اونٹ کی قربانی دے اگر اونٹ نہ ملے تو ایک گائے یا بیل کی قربانی کرے۔ اگر یہ بھی نہ مل سکے تو ایک اونٹ کی قیمت کا اندازہ لگا کر اس قیمت سے کھانا خرید کر مکہ معظمہ کے غریبوں پر تقسیم کر دے۔ اگر غلہ یا کھانا بھی نہ مل سکتا ہو تو جتنا کھانا یا غلہ ایک اونٹ کی قیمت میں عام طور پر خریدا جا سکتا ہے اتنے غلہ یا کھانے پر ہر مد کے عوض ایک دن کا روزہ رکھے

حرم کے محرمات

حرم شریف کے حدود میں (۱) شکار کرنا (۲) درخت کاٹنا یا اکھاڑنا حرام ہے۔ پس اگر کسی محرم نے کوئی جانور شکار کیا تو شکار کیے ہوئے جانور کے برابر کا جانور ذبح کرے یا اس جانور کی قیمت کا اندازہ لگا کر اس قیمت کا کھانا یا غلہ خرید کر تقسیم کر دے یا اس کھانا یا غلہ کے ہر مد کے عوض ایک روزہ رکھے۔ اسی طرح اگر بڑا درخت کاٹ دیا ہے تو ایک گائے ذبح کرے۔ اگر چھوٹا درخت کاٹا ہے تو ایک بکری ذبح کرے۔

زیارت خیر الانام علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام

حضور اقدس، سرور کائنات، فخر موجودات، شفیع المذنبین، رحمۃ للعالمین

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مزار مقدس کی زیارت تمام عبادتوں میں نہ صرف احب مستحبات ہے بلکہ اہم قربات وافضل عبادات میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَہٗ شَفَاعَتِیْ (جو شخص میری قبر کی زیارت کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہو گی) نیز یہ بھی حدیث ہے مَنْ حَجَّ وَلَمْ یَزُرْنِیْ فَقَدْ جَفَانِیْ (جو شخص حج کرے اور میری زیارت نہ کرے تو اس نے مجھ سے روگردانی کی) حدیث صحیح میں آیا ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِهِمْ (انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں) یعنی ان کے اجسام مٹی کے اثرات سے محفوظ رہتے ہیں ان کے اعزاز واکرام میں مٹی اپنا کوئی عمل ان پر نہیں کرتی۔ علماء محققین کے نزدیک یہ بات ثابت ومسلم ہے۔ حضور اقدس نبی کریم علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم قبر منور میں اسی وجود پاک کے ساتھ زندہ تشریف فرما ہیں جس طرح کہ اس دنیا میں تشریف فرما تھے۔ سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں، آپ کے عالی وبلند مرتبہ کے مطابق آپؐ کو رزق پہنچتا ہے اور تمام مفاد حیات اور عبادات سے آپؐ محظوظ ہیں۔

زائر مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے مسنون ہے کہ غسل کرے، عمدہ لباس پہنے، خوشبو لگائے، پھر خشوع وخضوع کے ساتھ جلالت مکان وہیبت مقام کا لحاظ کرتے ہوئے مزار مبارک پر حاضری دینے کی نیت سے مسجد نبوی میں داخل ہو کر پہلے دوگانہ تحیۃ المسجد ادا کرے۔ پھر اپنے اس مبارک ومقدس مقام تک پہنچنے پر خدائے عزوجل کے احسان کا بے حد شکریہ ادا کرے پھر وہاں سے اٹھ کر قبر اقدس کے پاس حاضری دے۔ حجرہ شریف سے تقریباً چار ہاتھ کے فاصلہ پر انتہائی ادب کے ساتھ قبلہ کی طرف پشت

کر کے اپنا چہرہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے راس مبارک کے مقابل کر کے اس طرح تصور کرے کہ گویا حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا سمع مبارک اس کی طرف متوجہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے سلام کا جواب دے رہے ہیں۔ پس ادب کے ساتھ معتدل آواز میں اس طرح سلام کہے۔

اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ	صلی اللہ علیہ وسلم اے اللہ کے رسول آپ پر سلام ہو
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰهِ	" اے اللہ کے محبوب آپ پر سلام ہو
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَيْرَ خَلْقِ اللّٰهِ	" اے بہترین خلق آپ پر سلام ہو
اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ اَيُّهَا النَّبِيُّ	" اے اللہ کے نبی آپ پر سلام ہو
وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهُ	" اور اللہ کی رحمتیں اور برکتیں آپ پر نازل ہوں
اَشْهَدُ اَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ حَقًّا بَلَّغْتَ الرِّسَالَةَ وَاَدَّيْتَ الْاَمَانَةَ وَنَصَحْتَ الْاُمَّةَ وَكَشَفْتَ الْغُمَّةَ وَجَلَوْتَ الظُّلْمَةَ وَنَطَقْتَ بِالْحِكْمَةِ وَجَاهَدْتَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنَّا اَفْضَلَ الْجَزَاءِ۔	میں گواہی دیتا ہوں کہ بیشک آپ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ نے پوری طرح خدا کے پیغام کو پہنچایا اور اس کی امانت کو ادا کیا۔ آپ نے امت کو نصیحت کی اور ان کی تکلیف کو دور کر دیا اور روشن کیا تاریکی کو اور جو کچھ کہا حکمت کے ساتھ کہا اور جہاد کیا خدا کے راستے میں پورا پورا اللہ تعالی آپ کو ہماری طرف سے بہترین جزا دے۔

اگر کسی نے درخواست کی ہو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں اس کی طرف سے سلام پہنچا دے تو سلام پہنچانا بھی مسنون ہے۔ اس طرح کہے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مِنْ فُلَانِ ابْنِ فُلَانٍ يَسْتَشْفِعُ بِكَ اِلٰى رَبِّكَ (اے رسول خدا آپ کی خدمت اقدس میں فلاں ابن فلاں

سلام عرض کرتا ہے اور آپ کی شفاعت طلب کرتا ہے آپ کے رب کے نزدیک، فلاں بن فلاں کی جگہ اس شخص کا نام اس کے باپ کے نام کے ساتھ لیوے پھر داہنی جانب دو قدم پیچھے ہٹے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت مبارک میں اس طرح سلام بھیجے اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا خَلِيفَةَ رَسُولِ اللّٰهِ وَثَانِيَهُ فِي الْغَارِ اَبَا بَكْرٍنِ الصِّدِّيقِ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا۔ پھر وہاں سے داہنی طرف تقریباً ایک ہاتھ ہٹ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمتِ مبارک میں اس طرح سلام بھیجے۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا اَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرَ الْفَارُوقَ الَّذِي اَعَزَّ اللّٰهُ بِهِ الْاِسْلَامَ جَزَاكَ اللّٰهُ عَنْ اُمَّةِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ خَيْرًا۔ پھر وہاں سے مواجہ مبارک کے روبرو کھڑے ہوکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ بنا کر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے پاس خاتمہ بالخیر ہونے اور مغفرت کے لیئے دعا کرے اور جس چیز کی خواہش ہو طلب کرے۔ شفاعت طلب کرے اور اس طرح کہے يَا رَسُولَ اللّٰهِ اِنِّي اَسْئَلُكَ الشَّفَاعَةَ وَاَتَوَسَّلُ بِكَ اِلَى اللّٰهِ فِي اَنْ اَمُوتَ مُسْلِمًا عَلَى مِلَّتِكَ وَسُنَّتِكَ۔ پھر اپنے اور اپنے والدین اور رشتہ داروں اور اساتذہ اور دوست احباب اور جس کے لیئے چاہے دعا کرے اور کثرت سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھے۔ سب سے افضل درود درودِ ابراہیمی ہے جو التحیات میں گذر گیا، اور درود یہ ہیں۔

(۱) اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا فِي عِلْمِ اللّٰهِ صَلٰوةً دَائِمَةً بِدَوَامِ مُلْكِ اللّٰهِ۔	(ترجمہ) اے اللہ رحمت خاصہ نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بے شمار جو علم الٰہی میں ہے، ایسا درود کہ ہمیشہ رہے،

ساتھ ہمیشگی ملکِ خدا کے۔

(۲) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمُوْلَانَا مُحَمَّدٍ عَدَدَ مَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سیدنا ومولانا محمد عدد ما غفل عن ذکرہ الغافلون۔

اے اللہ رحمت کاملہ نازل فرما ہمارے سردار اور ہمارے مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بشمار اس کے کہ یاد کیا ان کو یاد کرنے والوں نے۔ اے اللہ رحمت کاملہ نازل فرما ہمارے سردار اور ہمارے مولا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بشمار اس کے کہ غافل ہوئے ان کے ذکر سے غافل ہونے والے۔

(۳) اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الَّذِیْ قُرِنَتِ الْبَرَکَۃُ بِذَاتِہٖ وَمُحَیَّاہُ وَتَعَطَّرَتِ الْعَوَالِمُ بِطِیْبِ ذِکْرِہٖ وَرَیَّاہُ۔

اے اللہ رحمت نازل فرما ہمارے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جو نبی اُمّی ہیں اور آل پر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ نزدیک کر دی گئی ہے برکت ان کی ذات اور ان کے روئے مبارک سے اور خوشبو پائی تمام عالم نے ان کی یاد اور ان کی مہک سے۔

پھر وہاں سے مشرقی جانب ذرا فاصلہ پر مدینہ منورہ کا قبرستان جنت البقیع ہے جس میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام اور تابعین و تبع تابعین اور بہت سے اولیاء کرام و علماء عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین آرام فرما ہیں۔ وہاں جا کر سورۂ فاتحہ، سورۂ اخلاص معوذتین پڑھ کر سب صحابۂ کرام و اولیاء عظام اور تمام مومنین و مومنات و مسلمین و مسلمات کو ثواب بخشے پھر شہداء احد رضی اللہ عنہم کی قبور کی زیارت کے لیے جانا بھی مستحب ہے۔ اُحد میں ستر صحابی شہید ہوئے تھے۔ سب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر کی زیارت کرے۔ پھر وہاں کی تمام مساجد میں جاکر دو دو رکعت نماز پڑھے۔ مدینہ منورہ میں بہت سی مساجد ہیں، سب مسجدوں میں جانا مستحب ہے۔ خصوصاً مسجد قبا میں جانا سنّت مؤکدہ ہے۔ جدّہ سے موٹر میں جاتے وقت راستہ میں مقام بدر ملتا ہے وہاں اتر کر شہداء بدر رضی اللہ عنہم کی قبور کی زیارت کریں۔ نیز جتنے متبرک مقامات ہیں سب کی زیارت کرے اور مدینہ منورہ میں کنویں اس زمانہ کے مشہور ہیں ان کا پانی پیے اور ان کے پانی سے وضو کرے اور جب مدینہ منورہ سے نکلنے کا ارادہ کرے تو مستحب ہے کہ مسجد نبوی میں دو رکعت نماز پڑھ کر اس کو وداع کرے اور قبر شریف کے پاس حاضر ہو کر سلام و دعا کرے۔ پھر وہاں سے نکلے۔

طریقہ حج (یعنی حج کی ترتیب)

حج کی تین قسمیں ہیں:۔ یعنی حج کی ادائیگی تین طرح پر ہو سکتی ہے (۱) افراد۔ (۲) تمتع (۳) قران۔ افراد میقات سے پہلے حج کے لیے احرام باندھ کر حج کے تمام اعمال سے فارغ ہونے کے بعد مکہ معظمہ سے باہر نکل کر مقام جعرانہ یا تنعیم یا حدیبیہ میں پہنچ کر عمرہ کا احرام باندھ کر مکہ مکرمہ میں آکر عمرہ ادا کرنے کا نام افراد ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک افراد افضل ہے۔ میقات سے پہلے عمرہ کے لیے احرام باندھ کر عمرہ کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد پھر حج کے دنوں میں مکہ معظمہ میں اپنی سکونت ہی کے مقام پر حج کا احرام باندھ کر حج ادا کرنے کو تمتع کہتے ہیں۔ امام مالک رحمہ اللہ کے نزدیک تمتع افضل ہے میقات سے بیک وقت حج و عمرہ دونوں کے لیے احرام باندھ کر یا پہلے عمرہ کا احرام باندھ کر عمرہ کے اعمال شروع کرنے سے پہلے حج کے لیے احرام باندھ

کر مناسک ادا کرنے یعنی ایک طواف ایک سعی ایک حلق کرنے سے حج وعمرہ
دونوں حاصل ہوتے ہیں اس کو قِران کہتے ہیں۔ یہ صورت یعنی قِران امام
ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک افضل ہے۔ جو حضرات مہینہ دو مہینہ پہلے
حج کے لیئے جاتے ہیں ان کے لیئے دوسری قسم تمتّع یعنی عمرہ ادا کرنے کے
بعد حج ادا کرنا سہل ہوتا ہے۔ تمتّع کے معنی لغت میں نفع اٹھانے کے ہیں۔
چونکہ تمتّع کرنے والے کو عمرہ کا احرام باندھنے کے بعد جو چیزیں اس پر حرام
ہو جاتی ہیں عمرہ کے اعمال سے فارغ ہونے کے بعد وہ تمام چیزیں اس
پر حلال ہو جاتی ہیں اور ان سے وہ نفع اٹھا سکتا ہے اس لیئے اس کو تمتّع
کہتے ہیں۔ وطن سے میقات یلملم پہنچنے تک کوئی خاص رکن ادا کرنا
نہیں ہے۔ حج وعمرہ کے متعلق ساری چیزیں یلملم کے بعد ہی سے شروع
ہوتی ہیں۔ ہندوستان یا پاکستان سے جانے والوں کے لیئے میقات یلملم ہے
جہاز یلملم کے قریب پہنچتے ہی اول سر منڈالو، اگر سر منڈوانے کی عادت نہ
ہو تو کنگھی سے بال درست کر لو اور موئے زیر ناف، بغل کے بال وغیرہ
سب نکلوالو۔ مونچھوں کو کتر دالو، ناخن کٹوالو بعد میں احرام کی نیت سے
غسل کر لو۔ اگر کسی وجہ سے غسل نہ کر سکو تو وضو ہی کر لو۔ اگر عورت حیض میں
ہو تو بھی اس کو غسل کرنا چاہیئے۔ غسل چھوڑ دینا مکروہ ہے (نماز نہیں پڑھ
سکتی) سلے ہوئے اپنے ہوئے کپڑے، موزے اور بوٹ نکال لو اور ایسے
جوتے پہنو جو کھلے ہوں اور جس میں پانچوں انگلیاں باہر نکلی ہوں صرف دو
کپڑے جسم پر رکھو یعنی ایک تہمد باندھو ایک چادر اوڑھ لو۔ تہمد اور چادر
کا سفید اور نیا ہونا مسنون ہے۔ پھر سنت الاحرام کی نیت سے دو رکعت
نماز پڑھو۔ پہلی رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ يٰۤاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ اور

دوسری رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ پڑھو۔ البتہ یہ خیال رکھو کہ اس نماز کی ادائیگی اوقات مکروہہ میں نہ ہو۔ نماز سے فارغ ہو کر وہیں یلملم پر عمرہ کی نیت کرو نیت یہ ہے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْعُمْرَةَ فَیَسِّرْهَا لِیْ وَتَقَبَّلْهَا مِنِّیْ نَوَیْتُ الْعُمْرَةَ وَاَحْرَمْتُ بِهَا لِلّٰهِ تَعَالٰی

(اے اللہ میں عمرہ کا ارادہ کرتا ہوں پس اس کو میرے لیئے آسان کردے اور اسے میری جانب سے قبول فرما۔ میں نے عمرہ کی اور عمرہ کا احرام باندھا اللہ تعالیٰ کے لیئے) نیت کے ساتھ تلبیہ پکار کر کہو۔ تلبیہ یہ ہے لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ۔ لَبَّیْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ۔ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَا شَرِیْكَ لَكَ

اب آپ محرم ہو گئے، اب آپ پر احرام کی پابندیاں عائد ہو گئیں، اب آپ سلا ہوا کپڑا نہیں پہن سکتے، سر نہیں ڈھانپ سکتے (اور عورت چہرہ نہیں ڈھانپ سکتی)، حجامت نہیں بنوا سکتے ناخن نہیں تراش سکتے، ہمبستری نہیں کر سکتے، خوشبو نہیں لگا سکتے بلکہ سارے بدن کا ایک بال بھی نہیں توڑ سکتے۔ احرام کے تمام ممنوعات سے پرہیز کرنا لازم ہو گیا۔ اب جدّہ قریب ہے وہاں سے مکہ پہنچتے ہی آپ غسل کر لیں یہ غسل سنت ہے۔ اگر خدانخواستہ غسل کرنے کا اتفاق نہ ہو تو ضروری ہے کہ وضو کر لیں (اس لیئے کہ وضو کے بغیر طواف صحیح نہیں ہو سکتا)، اور اسی وقت مسجد الحرام جائیں۔ مسجد الحرام کے بہت سے دروازے ہیں لیکن باب السلام سے مسجد میں داخل ہونا افضل ہے داخل ہوتے وقت بِسْمِ اللّٰهِ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کہیے اور پہلے داہنا (سیدھا) پاؤں اندر رکھ کر یہ دعا پڑھے اَعُوْذُ بِاللّٰهِ الْعَظِیْمِ وَبِوَجْهِهِ الْکَرِیْمِ وَسُلْطَانِهِ الْقَدِیْمِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْمِ بِسْمِ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی

سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ بَارِکْ وَسَلِّمْ اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ
ذُنُوْبِیْ وَافْتَحْ لِیْ اَبْوَابَ رَحْمَتِکَ۔ جب بیت اللہ شریف پر نظر پڑے
تو اپنے دونوں ہاتھ اٹھا کر یہ دعا پڑھے اَللّٰھُمَّ زِدْ ھٰذَا الْبَیْتِ تَشْرِیْفًا
وَّتَعْظِیْمًا وَّتَکْرِیْمًا وَّمَھَابَۃً وَّزِدْ مَنْ شَرَّفَہٗ وَعَظَّمَہٗ مِمَّنْ حَجَّہٗ
اَوِ اعْتَمَرَہٗ تَشْرِیْفًا وَّتَکْرِیْمًا وَّتَعْظِیْمًا وَّبِرًّا۔ اور سیدھے حجر اسود کے
پاس پہنچ کر استلام کرے یعنی اپنا داہنا ہاتھ حجر اسود کو لگا کر ہاتھ کو چومے، پھر منہ
سے چومنے میں آواز نہ ہونی چاہیے اور دونوں ہاتھ اٹھا کر اَلطَّوَافُ لِلّٰہِ
کہہ کر نیت کرے اور ہاتھ نیچے چھوڑ دیں اور طواف شروع کر دیں، خانہ کعبہ
بائیں جانب رکھ کر اس کے ارد گرد سات چکر لگائیں۔ پھر جب حجر اسود کے
پاس سے گذرے تو اس کو استلام کرے اور پورے بدن سے اس کے مقابل
ہو جائے اور اَلطَّوَافُ لِلّٰہِ کہے اس طرح سات چکر ہو جانے سے ایک
طواف ہو جاتا ہے۔ طوافِ فرض یا طواف افاضہ میں (جس طواف کے بعد سعی ہے)
پہلے کے تین چکروں میں مردوں کے لیے رَمَل (قدموں کو نزدیک رکھ
کر بغیر بھاگ دوڑ کے کاندھوں کو ہلا کر جلد چلنا) مسنون ہے۔ نیز طواف کے
سب چکروں میں اضطباع بھی مسنون ہے۔ یعنی اپنی چادر کے بیچ والے
حصہ کو داہنی بغل کے نیچے سے لے کر چادر کے دونوں پلوؤں کو بائیں کاندھے
پر اس طرح ڈالیں کہ داہنا ہاتھ مونڈھے تک پورا کھلا رہے۔ رَمَل و اضطباع
عورتوں کے لیے مسنون نہیں۔ طواف کے بعد مقام ابراہیم کے پاس یا اس کے
قریب کسی جگہ کھڑے ہو کر سنت الطواف کی نیت سے دو رکعت نماز
پڑھنا مسنون ہے۔ پھر مُلْتَزَم (جو حجر اسود اور کعبہ کے دروازے کے درمیان
ہے) اور میزاب (جو کعبہ کے شمال میں حطیم کی جانب کعبہ کی چھت میں لگا ہوا ہے)

کے پاس کھڑے ہو کر دعا کریں۔ وہاں سے پھر چاہ زمزم سے (جو مقام ابراہیم کے قریب ہے) آب زمزم جتنا چاہیں پی لیں پھر بَابُ الصَّفَا سے صفا مروہ کے بازار میں اتر کر سیدھے صفا پر چڑھیں اور سعی کی نیت اس طرح کریں نَوَیْتُ اَنْ اَسْعٰی سَعْیَ الْعُمْرَۃِ (اور اگر حج کی سعی ہو تو سَعْیَ الْحَجِّ کہیں) سَبْعَۃَ اَشْوَاطٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی اور جو دعا سعی کے لیے (کتب مناسک میں) ہے اس کو پڑھتے ہوئے معمولی چال سے مروہ کی طرف چلیں۔ جب آپ چلتے ہوئے دو سبز نشان تک پہنچیں تو وہاں سے لے کر آگے کے دو سبز نشان تک تیز رفتاری سے قدم نزدیک نزدیک رکھ کر چلیں (زیادہ بھاگ دوڑ نہ کریں۔ ان دو سبز نشانوں کو مِیْلَیْنِ اَخْضَرَیْنِ کہتے ہیں) اور مروہ پہنچ کر مروہ پر چڑھیں پھر وہاں سے اتر کر صفا کی طرف آجائیں۔ آنا ایک مرتبہ اور جانا ایک مرتبہ ہوتا ہے۔ اسی طرح سات چکر لگائیں۔ عورت صفا اور مروہ پر نہ چڑھے۔ صرف ایک سیڑھی تک چڑھنا اس کے لیے کافی ہے۔ اگر کوئی شخص صفا اور مروہ پر نہ چڑھے بالکل اس کے قریب جا کر دیوار کو پاؤں لگنے کے بغیر پلٹے تو اس کی سعی صحیح نہ ہو گی۔ پھر حلق کریں یعنی سر کے بال منڈوالیں یا تھوڑے بال کٹوالیں۔ عورت ہو تو اس کا کوئی رشتہ دار قینچی سے اس کے چند بال کاٹ دے۔ اب آپ کا عمرہ تمام ہوا، عمرہ کی وجہ سے جو چیزیں حرام ہو گئیں تھیں وہ سب حلال ہو جاتی ہیں۔ اب ان شاء اللہ آٹھویں ذی الحجہ کو حج کا احرام باندھنا ہو گا۔ اگر دس پندرہ دن باقی ہیں اور مدینہ منورہ زیارت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے جا کر آٹھویں ذی الحجہ تک مکہ پہنچ سکتا ہے تو مدینہ منورہ جا کر زیارت روضہ نبی مکرم (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مشرف ہو جائے۔ پھر وہاں سے واپس آتے ہو ذو الحلیفہ یعنی بئر علی پر ٹھہر کر غسل کرے اور ایک عمرہ

کے لیے احرام باندھ کر مکہ آ کر حسب سابق اعمال عمرہ ادا کر کے حلال ہو جائے اور آٹھویں ذی الحجہ کی صبح کو حج کے لیے احرام باندھے۔ دل میں نیت کو مستحضر کر کے زبان سے یوں نیت کرے اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُرِیْدُ الْحَجَّ فَیَسِّرْهُ لِیْ وَتَقَبَّلْهُ مِنِّیْ نَوَیْتُ الْحَجَّ وَاَحْرَمْتُ بِهٖ لِلّٰهِ تَعَالٰی (اے اللہ میں حج کا ارادہ کرتا ہوں پس اس کو میرے لیے آسان کر دے اور اسے میری طرف سے قبول فرما میں نے حج کی نیت کی اور حج کا احرام باندھا اللہ تعالیٰ کے لیے) اور تلبیہ لَبَّیْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّیْكَ۔ لَبَّیْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ لَبَّیْكَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَةَ لَكَ وَالْمُلْكَ لَاشَرِیْكَ لَكَ کہے۔ آج حج کا پہلا دن ہے طلوع آفتاب کے بعد مکہ معظمہ سے منیٰ روانہ ہو جائیں اور منیٰ میں پانچ نمازیں ظہر، عصر، مغرب عشا اور فجر کو ان کے اوقات میں پڑھ لیں، آج کے دن مزید کوئی ضروری کام نہیں۔ دوسرے دن نویں ذی الحجہ کو طلوع آفتاب کے بعد سکون و اطمینان کے ساتھ تلبیہ کہتے ہوئے عرفات کی طرف روانہ ہو جائیں۔ زوال کے بعد سے عرفات میں ٹھہرنے کا وقت شروع ہوتا ہے۔ وقوف سے پہلے غسل کرنا مسنون ہے۔ اگر غسل کے لیے موقع نہ ملے تو وضو کر لیں۔ نماز و خطبہ سننے کے لیے مسجد نمرہ چلے جائیں۔ اگر کسی وجہ سے جا نہ سکیں تو اپنی قیام گاہ پر ظہر کے وقت ظہر کی نماز اور عصر کے وقت عصر کی نماز جماعت کے ساتھ پڑھیں۔ آج کا مبارک دن بار بار نصیب نہیں ہوتا غفلت میں نہیں گذارنا چاہیے۔ تلاوتِ قرآن پاک کثرت سے درود و تلبیہ و ذکر و اذکار وغیرہ پڑھنے میں صرف کریں۔ اپنے لیے اپنے اعزہ و اقارب اور اپنے احباب کے لیے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعا کریں۔ یہ دعاؤں کے قبول ہونے کا مقام ہے اور یہ یعنی عرفات میں ٹھہرنا حج کا دوسرا رکن ہے۔ تھوڑی دیر کے لیے

عرفات میں ٹھہرے تو اس کا وقوف اور حج صحیح ہوگا (ورنہ حج صحیح نہ ہوگا)
پھر یہاں سے غروب آفتاب کے بعد مزدلفہ روانہ ہونا چاہیئے۔ مزدلفہ پہنچ
کر غسل کرنا مسنون ہے۔ اگر غسل نہ کر سکے تو وضو کر لے اور نماز مغرب
ادا کرے۔ پھر عشاء کی نماز اس کے وقت پر پڑھ لے۔ نصف شب کے
بعد (تھوڑی ہی دیر کیوں نہ ہو) مزدلفہ میں رہنا واجب ہے۔ یہ دسویں برکات
وانوار کی شب ہے جس قدر بھی ممکن ہو عبادت میں مصروف رہیں پھر صبح کی نماز اول
وقت میں پڑھ کر مشعر الحرام پہنچ جائیں اور کچھ دیر ذکرِ الٰہی میں مصروف رہیں اور وہیں مزدلفہ
رمی جمار کے لیئے ستر کنکریاں لے لینا چاہیئے۔ اولیٰ یہ ہے کہ سات کنکریاں مزدلفہ سے
لے لیں اور باقی تریسٹھ کنکریاں وادی محسّر سے اٹھالیں۔ وہاں سے نکل کر منیٰ آجائیں۔ آج
دس تاریخ حج کا تیسرا دن ہے۔ منیٰ پہنچ کر ظہر سے قبل ہی صرف سات کنکریاں جمرہ عقبہ کو ماریں۔
کنکریاں مارتے وقت مکہ کو بائیں جانب رکھ کر جمرہ کے سامنے ذرا فاصلہ پر کھڑے ہو کر داہنے
(سیدھے) ہاتھ سے پے در پے ماریں۔ کنکریوں کی طہارت میں شبہ ہو تو پہلے ان کنکریوں کو
دھولیں۔ ہر دفعہ کنکری مارتے وقت یہ دعا پڑھیں ۔ بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ صَدَقَ
اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَنَصَرَ عَبْدَهٗ وَهَزَمَ الْاَحْزَابَ وَحْدَهٗ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ
وَلَا نَعْبُدُ اِلَّا اِيَّاهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ پھر اگر ہو سکے
تو اس وقت مکہ معظمہ آکر طواف افاضہ اور اس کے بعد سعی کریں (طواف
اور سعی کی تفصیل عمرہ کے بیان میں گذر چکی ہے اس کو دیکھ لیں) پھر مکہ سے
مغرب سے قبل ہی منیٰ واپس ہو جائیں، اس لیئے کہ ایام تشریق کی تین راتیں
منیٰ میں گذارنا واجب ہے۔ پھر روزانہ تین روز تک گیارہویں، بارہویں
تیرہویں کو ظہر کے بعد تینوں شیطانوں کو سات سات کنکریاں پہلے جمرۂ اولیٰ
(جو مسجد خیف کے قریب ہے) پھر جمرۂ وسطیٰ کو پھر جمرہ عقبہ کو ماریں۔ اگر دسویں

تاریخ کو طواف افاضہ اور سعی نہ کر سکیں تو گیارہ یا بارہ تاریخ کو جا کر طواف و سعی کر لیں۔ اس سے زیادہ تاخیر نہ کریں۔ اگر منیٰ سے بارہویں کو دوپہر کے بعد کنکریاں مار کر مکہ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں۔ اگر مغرب سے پہلے نہ جا سکیں تو پھر وہیں منیٰ میں رہ کر تیرہویں تاریخ کو کنکریاں مار کر ہی مکہ جانا چاہیئے۔ پھر مکہ میں جتنے دن ہو سکے ٹھہر کر جتنی بھی عبادت ہو سکے کریں۔ پھر مکہ معظمہ سے روانہ ہو جانے کے ارادہ سے نکلیں تو طواف وداع کرنا واجب ہے۔ اگر پہلے مدینہ منورہ و زیارتِ مسجد نبوی و زیارت قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فارغ نہیں ہوا ہے تو زیارت مسجد نبوی و زیارت قبر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مشرف ہونے۔ زیارت کا بیان اس کتاب میں دوسری جگہ درج ہے اس کو دیکھ لیں۔

فوائد حج اور اس کی حکمتیں

معلوم ہونا چاہیئے کہ حکیم کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہوتا جتنے کام حج میں ہوتے ہیں ان سب کا دارومدار کسی نہ کسی نکتے اور فائدے پر ہے بعض امور کے اغراض تو ظاہر ہیں۔ مگر بعض امور عام لوگوں کی سمجھ سے باہر ہیں۔ چند امور کے متعلق حکمتیں یہاں بیان کی جاتی ہیں۔

(۱) حکمتِ احرام :- احرام میں ایسی حکمت ہے کہ کوئی انسان جب کسی بادشاہ کے دربار میں حاضر ہونے کا ارادہ کرتا ہے تو خود کو اس قابل بنانا پڑتا ہے۔ پس احکم الحاکمین کے دربار میں حاضر ہونے کے لیئے ضروری ہے کہ دور ہی سے (یعنی میقات سے) عاجزی اور مسکنت و ترکِ زینت کر کے خاص طور پر کفنی پہن کر (یعنی احرام باندھ کر) بارگاہ خداوندی میں داخل ہو جائے۔

(۲) حکمت تلبیہ :- بار بار لبیک کہہ کر اقرار کرتا ہے کہ اے اللہ میں

تیرے سب حکموں کو ماننے کے لیئے تیار ہو کر تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہوں اور اسی کے ساتھ یہ بھی اعتراف کرتا ہوں کہ سب نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں اور ہم سب تیری ہی حمد و ثنا کرتے ہیں کہ تو ہی حقیقی بادشاہ ہے اور دنیا بھر میں تیری ہی حکومت ہے۔

(۳) **حکمتِ طواف:** طواف میں یہ حکمت ہے کہ انسان جس کے پاس جاتا ہے سب سے پہلے اس سے ملاقات کرتا ہے اور چلتے وقت بھی اس سے ملاقات کر کے واپس ہوتا ہے اس لیئے داخلے اور واپسی کے وقت طواف کعبہ ضروری ہوا۔ مختصر یہ کہ حج کے ہر حکم میں بہت سی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔

مجموعی طور پر حج کے فائدے: حج میں اللہ تعالیٰ نے بہت سے دینی و دنیوی فائدے رکھے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ (تاکہ اپنے فائدہ کے کاموں میں شریک ہوں) فوائد تو ظاہر ہیں گناہ معاف ہو جاتے ہیں، اللہ راضی ہوتا ہے، مرنے کے بعد جنت ملتی ہے اور دنیوی فائدے بھی بہت ہیں۔ (۱) دنیا کے مسلمانوں میں دینی تعلق مضبوط کرنے کے لیئے مختلف قوموں، مختلف نسلوں، مختلف رنگوں، مختلف زبانوں اور مختلف ملکوں کے اشخاص ایک ہی جگہ پر دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیئے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصلی وطن اپنے دین کے مرکز مکہ معظمہ میں جمع ہوتے ہیں (۲) مساوات اسلامی بادشاہ ہو کہ فقیر، امیر ہو کہ غریب، سب کے سب ایک ہی لباس، ایک ہی حالت، ایک ہی مقام پر اس طرح جمع ہوتے ہیں کہ کسی طرح باہمی امتیاز باقی نہیں رہتا (۳) عالمگیر اتحاد اسلامی یہ ہے کہ ایک جگہ دنیا بھر کے مسلمان جمع ہو کر سیاسی ملکی تجارتی امور میں تبادلۂ خیال کر سکتے ہیں آپس میں ملنے جلنے سے دوستانہ تعلقات، ربط و ضبط، سیاست، تجارت

صنعت وحرفت بلکہ تمام دنیوی امور میں ایک دوسرے سے مل جل کر فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ نیز ایک ساتھ عبادت کرنے سے یقیناً ان کے دل میں وحدت اخوت اور مساوات کے جذبات پیدا ہوں گے، باہم تبادلۂ خیالات کا موقع ملے گا۔ اس سے اتحاد اسلامی کو تقویت پہنچے گی۔ (۴) مجاہدانہ زندگی کی تعلیم سفر کی مشقتیں اٹھانا، صفا اور مروہ کے درمیان چلنا، طواف رَمل یعنی اکڑ کے چلنا، حجر اسود کو بوسہ دے کر امتثال امر کا ثبوت دینا کہ ہم کو جو بھی حکم دیا جائے اس پر عمل پیرا ہونے کے لیے تیار ہیں (۵) آخرت کی یاد دہانی، سفر حج کا نمونہ بالکل سفر آخرت کا سا ہے۔ سفر کے شروع میں بال بچوں سے جدا ہوتے وقت سکراتِ موت کے وقت کا اہل وعیال سے جدا ہونا یاد کرو۔ وطن سے نکلتے وقت دنیا سے جدا ہونے کا خیال کرو، سواری پر سوار ہوتے وقت جنازہ کی چارپائی پر سوار ہونا یاد کرو۔ احرام کے سفید کپڑے پہنتے وقت اپنا تن بے جان کفن میں لپیٹے جانے کا وقت جبکہ وہ بے حس وحرکت ہوگا۔ اس وقت ساتھ دینے والا صرف عملِ صالح ہوگا۔ یاد کرو میقات حج تک پہنچنے میں جو دشواریاں پیش آتی ہیں ان کو دنیا سے باہر نکل کر میدان قیامت تک عالم برزخ (یعنی قبر) میں پڑا رہنا یاد کرو، راستہ میں ہول وہراس کے وقت منکر نکیر کے سوالات کا کرنا یاد کرو، راستہ میں جو تکالیف پیش آتی ہیں انھیں قبر میں سانپ بچھو کی ایذا رسانیاں سمجھو، راستہ کی تنہائی قبر کی تنہائی خیال کرو اور جس وقت چیخ چیخ کر لَبَّیْکَ اللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ پڑھو تو قبروں سے زندہ ہو کر اٹھنا یاد کرو، عرفات کے میدان میں جمع ہونا حشر کے میدان میں جمع ہونا سمجھو (۶) اس سے شوکت اسلام بھی ظاہر ہوتی ہے کیونکہ اس میں مسلمانوں کی کثیر تعداد کا مظاہرہ ہوتا ہے، (۷) سفر کے بے شمار تجربے حاصل ہوتے ہیں۔

حج کے بیان کی مزید توضیح و تشریح

نماز کے بعد حج اسلام کی افضل ترین عبادتوں میں سے اور رکن ہے ان پانچ ارکان میں سے جن پر قصر اسلامی کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ حج سے گناہ کبیرہ اور صغیرہ (یعنی بڑے اور چھوٹے) دونوں قسم کے گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ راضی ہوتا ہے اور مرنے کے بعد جنّت ملتی ہے۔ یہی ایک خاص عبادت ہے جو بلد مقدس مکہ معظمہ کے سوا اور کسی مقام پر ادا نہیں ہو سکتی۔ اس کے برخلاف نماز و روزہ ہر جگہ اپنے اپنے اوقات اور شرطوں کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں صرف حج ہی کی ادائیگی ایک خاص مقام کے ساتھ مخصوص کر دی گئی۔ حج اسلام کی خاص نشانیوں میں سے ہے۔ مغرب و مشرق کے مسلمان دین واحد کی وحدت میں شامل ہونے کے لیے اپنے نبی اکرمؐ کے اصلی وطن اپنے دین کے مرکز مکہ مکرمہ میں اکٹھا ہو جاتے ہیں۔ ترکی، فارسی، ایرانی، افغانی، شامی، ہسپانوی، عراقی، مراکشی اور روسی آ کر جمع ہوتے ہیں اور مل جل کر بیٹھتے ہیں اور ایک ساتھ عبادت کرتے ہیں۔ ایک دوسرے سے روشناس ہوتے ہیں اور عام مفید باتوں اور خاص کر دینی باتوں کے بارے میں اس بقعۂ مبارکہ حرم شریف میں جو امن کی جگہ ہے گفت و شنید کرتے ہیں۔ اسی حرم میں جہاں ہمارے سردار گنہگاروں کی شفاعت کرنے والے حضرت رسول پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم پیدا ہوئے اور اسلام کی روشنی پھیلی اور جو گذشتہ زمانہ کے غلبہ اور تسلط اور اسلاف کے جہاد اور کوشش کی یاد کو دلوں میں ابھارتی اور تازہ کرتی ہے۔ حج کا زمانہ ختم ہونے کے بعد ہر حاجی اچھی رائیں اور مفید باتیں لے کر لوٹتا ہے کہ جس سے اتحاد اسلامی کو تقویت پہنچتی ہے۔ اسلامی

بھائی چارگی کا غالب احساس پیدا ہوتا ہے۔ اس میں مسلمانوں کا بڑا مشترک فائدہ ہے۔ اسی حج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں فرمایا ہے۔

وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْكَ رِجَالًا وَّعَلٰی كُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ لِّیَشْهَدُوْا مَنَافِعَ لَهُمْ وَیَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِیْٓ اَیَّامٍ مَّعْلُوْمٰتٍ عَلٰی مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِیْمَةِ الْاَنْعَامِ فَكُلُوْا مِنْهَا وَاَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِیْرَ (سورۃ الحج)

(ترجمہ) پکار دے لوگوں میں حج کے لیے کہ آئیں تیری طرف پیروں سے چل کر اور سوار ہو کر دُبلے دُبلے اونٹوں پر چلے آویں دور کی راہوں سے تاکہ پہنچیں اپنے فائدوں کی جگہ پر اور پڑھیں اللہ کا نام کئی دن جو معلوم۔ ذبح پر چوپایوں مویشی کے جو اللہ نے دیئے ہیں ان کو سو کھاؤ اس میں سے اور کھلاؤ برے حال کے محتاج کو

نیز یہ کہ حج میں نفس کی بہت بڑی صفائی ہوتی ہے اور دل انوار الٰہیہ سے معمور و منور ہو جاتا ہے۔ مشکلات کے برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان رکھنے اور پوری فرمانبرداری ظاہر کرنے کا موقع ملتا ہے۔ اس لیے کہ انسان اپنے وطن اہل وعیال کاروبار چھوڑ کر اپنی محبوب ترین چیز یعنی مال و دولت اللہ عزّوجل کی فرمانبرداری میں صرف کرتا ہے۔

وقوف عرفہ ہی سب سے بڑی اور عجیب چیز ہے جہاں اتنی بڑی مخلوق لق ودق میدان میں ننگے سر کھڑا رہتی ہے۔ عیش و آرام شان و شوکت سے خالی ڈرتے ہوئے اللہ تعالیٰ سے گریہ وزاری کرتے ہوئے۔ بادشاہ اور صاحب قوۃ اور دبدبہ کے سامنے تلبیہ کہتے ہوئے گویا کہ عبودیت (یعنی بندہ ہونا) اسی مقام پر اپنی واضح ترین مثال میں ظاہر ہوتی ہے اور اللہ کی ربوبیت اپنی ظاہر ترین حالت میں نمایاں ہوتی ہے۔ اس مقام پر دل تمام چیزوں سے خالی ہو کر اللہ تعالیٰ کی ہیبت اور بڑائی سے بھر جاتا ہے اور سر خوف اور عبرت سے جھک جاتا ہے۔ پس چاہیئے

کہ بندہ ہر چیز سے فارغ ہو کر اپنے دل اور روح اور تمام اعضاء کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے، معافی چاہتے ہوئے، ڈرتے ہوئے، دبتے ہوئے، اپنے گناہوں کو پیش کرتے ہوئے، شرمندہ ہوتے ہوئے، خدا کی طرف مائل ہو جائے اپنی ذلت اور انکساری کی حالت میں امید رکھتے ہوئے۔ اللہ تعالیٰ اس کو معاف کر دے گا۔ دعا مانگنے میں مبالغہ کرتے ہوئے، روتے ہوئے، رونے والوں کی صورت بنا کر، اور یاد کرتے ہوئے اپنی دعا میں اپنے اہل و عیال کو اپنے خویش واقارب کو اور اساتذہ کو اور ہر اس شخص کو کہ جس نے اس کے ساتھ کچھ احسان کیا ہو بلکہ تمام مسلمانوں کو۔ یہ تمام دعائیں اور قرآن پڑھتے ہوئے، رحمٰن کی یاد دل میں رکھ کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود پڑھتے ہوئے۔ اس طور پر کہ ہر دعا کے اوّل اور آخر میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھے۔ پھر درود و ثنا دھوپ میں کھڑے ہو کر پڑھے۔ انکساری کا لباس پہنے ہوئے، اپنی بندگی اور اللہ کی بڑائی اور ربوبیت ظاہر کرتے ہوئے، نیز اللہ تعالیٰ کی اس بڑی اور غالب عظمت کو سوچتے ہوئے کہ جس نے اتنی بڑی جماعت کو اس جگہ ہر سمت سے لا کر اکٹھا کر دیا ہے کہ لوگ خدا کے سامنے ذلیل ہو کر اور بادشاہوں کے بادشاہ اور صاحب قوۃ و دبدبہ والے کے سامنے تلبیہ پڑھتے ہوئے آ کر اکٹھا ہوئے ہیں اس طور پر کہ ان کی آوازیں آسمانوں تک پہنچیں اور پہاڑوں میں گونج گئیں۔ یہاں تک کہ بھر گئے ان سے پہاڑوں کے دامن، پس گویا کہ وہ مستغرق ہو گئے ہیں۔ اس میں کثرت سے تلبیہ پڑھتے ہوئے تمام مقامات میں دعا مانگتے ہوئے کھڑے اور بیٹھے، چلتے ہوئے اور ٹھہرے ہوئے، کبھی تنہا کبھی اکٹھا، نہ ان کی زبان رکتی ہے اور نہ ان کا دل غافل ہوتا ہے۔ اس مقام پر رب العلمین اپنے بندوں پر فضل کرتا ہے اور اور ان کو معاف کر کے ان کو بزرگی دے کر ان سے راضی ہوتا ہے۔ پس کیا ہی

بڑا مقام ہے اور کیا ہی حیرت انگیز یہ اجتماع ہے۔ خلاصہ یہ کہ ساری زمین اللہ ہی کی بچھائی ہوئی ہے اور امت محمدیہ کے لیے مسجد بنا دی گئی ہے۔ لیکن اس بقعہ مبارکہ مکہ معظمہ کو جو امتیاز و شرف بخش گیا ہے (باستثنار موضع قبر اقدس روضۂ مطہرہ) دنیا کے کسی ٹکڑے کو وہ شرف نہیں بخشا گیا۔ یہ وہ مقدس مقام ہے جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بیت اللہ یا خانۂ کعبہ کی تعمیر فرمائی اور سارے عالم میں اس بات کی منادی کردی کہ پیادہ یا سوار ہو کر اللہ کے اس مقدس گھر کی طرف چلے آئیں۔ اس لیے ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب وہ حج کرنے کی استطاعت پائے تو اپنے تمام کاموں کو چھوڑ کر حج کی نیت سے سفر کرے۔ صحاح کی مشہور حدیث ہے جس کا خلاصہ اردو میں یہ ہے جو شخص صحیح و سالم ہو اور حج کی استطاعت رکھنے کے باوجود حج کی سعادت سے محروم رہا اور اس حال میں مرگیا تو خدا کو اس کی کوئی پروا نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی۔

اَعَاذَنَا اللّٰہُ مِنْہُ

حق سبحانہ و تعالیٰ شانہ کے فضل و کرم سے اور سید المرسلین و شفیع المذنبین سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وصحبہ وسلم کے طفیل سے یہ رسالہ بتاریخ ۹/ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ بروز جمعہ اختتام کو پہنچا۔ چونکہ اس ناچیز و ناکارہ کو اپنی نااہلیت کا اعتراف ہے اس لیے اپنے محترم اساتذہ کے پاس عبارت و مسائل کی اصلاح کے لیے بھیجا۔ انہوں نے باوجود عدیم الفرصت ہونے کے بالاستیعاب نظر ثانی فرما کر بعض جگہ اصلاح بھی فرمائی۔ جَزَاھُمُ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنِّیْ خَیْرَ الْجَزَاءِ۔

اب قارئین رسالہ ہٰذا و علماء کرام و فقہاء عظام سے باادب ملتمس ہوں

کہ اس رسالہ میں کسی قسم کی خطا یا سہو نظر آجائے تو اس ناچیز وناکارہ کو مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ طبع میں اس کی اصلاح ہو جائے۔ نیز جو حضرات رسالۂ ہٰذا سے مستفید ہوں ان سے عاجزانہ التجا ہے کہ اس ناچیز وناکارہ کو دعا خیر میں نہ بھولیں۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلَانَا وَشَفِيْعِنَا مُحَمَّدِنِ الْحَبِيْبِ الْمُجْتَبٰى خِيَرَةِ الْعَالَمِ وَخَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ هَادِى الْاُمَّةِ وَنَبِيِّ الرَّحْمَةِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ وَزَادَهُ فَضْلًا وَّشَرَفًا لَّدَيْهِ وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

تقاریظ علماء کرام و فضلاء عظام بر کتاب توضیح المسائل

تقریظ (۱)

جامع منقول و معقول حاوی فروغ و صول فاضل اجل عالم اکمل استاذی حضرت مولانا مولوی محمد صبغۃ اللہ صاحب شہید انصاری لکھنوی

اَطَالَ اللّٰہُ بقاءَہٗ حامداً و مصلیاً

میں نے کتاب توضیح المسائل کا غائر نظر سے صرف مطالعہ ہی نہیں کیا ہے بلکہ سچ یہ ہے کہ اس سے مستفید بھی ہوا ہوں بیان توحید سے لے کر سیدنا امام شافعی رحمہ اللہ کے ایمان آفرین حالات تک میں نے غور سے پڑھا اور اس کو مفید اور دین پرور ہی پایا۔ توحید، طہارت، نماز، روزہ اور حج و زکوٰۃ کے بیشتر ضروری مسائل خوبی سے قلمبند فرمائے گئے ہیں۔ زبان سہل، طرز ادا خوب اور سب سے زیادہ عام فہم ہے کتاب شافعی مذہب کی ہے لیکن احناف کے لیے بھی مفید ہے اور پُر از معلومات ہے۔ ایک خاص چیز اس کتاب میں یہ ہے کہ ہر چیز کو حتیٰ کہ طہارت اور استنجے تک کو عقلی اور استدلالی طور پر بھی سمجھایا گیا ہے میں اُن لوگوں میں سے ہوں جن کا یقین اس پر ہے

گر بہ استدلال کار دین بُدے
فخر رازی رازدار دین بُدے

اور یہ بھی میرا ایمان ہے کہ انسانوں کے سمجھے اور بتائے ہوئے مصالح اور منافع کے بنا پر ہم پر احکام مفروض نہیں کیے گئے اور یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ مصالح جو احکام کے ہم نے سمجھ رکھے ہیں وہ اتباع احکام سے ضرور حاصل ہوں۔

ہم تو احکام کی تعمیل محض احکام و اوامر ہونے اور منہیات سے اجتناب منہی عنہ ہونے کی بنا پر کرتے ہیں لیکن جامع کتاب کا طرز استدلال دل نشین اور دماغ پذیر ہے۔

خدا مصنف کو اجر عظیم دے اور کتاب کو ان کی توقع سے بھی زیادہ کامیاب کرے۔

(مولانا مولوی) محمد صبغتہ اللہ (صاحب)

شہید انصاری فرنگی محل لکھنوی

تقریظ (۲)

فخر علمائے کرام صد فضلائے عظام حضرت مولانا مولوی مفتی قاضی محمد حبیب اللہ صاحب (دامت برکاتہ وعمت فیوضاتہ) ابن استاذی بحر العلوم آیۃ من آیات اللہ شمس العلما حضرت مولانا مولوی قاضی عبید اللہ قدس اللہ روحہ ضریحہ و

نحمدہ ونصلی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكَفٰى وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْمُجْتَبٰى وَاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ ذَوِي الْمَجْدِ وَالتُّقٰى ۔ میں نے کتاب توضیح المسائل مشتمل بر عقائد و فقہ شافعیہ، تالیف جناب المعی فاضل لوذعی مولوی مفتی قاضی الحاج شریف محی الدین اکرمی بھٹکلی۔ ادام اللہ فیوضاتہ وبرکاتہ، اوّل سے آخر تک مطالعہ کیا، الحق یہ کتاب نہایت ہی کار آمد اور عام فہم ہے عبارت اس کی نہایت ہی آسان ہے اس کے مسائل صحیح اور قابل اعتماد ہیں۔ فاضل مؤلف سلمہ اللہ تعالیٰ نے عقائد و فقہ کے ضروری مسائل، ان کی حکمتوں اور مصلحتوں کو

مستند و معتبر کتابوں سے انتخاب کر کے نقلی اور عقلی دلائل سے بخوبی مرتب کر کے قوم پر بڑا احسان کیا ہے۔ ایک اہم ضرورت پوری کی ہے۔ یہ جامع کتاب اس دورِ انحطاط میں بفضل خداوندِ عالم مبتدی اور منتہی طلبہ کے لیے بحرِ فیض، شمع ہدایت اور نہایت ہی مفید ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ مولفِ علام کو دارین میں جزائے خیر اجرِ عظیم عطا کرے اور یہ کتاب مقبول خاص و عام کرے آمین۔

الراقم

نقل دستخط حضرت مولانا مولوی، فقیر محمد حبیب اللہ کان اللہ لہٗ (مدراس)

تقریظ ۳

جامع العلوم العقلیہ والنقلیہ افضل العلما حضرت العلاّ مولانا مولوی الحاج سیّد عبدالوہاب صاحب بخاری ایم اے متع اللہ المسلمین بوجودہ ریسپل نیو کالج مدراس

۷۸۶

حامداً و مصلیاً و مسلماً

میں نے کتاب توضیح المسائل کا بالاستیعاب مطالعہ کیا۔ مولف کتاب حضرت مولانا اکرمی صاحب کے تبحر علمی اور تدین سے میں مدتوں سے واقف ہوں یہ کتاب اُن کا شاہکار ہے۔ توحید، طہارت، نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے متعلق ضروری مسائل جس دل نشین پیرائے میں بیان کیے گئے ہیں وہ قابلِ صد ستائش ہیں۔ قرآنی آیات و احادیث کے علاوہ جو عقلی دلائل مسائل کو سمجھانے کے لیے

لائے گئے ہیں وہ اس دور کی ایک اہم ضرورت کو پورا کرتے ہیں۔ کتاب گو شافعی مذہب کی ہے لیکن احناف کے لیے بھی اس کا مطالعہ یقیناً مفید ثابت ہوگا دعا ہے کہ مولانا اکرمی صاحب کی یہ مبارک سعی مشکور ہو اور ان کی یہ آسان مگر جامع کتاب اس پر آشوب دور میں مسلمانوں کے لیے مشعلِ ہدایت کا کام دے۔ آمین یا رب العالمین

(افضل العلماء سید عبدالوہاب بخاری)

یکم ذوالقعدہ ۱۳۶۹ھ مطابق ۲۱ رمئی ۱۹۵۰ء

تقریظ (۴)

عالم یلمعی، فاضل لوذعی، عالم علوم دینی و دنیوی واقف اسرار خفی و جلی حضرت مولانا محمد میاں الہ آبادی زید مجدہٗ ممبر پارلیمنٹ

"توضیح المسائل" مرتبہ حضرت علامہ قاضی شریف محی الدین صاحب اکرمی (مفتی و قاضی بھٹکل) میں نے پڑھی حضرت مولانا کی علمی قابلیت، خلوص، جدت طرازی، اور دینی جذبہ سے میں تیس سال سے یہی نہیں کہ واقف ہوں بلکہ حسنِ ظن اور حسنِ اعتقاد بھی رکھتا ہوں۔

مگر ان تمام جذباتی امور کو قطع نظر کرنے کے بعد بھی اس کتاب کی بنیادی اور قیمتی حیثیت ناقابلِ انکار ہے۔

اس کتاب میں امورِ ذیل خاص طور پر قابلِ توجہ ہیں جن پر حسن کی افادیت کا دارومدار ہے، مسلمہ عقائد اسلامی کی تشریح کی گئی پھر عقلی طور پر ان پہ تشفی بخش دلائل قائم کیے گئے ہیں۔ ان دلیلوں کی سب سے بڑی خصوصیت

یہ ہے کہ یہ عام طور پر کُتب کلامیہ کی طرح فلسفی اور منطقی دلائل نہیں ہیں جن سے سکوت تو حاصل ہو جائے مگر تشفی نہ ملے، بلکہ جو طریقہ استدلال اختیار کیا گیا ہے وہ خالص قرآنی ہے جو روزانہ کے پیش اُفتادہ چیزوں اور تجربات پر مبنی ہے۔ اس سے دلوں میں ایمانی قوت اور ذہنی تسلی حاصل ہوتی ہے۔ پھر اس جدت طرازی کے باوجود کتاب و سنت کی اُن تعبیروں سے جو اسلافِ کرام سے متفقہ طور پر مروی چلی آ رہی ہیں ایک لمحہ کے لیے بھی علامۂ مصنف نہیں ہٹے۔ مجھے پوری اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے پڑھنے والوں کے قلوب میں ایمان کی صحیح روشنی پیدا فرمائیں گے اور اُس کے اوراق عقائد و اعمال کے لیے ایک بنیادی مشعلِ ہدایت ہوں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

نقل دستخط مولانا مولوی، فقیر محمد الفاروقی کان اللہ لہٗ

تقریظ ۵

عالم نحریر فاضل خبیر مولینا ناصر الدین محمد

(ابن العلامہ بحر العلوم حضرت مولانا قاضی عبید اللہ صاحب مرحوم، نفعنا اللہ بعلومہ

توضیح المسائل فقہ شافعی

مولفہ مکرمی و معظمی مولوی حاجی شریف محی الدین اکرمی مت حنی بھٹکل زاد مجدہ

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّی عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَجْمَعِیْنَ

جناب قاضی صاحب ممدوح نے فقہ شافعی میں مستند عربی کتابوں سے ایک جامع و مستفید کتاب اردو زبان میں توضیح المسائل جس کا مسمّی ہے نہایت وضاحت کے ساتھ آسان و سلیس با محاورہ موجودہ زمانہ کا تشنگی علوم دینی کے وقت تالیف فرمایا ہے۔ اس کتاب سے عموماً مسلمانوں کو خصوصاً شافعیہ کو اس کے مطالعہ سے بے حد فائدہ حاصل ہوگا امید ہے کہ اس کتاب کی قدر کریں گے اور اس سے اپنی معلومات میں اضافہ کرنے کی کوشش کریں گے۔ خداوند عالم جل شانہٗ مولف مدظلہ العالی کو دونوں جہاں کی خوبیاں عطا فرماوے اور ایک زمانہ دراز تک آپ کے سایہ عاطفت کو سلامت رکھے۔ آمین

نقل دستخط و مہر مولانا مولوی، ناصر الدین محمد بن قاضی عبید اللہ الشافعی کان اللہ لہما

ناصر الدین محمد ابن قاضی عبید اللہ

۱۳۷۶ھ

مرقوم ۱۵ / ذی قعدہ ۱۳۷۶ھ

تقریظ (۶)

وحید العصر فرید الدہر، مولانا مولوی قادر علی صاحب دام ظلہ وفیضہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ البر الجواد الذی جلت انعامہ عن الاحصاء المنعم باللطف والھدایہ الی سبیل الرشاد الموفق للتفقہ فی الدین من لطف بہ واختارہ من العباد، وصلی اللہ تعالیٰ علی سیدنا ونبینا محمد المبعوث الی کافۃ الانام وعلی الہ واصحابہ ذوی المجد والکرام۔

دورِ حاضرہ میں دینی علم کی کاسنگی اور لاعلمی قوم میں بہت ہو گئی ہے، اردو زبان میں فقہ کی تالیف مبتدی اور منتہی اشخاص کے لیے نہایت ضروری ہے۔ مسلمان اسلام پر قائم رہنا تعلیم عقائد وفقہ پر ہی منحصر ہے اس اہم فریضہ کو پیش نظر رکھتے ہوئے کتاب توضیح المسائل جو عقائد اور فقہ شافعیہ پر مشتمل ہے فاضل گرامی جناب مولوی مفتی قاضی الحاج شریف محی الدین صاحب اکرمی بھٹکلی نے سہل زبان میں عام فہم مفید تالیف کیا ہے۔ اللہ جل شانہٗ مولف کو دارین میں جزائے خیر دیوے اور اس کتاب سے عوام کو فائدہ پہنچے۔ آمین

(نقل دستخط مولانا مولوی) العبد الضعیف مقام رائی پیٹ
قادر علی عفا اللہ عنہ مدراس

ذوالقعدہ ۱۳۷۷ھ ۱۹۵۸ء

شکریہ

من لم یشکر النّاس لم یشکر اللہ

میں ان تمام حضرات علمائے کرام کا تہِ دل سے مشکور ہوں جنھوں نے پیش نظر کتاب "توضیح المسائل" پر ازراہِ نوازش و معارف پروری اپنی قیمتی آراء کا اظہار فرمایا۔ نیز ان حضرات کا بھی بے حد ممنون ہوں جنھوں نے اس کتاب کی کتابت، تصحیح، تسوید اور طباعت میں میری مخلصانہ امداد فرمائی۔ بالخصوص جناب **مولوی محمد عبد العزیز صاحب سورتی** مالک مکتبہ ابنا **مولوی سورتی** تاجران کتب جامع مسجد بمبئی نمبر ۳ کا مرہونِ احسان ہوں جنھوں نے اس کتاب کی طباعت اور اس سے متعلق دیگر مراحل اپنے ذمے لے کر اس کام کو بحسن و خوبی انجام دیا۔

جزاھم اللہ خیراً جزیلا

ضمیمہ

روداد شوافع ساکن پاکستان

تاریخ کے اوراق پر نظر ڈالیں تو تحقیق کے بعد یہ حقیقت واضح ہو جائیگی کہ جنوب مغربی اور جنوبی ہندوستان کے ساحلی مقامات جو بمبئی، تھانہ، قلابہ، رتناگیری وغیرہ پر مشتمل تھے۔ کوکن کہلائے اور وہاں کے لوگ کوکنی کہلائے جانے لگے۔ اور ان مقامات پر عرب تاجروں کی آمدورفت اور ان مقامات پر قیام پذیر ہونے کی وجہ سے یہ مقامات فاتح سندھ محمد بن قاسمؒ سے بہت پہلے اسلامی تعلیمات سے روشناس ہو چکے تھے، اس طرح عرب سیاح و تاجروں کا قابل قدر کارنامہ یہ ہے کہ مقامی ہندو آبادی کو اسلام سے متعارف ہونے کا موقع ملا۔ ان کے دور کی تبلیغ سے ہزاروں افراد مشرف بہ اسلام ہوئے اور چونکہ یہ مبلغین امام شافعیؒ کے پیروکار تھے لہٰذا یہاں کی آبادی نے فقہ شافعی کو اپنایا اس طرح تمام کوکنی عربی النسل ہیں اور شافعی مسلک کے یہ پیرو نہایت خاموش طبع اور اسلام کے شیدائی ہیں۔ نیز یہ کہ مزید ساحلی علاقے مثلاً بھٹکل، ملبار اور کیرالا کی بھی بیشتر آبادی مشرف بہ اسلام ہوئی اور یہاں بھی فقہ شافعی کو فروغ ملا۔

تقسیم ہند سے بہت پہلے کوکنی حضرات کی ایک بڑی تعداد نے کراچی پورٹ ٹرسٹ کے قیام کے ساتھ ہی اس ....

...... میں ملازمت اختیار کر لی تھی اور دینی فرائض کی انجام دہی کے لئے منوڑہ میں شافعی مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ اور اس مملکت خداداد پاکستان کے قیام کے بعد کوکن وساحلی علاقہ کے دیگر حضرات (بھٹکلی اور ملباری) کی ایک بڑی تعداد نے ہجرت کر کے یہاں سکونت اختیار کر لی اور شہر کراچی کے مختلف مقامات میں آباد ہو گئے۔ کراچی میں چار شافعی مسجدیں کوکنی حضرات کی بنائی ہوئی ہیں (۱) ایک تو شافعی جامع مسجد منوڑہ میں (۲) شافعی جامع مسجد بمبئی ٹاؤن بلاک ڈی شمالی ناظم آباد (۳) شافعی جامع مسجد کوکن سوسائٹی (۴) شافعی جامع مسجد (کوکن کالونی) بلدیہ مہاجر کیمپ نمبر ۷۔ ان مساجد کے اردگرد اکثر کوکنی حضرات رہائش پذیر ہیں۔

اس کے علاوہ تین شافعی مساجد ملباری حضرات کی بنائی ہوئی ہیں۔ (۱) شافعی جامع مسجد کامل گلی صرافہ بازار (۲) شافعی جامع مسجد (ملباری محلہ) شیر شاہ کالونی۔ (۳) شافعی جامع مسجد (ملباری محلہ) مہاجر کیمپ نمبر ۴ بلدیہ۔

فقہ شافعی کے بانی ناصر الحدیث امام محمد بن ادریس بن عباس بن عثمان شافعؒ ہیں۔ آپ نے ذوق سلیم سے عسرت و ناداری کے باوجود آپ نے علم قرأت، علم تفسیر، علم حدیث، علم فقہ، علم کلام، لغت، طب، تاریخ، انساب، مناظرہ، ادب، عروض، فراست ان علوم میں وہ کمال پیدا کیا کہ عرب کے مشہور ترین افراد نے آپ کی سیادت و امامت ہر علم میں تسلیم کر لی۔ امام شافعیؒ کی متعدد تصانیف ہیں جن میں صرف دو تین کا اردو ترجمہ ہو چکا ہے اور چونکہ یہاں پر شافعی علوم کی درس و تدریس کا کوئی باقاعدہ مدرسہ نہ ہونے کی وجہ سے اس علم کو فروغ نہ

مل سکا۔ اور نہ شافعی مسلک سے متعلق اردو زبان میں یہاں پر کوئی تصانیف دستیاب ہیں۔ ہاں لیکن حوصلہ افزا بات یہ ہے کہ جامعہ اسلامیہ بھٹکل نے اس سمت میں بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔ جس کی وجہ سے آج اردو زبان میں کچھ تصانیف میسّر ہیں جو ہماری نوجوان نسل کو اپنے مسلک سے روشناس کرنے میں بڑی حد تک ممدو معاون ثابت ہوں گی۔

اب جب کہ بمبئی ٹاؤن میں شافعی مسجد کا قیام عمل میں آیا تو بمبئی ٹاؤن میں آباد کوکنی حضرات خصوصًا نوجوانوں کو اپنے مسلک سے متعلق تصانیف کی کمی کا احساس ہوا لہذا بڑی کاوشوں سے ہمارے نوجوانوں نے دو تصانیف حاصل کرلیں تاکہ ان کی یہاں پر اشاعت کی جائے ایک "توضیح المسائل" از حضرت مولنا مفتی شریف محی الدین الاکرمی صاحب ۔ اور دوسری "شافعی فقہ" (حصہ اوّل) از مولانا محمد ایوب ندوی صاحب دامت برکاتہ، استاد فقہ و حدیث جامعہ اسلامیہ بھٹکل ۔

یہ بڑے مسرت کی بات ہے کہ کوکنی مسلم جماعت بمبئی ٹاؤن کے زیر نگرانی و تمام اراکین جماعت کی عملی تعاون سے نوجوانوں نے اس نیک عمل کی انجام دہی کا بیڑا اٹھایا اور اللہ تعالے کے فضل وکرم سے ان تصانیف کی کاپیاں خوشنما طباعت کے ساتھ منظر عام پر آچکی ہیں۔

امید ہے کہ شافعی مسلک سے تعلق رکھنے والا ہر فرد اس سے بحسن خوبی مستفیض ہوگا۔ انشاء اللہ ہمارے نوجوانوں کا یہ نیک عمل بلاشبہ قابل صد تحسین ہے۔ اللہ تعالے جزائے خیر دے۔ آمین۔

یہاں پر ہم بھٹکلی بھائیوں کی ان خدمات کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ان کی علم دوستی اور شافعی مسلک سے والہانہ لگاؤ کا نتیجہ

ہے کہ ان کے بزرگوں کی تصنیف کردہ کتابوں کی وجہ سے آج شافعی علوم کو فروغ دینا ممکن ہو سکا ہے۔

بارگاہ ایزدی میں دعا گو ہیں کہ اللہ تعالے تمام حضرات کی خدمات وعمل صالح کو قبول فرمائے۔ آمین یا رب العلمین۔

عبدالغنی محمد اسحاق جکرطے

صدر کوکنی مسلم جماعت بمبئی ٹاؤن کراچی

مورخہ یکم اگست ۱۹۸۸ء

https://raziyatulabrarbhatkal.blogspot.com

سیکریٹری جناب محمد شریف ہتودیکر صاحب

جناب کیپٹن حسن مقدم صاحب

فون نمبر ۶۲۰۷۴۸۔

فون نمبر ۶۱۸۵۴۲،
۶۲۹۸۰۴،

ملنے کے پتے

شبیر احمد اکرمی۔ مُستُما محلہ۔ بھٹکل دکنارا

(برادرزادہ مولانا اکرمی)

کتابستان ۳۸ ڈی محمد علی روڈ
بمبئی نمبر ۳

ابنا۔ مولوی سورتی۔ جالی محلہ۔ بمبئی نمبر ۳

شافعی جامع مسجد بمبئی ٹاؤن۔ بلاک ڈی
شمالی ناظم آباد کراچی ۳۳